سوانح

حضرت مُسلمِ ابنِ عقیل علیہ السلام

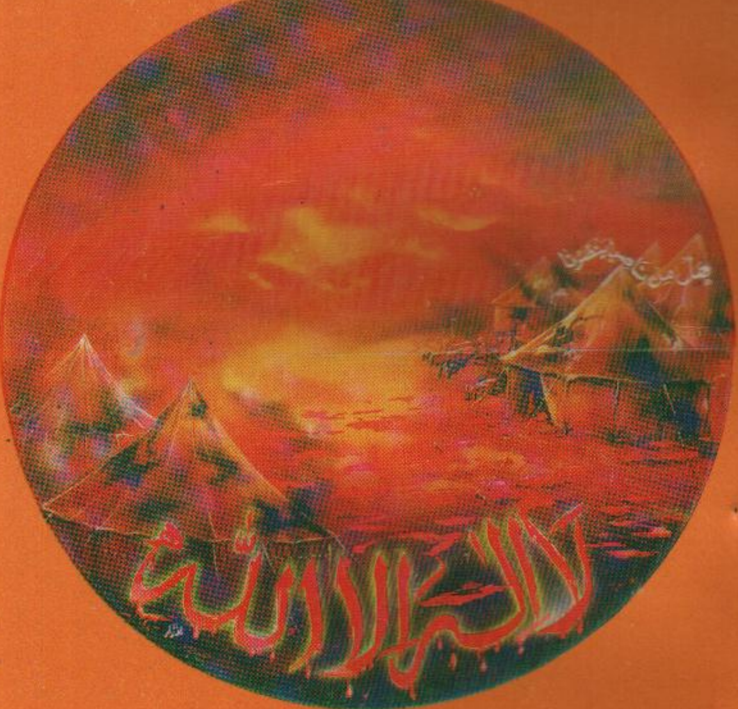

مصنّف

زبدۃ العلما سیّد آغا مہدی لکھنوی

Presented by www.ziaraat.com

سوانح

حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام

مصنف

زبدۃ العلماء سید آغا مہدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

ہدیہ: [redacted] روپے

Presented by www.ziaraat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	قومی جرائد کی رائیں	۶
۲	کتاب کے مصادر	۸
۳	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۱۱
۴	تمہید	۱۱
۵	پہلا مقدمہ عقیلؑ	۱۲
۶	دوسرا مقدمہ کوفہ	۱۴
۷	مسجد کوفہ	۱۶
۸	نقل مسجد کوفہ	۱۹
۹	تیسرا مقدمہ قاضی شریح	۲۰
۱۰	قاضی شریک بن عبداللہ	۲۳
۱۱	چوتھا مقدمہ ہانی بن عروہؒ	۲۴
۱۲	پانچواں مقدمہ طوعہؒ	۲۵
۱۳	چھٹا مقدمہ سلسلہ نسب	۲۶
۱۴	ساتواں مقدمہ اولاد مسلمؑ	۲۶
۱۵	شب عاشور فرزندانِ مسلمؑ کا جذبہ	۳۲
۱۶	عبیداللہؑ بن مسلمؑ	۳۲
۱۷	محمد بن مسلمؑ	۳۳
۱۸	دختر مسلمؑ	۳۴
۱۹	حضرت مسلمؑ کا تعارف	۳۵
۲۰	پیدائش اور حلیہ	۳۵
۲۱	نام اور لقب	۳۵
۲۲	والدین	۳۶
۲۳	والد ماجد	۳۶
۲۴	اسیری اور اسلام	۳۷
۲۵	علمی کمالات	۳۷
۲۶	حسد کی وجہ	۳۸
۲۷	عقیلؑ پیغمبر خداؐ کی نظر میں	۳۸
۲۸	بھائی سے ناجائز مطالبات	۳۹
۲۹	عقیل دربارِ معاویہ میں	۳۹
۳۰	دربار میں عقیلؑ کے زلزلہ افگن جوابات	۴۰
۳۱	تہی دستی	۴۱
۳۲	عقیلؑ کو سزائے سخت	۴۲
۳۳	وفاتِ عقیلؑ	۴۳
۳۴	حضرت عقیلؑ کا آخری مرتبہ	۴۳
۳۵	خاندان پر صدقہ حرام ہے	۴۳
۳۶	نسل و خاندان	۴۴
۳۷	حضرت مسلمؑ کی ماں	۴۵
۳۸	خاندانِ مسلمؑ کے مشہور افراد	۵۱

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹	حضرت اُم ہانی رض	۵۱
۴۰	افسانہ خواستگاریٔ رسولؐ	۵۱
۴۱	رسولؐ کی نظر میں احترام	۵۲
۴۲	علم و عمل	۵۲
۴۳	اتحادِ طبیعت	۵۲
۴۴	اُم ہانی رض کی شجاعت	۵۳
۴۵	وفاتِ اُم ہانی رض	۵۴
۴۶	پرورشِ مسلم بن عقیلؑ	۵۴
۴۷	ذاتی اوصاف	۵۴
۴۸	زُہد	۵۵
۴۹	عبادت	۵۵
۵۰	شجاعت	۵۵
۵۱	جہاد	۵۶
۵۲	شادی	۵۷
۵۳	دربارِ معاویہ میں مسلمؑ کی سخت گفتگو	۵۸
۵۴	واقعاتِ زندگی	۵۹
۵۵	حضرت مسلمؑ اور کوفہ کا سفر	۶۱
۵۶	انتخابِ مسلمؑ کا راز	۶۲
۵۷	کربلا میں نذر رکھنے کے علل و اسباب	۶۳
۵۸	حسینؑ کا خط اہلِ کوفہ کے نام	۶۵
۵۹	روانگیٔ مسلمؑ	۶۶
۶۰	سفر میں پہلا شگونِ بد	۶۶
۶۱	دوسرا شگونِ بد	۶۷
۶۲	خط کا مضمون	۶۸
۶۳	کوفہ میں داخلہ	۶۹
۶۴	بصرہ میں حسینؑ کا پیغام	۷۰
۶۵	پہلی قربانی نامہ بر کا قتل	۷۳
۶۶	حضرت مسلمؑ کے مشکلات	۷۴
۶۷	ابن زیادلعین کا بصرہ سے تبادلہ	۷۴
۶۸	ابن زیادلعین کوفہ میں	۷۶
۶۹	نقل مکان اور ہانی رض کی میزبانی	۷۸
۷۰	ابن زیادلعین کے قتل سے مسلمؑ کا انکار	۸۱
۷۱	مسلمؑ حضرت یوسفؑ کی منزل پر	۸۲
۷۲	شریک بن اعور کی وفات	۸۴
۷۳	تلاشِ مسلمؑ میں حکومت کوفہ کا جاسوس	۸۴
۷۴	ہانی کی المناک گرفتاری	۸۶
۷۵	ہانی رض کی جنگ اور دشمن کے نقصانات	۸۹
۷۶	قصر ابن زیادلعین پر ہجوم	۹۱
۷۷	حضرت مسلمؑ کا خروج	۹۳
۷۸	گرفتاریاں	۹۶
۷۹	بیعت شکنی کا آخری منظر	۹۶

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۰	محمد بن کثیرؒ کی میزبانی	۹۸
۸۱	محمد بن کثیرؒ کی مدافعانہ جنگ	۹۸
۸۲	ضعیف العمر عورت کی میزبانی	۱۰۰
۸۳	طوعہؒ کا گھر اور آخری آرامگاہ	۱۰۱
۸۴	ابن زیادؑ کا خطبہ اور گرفتاری پر انعام	۱۰۳
۸۵	حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کا سامان	۱۰۶
۸۶	شیر گرسنہ کی جنگ	۱۰۷
۸۷	پہلوان کی لڑائی	۱۱۰
۸۸	اسیری اور زندگی کے آخری لمحات	۱۱۲
۸۹	شہادت مسلمؑ	۱۱۹
۹۰	مرثیہ	۱۲۰
۹۱	ہانیؒ کی شہادت	۱۲۱
۹۲	پانچویں اور چھٹی قربانی	۱۲۲
۹۳	گرفتاریاں	۱۲۳
۹۴	سر مسلمؑ یزیدؑ کے سامنے	۱۲۴
۹۵	شہادت مسلمؑ کے بعد کیا ہوا؟	۱۲۵
۹۶	ساتویں قربانی	۱۲۶
۹۷	آٹھویں قربانی	۱۲۸
۹۸	اولاد مسلمؑ	۱۳۳
۹۹	عبداللہ بن مسلمؑ	۱۳۳
۱۰۰	محمد بن مسلمؑ	۱۳۵
۱۰۱	قبہ	۱۳۶
۱۰۲	باب المراثی	۱۳۶
۱۰۳	طفلان مسلمؑ کی شہادت	۱۳۸
۱۰۴	نویں قربانی	۱۳۹
۱۰۵	دسویں قربانی	۱۴۴
۱۰۶	باب المراثی	۱۴۹
۱۰۷	روضہ	۱۵۰
۱۰۸	کرامات	۱۵۰
۱۰۹	نقل روضہ	۱۵۱
۱۱۰	تابوت	۱۵۲
۱۱۱	حضرت مسلمؑ کی تعلیمات	۱۵۲
۱۱۲	حضرت مسلمؑ کے پسماندگان	۱۵۶
۱۱۳	مقتولین کی فہرست	۱۵۷
۱۱۴	مدیر اودھ پنچ لکھنؤ کے تاثرات	۱۵۷
۱۱۵	علامہ کنتوری کے تاثرات	۱۶۰
۱۱۶	ریگزار مصر میں شجاعت مسلمؑ کے جوہر	۱۶۲
۱۱۷	حضرت امیرالمومنینؑ کا ایک اشارہ	۱۶۸
۱۱۸	آداب زیارت	۱۶۹
۱۱۹	باب المراثی	۱۷۳
۱۲۰	منظوم سوانح حضرت مسلمؑ	۱۷۵

Presented by www.ziaraat.com

طبع اوّل پر قومی جرائد کی رائیں

اخبار رضا کار لاہور

اس وقت ہمارے پیشِ نظر خدام عزا کا چودھواں رسالہ سرکار شہادت حضرت امام حسینؑ کے وفادار ایلچی حضرت مسلم بن عقیلؑ کی سوانح عمری ہے جو شیعہ قوم کے سحر نگار مصنف مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ رضوی مدیر "الواعظ" کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے مولانائے محترم متعدد کتابوں کے مصنّف اور ایک خاموش دینی مبلّغ ہیں۔ آپ عرصہ سے کوشش فرما رہے ہیں کہ شہدائے کربلاؑ کی سیرت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اختصار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سوانح عمریاں مرتّب کی جائیں۔ چنانچہ زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلۂ عالیہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں عام فہم، سادہ اور دلکش پیرایہ میں واقعۂ کربلا کے پہلے شہید جناب مسلمؑ کی حیاتِ طیّبہ کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسلمؑ کے جملہ حالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے۔ لہٰذا ہم بلا خوف ردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانائے محترم اس میں ایک حد تک کامیاب رہے ہیں جس کے لئے وہ قابلِ ستائش ہیں۔ ہم افرادِ قوم سے پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ مولانائے محترم کی ہمت افزائی کرتے ہوئے حضرت مسلمؑ کی مقدّس زندگی کا مطالعہ کر کے اپنے اندر جذبۂ فداکاری اور وفاداری پیدا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ شہدائے کربلاؑ کی زندگی ایک بہترین شاہراہِ عمل ہے۔

رضا کار لاہور ۔ ۸ رجون ۱۹۴۶ء

(اطلاع) رسالہ مسلم ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں صفحہ ۵۶ پر قدیم ہندستان کے سب سے بڑے اہل قلم الیس امیر علی معصومی ایم اے، بی ایل ایف ٹی الیس، الیف او آر الیس ایم جی ایل لندن کا تبصرہ انگریزی زبان میں قابلِ دید ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اخبار سرفراز قومی گھر لکھنؤ | جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ کی ذاتِ گرامی بحیثیت مصنف و صاحبِ قلم کے

محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ ممدوح نے بہت سے مفید رسالے اور علمی مضامین تحریر فرما کر قابلِ قدر علمی خدمات انجام دی ہیں۔ فی الحال ہمارے سامنے آپ کی ایک اور کتاب سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیلؑ موجود ہے۔ تالیف و تصنیف کی دشواریوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ کتاب بھی بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ موصوف نے ابتداء میں چھ مختصر مقدمات درج کئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل تذکرے ہیں۔ کوفہ، مسجد کوفہ، قاضی شریح، حضرت ہانی بن عروہؓ، طوعہؓ، سلسلہ نسب۔ یہ تمام مقدمات بہت دلچسپ ہیں اس کے بعد اصل کتاب کے مضامین ہیں جو بہت جستجو اور صحت سے مہیا کئے گئے ہیں مجموعی حیثیت سے کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔ بعض مقامات پر مصنف کی دُور رس نگاہوں نے نہایت عمدہ استنباط کیا ہے۔ ایک خاص بات کتاب سے اور ظاہر ہوتی ہے یعنی مصنّف کے قوّتِ مشاہدہ کی مثال میں وہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے جو مسجد کوفہ میں پیتل کے کٹہرے پر درج ہے اور مؤلف نے اس کو تحریر کیا ہے یا روضۂ جناب مسلمؑ پر جو عبارت اور اشعار درج ہیں ان کا اندراج کتاب کی دلچسپی کو اور زیادہ کرتا ہے۔

آخر میں چند باتوں پر جناب مصنّف کو توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رہے (۱) ولادت جناب مسلمؑ کے متعلق تحریر ہے کہ رسول عربیؐ کا دور ختم ہونے کے بعد عہد حضرت امیرؑ میں پیدا ہوئے۔ یہاں تحقیق کو قدم آگے بڑھانا چاہیئے تاکہ اجمال دفع ہو سکے (۲) حوالے مفصلاً ہونا چاہیئیں تاکہ نگاہ تجسس اصل ماخذوں میں آسانی سے مضامین کو تلاش کر سکے۔

"سرفراز" ہفتہ وار ۱۱ر جون ۱۹۵۸ء

Presented by www.ziaraat.com

معروضہ

پہلا مشورہ مدیر محترم کا یقیناً قابلِ توجہ ہے مگر ۲۶ سال کے بعد طبع دوئم کی نوبت خدا لا رہا ہے۔ ابھی تک جو تفصیل دریافت نہیں ہوئی اس پر قلم اٹھانے کے لئے تیار نہیں اور اختراع کی عادت نہیں۔

دوسری تجویز کی حتی الوسع تعمیل کی ہے اور حوالوں میں تفصیل انشاء اللہ آپ پائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

مصنف

کتاب کے مصادر

۱۔ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ عربی

۲۔ ارشادیہ چودھویں رات کا چاند از تاج العلماءؒ اردو

۳۔ اتحاف اہل اسلام طبع ۱۸۹۷ء مطلع الانوار

۴۔ ادب المفرد محمد بن اسماعیل بخاری طبع قاہرہ ۱۳۷۵ھ

۵۔ ارجح المطالب عبید اللہ بسمل امرتسری

۶۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر مکی

۷۔ البحر المحیط تفسیر ابن حیان اندلسی عربی۔ طبع مصر

۸۔ بحار الانوار جلد دہم علامہ مجلسیؒ

۹۔ تاریخ ابن دردی زین الدین ابن عمر عربی۔ طبع مصر

۱۰۔ تاریخ الامم والملوک ابو جریر طبری

۱۱۔ تصحیح النظر فی توضیح نخبۃ الفکر مولوی محمد حسین ہزاروی۔

۱۲۔ تاریخ الکامل ابن اثیر جذری عربی

Presented by www.ziaraat.com

۱۳۔ تذکرۃ خواص الامہ عربی سبط
ابن جوزی
۱۴۔ تنزیہ الانساب اردو۔
مولوی ماہ عالم طبع ۱۹۱۹ء
۱۵۔ تنقیح المقال علامہ مامقانی
عربی ۔ طبع نجف
۱۶۔ جامع الاخبار محمد بن محمد علیہ الرحمہ
۱۷۔ جامع البیان تفسیر ابو جریر طبری
چھاپ مصر۔
۱۸۔ جلاء العیون علامہ سید محمد باقر
مجلسی ۔ فارسی
۱۹۔ حدیقۃ الاقالیم مرتضیٰ حسین
عثمانی ــــ اردو
۲۰۔ حیات القلوب ۔ مجلسی رح
۲۱۔ ذکر لے شہید علیہ الرحمہ
۲۲۔ ذخیرہ رستگاری مولانا سید
علی اکبر خلف سلطان العلماء رح اردو
۲۳۔ ربیع الابرار زمخشری ۔
عربی ــ طبع مصر
۲۴۔ ریاض الجنان فی نیل مشتہی الجنان
مولوی اشرف علی ۔ عربی ۔ طبع ۱۲۷۷ھ

۲۵۔ ریاض المصائب مولوی محمد مہدی
ابن محمد جعفر ۔ عربی ۔ طبع ایران
۲۶۔ روضہ بہیہ شرح لمعہ (دمشقیہ)
شہید ثانی رح
۲۷۔ شیون و شین مرزا بندو بیگ مضطر
طبع گلزار محمدی
۲۸۔ صواعق محرقہ ۔ ابن حجر مکیؒ ۔ عربی
۲۹۔ ضیاء الابصار مولوی اکبر علی لکھنوی
۳۰۔ طبقات ابن سعد
۳۱۔ عروۃ الوثقیٰ ۔ سید کاظم طباطبائی
طبع نجف اشرف
۳۲۔ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار
طبع نولکشور ۱۸۷۰ء
۳۳۔ غرر الخصائص ابراہیم بن یحییٰ
وطواط ۔ طبع مصر ۔ عربی ۔ ۱۳۱۸ھ
۳۴۔ قاتلانِ حسینؑ کا مذہب
از سید العلماء ــ اردو
طبع سوئم ۔ ۱۹۳۳ء
۳۵۔ مائتین فی مقتل الحسینؑ علامہ کنتوری
۳۶۔ مجمع البحرین فخر الدین بن طریح
عربی ــ طبع ایران

Presented by www.ziaraat.com

۳۷۔ مراۃ البلاد ہاشم علی رضوی
مخطوطات مکتبۂ ممتاز العلماء
فارسی

۳۸۔ مجالس المومنین قاضی نور اللہ
شوستری علیہ الرحمہ۔ فارسی

۳۹۔ مستدرک نہج البلاغہ آل
کاشف الغطاء طبع نجف اشرف
عربی ج ۲

۴۰۔ مستطرف شہاب الدین محلی
طبع مصر

۴۱۔ مخطوطات دکن نصیر الدین ہاشمی

۴۲۔ معجم البلدان یاقوت حموی بغدادی
عربی

۴۳۔ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر
فخر الدین رازی مکتبہ ممتاز العلماء
طبع قدیم نسخہ۔ عربی

۴۴۔ مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی
طبع نجف اشرف۔ فارسی

۴۵۔ مقتل ابی مخنف لوط بن یحییٰ
ازدی۔ طبع بمبئی۔ عربی

۴۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ محمد بن
علی بن بابویہ قمی ملقب بہ صدوق
مطبع جعفری لکھنؤ (عربی حدیث)

۴۷۔ مناقب آل ابی طالب۔
ابن شہر آشوب۔ طبع بمبئی۔
عربی

۴۸۔ ناسخ التواریخ سپہر کاشانی
طبع بمبئی۔ فارسی

۴۹۔ نور العین ابو اسحاق اسفرائنی

۵۰۔ نور العین فی مشہد الحسین
قاضی صبغۃ اللہ۔ عربی
مخطوطات کتب خانہ آصفیہ دکن

۵۱۔ نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار
مولوی علی نقی حائری فارسی طبع بمبئی

۵۲۔ فتوحات بہنا شیخ علامہ محمد بن محمد
المعز عربی۔ طبع بمبئی سنہ ۱۲۸۶ھ

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ۔

یا بنے والے تو ہی دنیا اور عقبیٰ میں میرا سرپرست ہے مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور نیکوں میں شامل فرما۔

علمی نقطۂ خیال سے اردو کا مطلع جتنا پیشتر تاریک تھا تقریباً اس قدر اب نہیں ہے اس لیئے میں اُمید کرتا ہوں کہ شہدائے کربلاؑ کی شخصیت پر جس قسم کا سلسلۂ تالیف میں نے شروع کیا ہے اس کے پڑھنے والے ملک میں کثرت سے نکلیں گے البتہ عمل کرنے والے چند سے زائد نہ ہوں گے لیکن میں اس سلسلہ میں ہرگز شکستہ خاطر نہیں ہوں۔ ہمیں اپنے فرائض کو استقلال اور خاموشی کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہیئے اور اس امر سے بالکل نہ مایوس ہونا چاہیئے کہ قوم سے قوتِ عمل دُور ہے اور وہ اپنی اصلی ضروریات پر اب تک مطلع یا کم ازکم متوجہ نہیں ہوئی ہے۔

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس

دربند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

فقیر باب اہل بیتؑ

آغا مہدی الرضوی

۲۹ر شوال ۱۳۶۳ھ مسجد تحسین چوک لکھنؤ

تمہید حضرت مسلم کی زندگی یقیناً گنجینۂ معارف ہے وہ اس خاندان سے ہیں جس کے آگے دنیا، عزت، دولت، حکومت کے لیئے موجود رہتی تھی۔ مگر وہ اس کی جانب متوجہ ہونا بھی حرام سمجھتے تھے۔ چچا جس عظمت وطنطنہ کا روحانی فرمانروا تھا اس کا حال کسے نہیں معلوم۔ توارث کے اثر سے دنیاوی زندگی کی وقعت ان کی نظر میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہی۔ بے ثباتیٔ عالم کا مرقع نظروں کے سامنے تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ مال و متاع کو خیر باد کہہ کر اپنی تمام ہمت اس دولت لازوال کی سعی حصول میں صرف کر دی۔ جس کا نام شہادت ہے۔

واقعۂ کربلا سے پہلے حسینیت کو منضبط کرنے اور کسی خاص نہج پر متعین کرنے کے لیے ایک پیشرو کی ضرورت تھی۔ تلاش شروع ہوئی اور آخر کار نظرِ انتخاب جس پر آکر رُکی وہ مسلمؑ تھے۔ مجھے اسی انسانِ کامل کے حالات پیش کرتے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ ان کی شہادت قصرِ ظلم و استبداد کی پہلی خشت تھی۔ وہ اگر قتل نہ ہوتے تو مذہب کا شیرازہ نہ بکھرتا ' ماضی کی شان و شوکت حال میں باقی رہتی اور واقعۂ کربلا ظہور میں نہ آتا۔ حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک ہر دور میں بہت سے ننگِ دنیا طالبانِ حقیقت کی وضع میں پھرتے رہے اور دینی تاجداروں نے ان کی نمائشی عظمت کو خاک میں ملایا۔ حضرت مسلمؑ کو بھی کو نہ کے بہائم صفت انسانوں کا سامنا ہوا اور انہوں نے بے سر و سامانی اور کس مپرسی کے عالم میں جان دے کر چہرۂ جرائم بے نقاب کر دیا۔ میں نے اس سوانح حیات میں اس مقصد کو شروع کرنے سے پہلے چند مقدمات نذرِ قرطاس کیئے ہیں جن کو ظاہر نظر میں موضوع سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن عنانِ مطالعہ کو آگے بڑھانے کے بعد واضح ہو گا کہ شخصیت کا تعارف اور شہادت کی عظمت موقوف ہے مقدمات پر۔

عنوان تحریر میں حتی الامکان عربی عبارتوں سے قطع نظر کی ہے اور عیون الفاظ اور حوالوں کو فٹ نوٹ میں اپنے اپنے مقام پر جگہ دی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن کو وحشت نہ ہو۔ مطالعہ کے بعد معلوم ہو گا کہ مسلمؑ حسینیت کے دائرہ سیاست کا مرکزی نقطہ تھے۔ ان کی ذات تقریباً ان تمام صفات کی جامع تھی جن کا مظاہرہ آگے چل کر کربلا والوں نے کیا۔

پہلا مقدمہ عقیلؑ

حضرت علیؑ کے بڑے بھائی تھے۔ یہ نام عرب میں اپنی معنویت کے لحاظ سے کثرت سے لوگوں کا تھا اور عوام و خواص

Presented by www.ziaraat.com

عقیل نام رکھنے پر ولدیت سے[1] ان کی پہچان تھی۔ سیرت علیؑ میں جا بجا ان کی یاد اور ذکر ہے جس کا احصا کرنا نہیں ہے بعض خصوصیات پر توجہ مبذول کرنے سے قارئین کتاب کو فائدہ پہنچانا ہے۔ وہ معصومہ عالم فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی رخصتی کے جلوس میں شریک[2] تھے اور جب بھاوج نے دشمنوں کے مظالم سے اس دنیا کو چھوڑا تو وہ جنازہ میں بھی حاضر[2] تھے۔ ان کی رفیق زندگی عقیل بن عبدالرحمٰن خولانی کی بہن تھیں ان کی اولاد کا کربلا میں امام حسینؑ پر قربان ہونا سب سے بڑی خصوصیت تھی اور ان کی نسل واقعہ کربلا کے بعد قطع نہیں ہوئی۔ اولاد میں شرف الدولہ مشہور انسان تھے چنانچہ کتاب زہد امیرالمومنین سے طبرسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں صراحت کی ہے کہ شرف الدولہ ان کی نسل سے تھے۔ صاحب ابواب الجنان[3] نے ان کی نجابت اور بلند ہمتی کی تعریف کی ہے اور یہ واقعہ نذر قرطاس کیا۔ فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے "کہا جاتا ہے کہ شرف الدولہ حضرت عقیلؑ کے خاندان کے امیروں میں تھا۔ حسب نسب اور بلند ہمتی سے اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ کسی دن ایک شخص اس کی بزم میں حاضر ہوا اور ساتھ چلا اور اپنی کوئی حاجت پیش کی اور چلتے وقت حاجت مند نے سادگی میں عرض کیا کہ ایھا الامیر لا تنسیٰ حاجتی۔ سرکار میری ضرورت کو فراموش نہ کیجیے گا۔ جواب دیا جب میں تمہارا مطالبہ ادا کر دوں گا تو ضرور بھول جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس کی امداد کی"۔ یہ جواب کس قدر عاقلانہ تھا۔ کسی کو فراموش کرنا مستحسن نہیں ہے مگر اس محل پر یہ یاد نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عقیلؑ پر چند سطریں سوانح حضرت حُرؑ علیہ السلام طبع دوئم میں لکھی ہیں۔

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب [2] مناقب ابن شہر آشوب [3] ابواب الجنان صفحہ ۲۶۴

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا مقدمہ کوفہ

یہ عراق عرب کا سب سے پرانا شہر ہے جس کی بنیاد حضرت آدمؑ کے مقدس ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد کوفہ کو مسجد آدمؑ[1] کہتے ہیں۔ کوفہ نام اس لئے رکھا گیا کہ شہر کی بستی اور عمارتیں[2] مثل دائرہ کے ہیں۔ عرب تکوف القوم اس وقت کہتے ہیں جب لوگ چاروں طرف سے سمٹ کر آئیں اور گھیرا باندھ کر بیٹھیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوفہ کی بنیاد قائم ہوئی ہے تو تعمیر کا کام کرنے والوں نے کہا تکوفوا فی ھذہ الموضع ای اجتمعوا۔ یہیں ٹھہرو یعنی سب کے سب اکٹھا ہو جاؤ۔ بس اس دن سے یہ نام رکھ دیا گیا۔ کوفہ کہے جانے کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کوفہ لال رنگ کی مٹی کو کہتے ہیں اور یہاں کی زمین سُرخی مائل ہے۔ کوفہ ان چار شہروں[3] میں سے ہے جو خلاقِ عالم کی نظرِ انتخاب کے رہینِ منت ہیں۔ اور قرآن مجید میں "طور سینین" کہہ کر جس خطہ کی قسم کھائی ہے وہ کوفہ ہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوفہ حرمِ خدا، حرمِ رسولؐ، حرمِ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے وہاں ایک درہم کسی محتاج کو دینا دوسری جگہ کے سو درہموں کی خیرات کے برابر ہے اور کوفہ کی دو رکعت نماز اجر و ثواب میں سو رکعتوں کے مساوی ہے۔

کلام عرب میں اس شہر کو "کوفان" کے لفظ سے بھی یاد کیا ہے۔ جس میں الف اور نون کی زیادتی ہے۔ جنابِ امیرؑ کے حکیمانہ خطبہ میں ہے۔ اے کوفان[4] تجھ پر واہ ہو کس قدر پاک ہے تیری ہوا اور کتنی سرسبز ہے تیری زمین تجھ سے

---

[1] مراۃ البلاد قلمی کتبخانہ جناب ممتاز العلماء طاب ثراہ [2] مجمع البحرین لغت حدیث [3] مفاتیح الجنان [4] ویحک یا کوفان ما اطیب ھوائک الخ مستدرک نہج البلاغہ صفحہ ۳۲ جلد دوم چھاپہ نجف اشرف

Presented by www.ziaraat.com

نکلنے والا گناہ لے کر نکلا اور نجف میں آنے والا رحمت لے کر آیا سلسلۂ شبانہ روز ختم نہ ہوگا کہ ہر مومن نجف میں آنے پر تیار ہوگا اور ہر فاسق ٹھہرنے پر گھبرائے گا۔

یہ آبادی غالباً ظہور حضرت حجتؑ کے زمانہ میں ہونے والی ہے کوفہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ ہمارے امام عصرؑ کا صدر مقام ہونے والا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے اپنی علم افروز بزم میں یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ظہور کے موقع پر کوفہ کی آبادی[۱] اس قدر بڑھے گی کہ کربلا کی دونوں نہروں تک کوفہ کے مکانات کا سلسلہ آجائیگا اگر سڑکوں کے نام یادِ اسلاف کے جذبہ میں نہیں رکھے گئے تو کوفہ میں اب تک وہ آثار موجود ہیں جن کا کبھی یہ شہر حامل تھا۔ چنانچہ "شارع مالک اشتر" کوچہ مالک اشتر کا نشان آج بھی باقی ہے۔ تمام اہلِ کوفہ کو بے وفا کہنا ہرگز درست نہیں ہے۔ بے وفائی کا تعلق اسی غدار طبقہ سے ہے جس کے ظاہر و باطن میں آسمان و زمین کا فرق تھا اور عہد شکنی جس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا ورنہ اہلِ کوفہ میں ایسی فردیں بھی ہر دور میں رہیں جو پیکرِ وفا تھے۔ میثم تمارؓ، کمیل بن زیادؓ، رشید ہجریؓ سب کوفہ کے رہنے والے تھے اور خاص شہادتِ حسینؑ کے موقع پر کوفہ سے جو مدد پہنچی وہ کسی طرح نظر انداز نہیں ہوسکتی۔ آئندہ کے بیانات سے انشاء اللہ العزیز معلوم ہوگا کہ کوفہ میں کیسے سرفروش موجود تھے۔ اس میں شک نہیں کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد کوفہ ویران ہوا اور ان بازاروں میں جہاں کبھی آئینہ بندی تھی صدیوں خاک اڑتی رہی لیکن زمانہ کا انقلابی دور اب پھر کوفہ میں رونق پیدا کر رہا ہے جو پیش خیمہ ہے ظہور حضرت حجتؑ کا۔ بادیہ نشین عرب تیرہ سو برس پہلے جس دورِ انحطاط سے گذر رہے تھے اس زمانہ

---

[۱] واتصلت بیوت اہل کوفہ بنہری کربلا ارشاد شیخ مفید

Presented by www.ziaraat.com

میں دیہات سے

گھروں میں نہ غلّہ نہ جنگل میں کھیتی نہ عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

نہ تو صنعت و حرفت کا چرچا تھا نہ کوئی خاص تجارت تھی جو عرب کے سوا دوسرے شہروں میں نہ ہو اس لئے ہم وہاں کی کسی شئے کا نام نہیں جانتے جس کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ البتہ کوفہ باب مدینۃ علمؑ کی منزل تھا اس لئے خط کوفی ایسا مشہور ہوا کہ دنیا کے ہر علم نواز حلقہ میں اس کے کتبے موجود ہیں کوفہ میں مسلمانوں کی مخلوط آبادی تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام اہلِ کوفہ شیعہ تھے خط کوفی حضرت امیر المومنینؑ کی ایجاد ہے[1]۔

مسجد کوفہ مساجد میں خانہ کعبہ کے بعد دنیا کی سب سے قدیم اور قابلِ احترام عمارت مسجد کوفہ ہے جس کی عظمت و اقتدار پر فریقین میں اتفاق ہے۔ سُنّی اور شیعہ دونوں فرقوں کی معتبر کتابیں مسجد کوفہ کو انبیاء کرامؑ کا مصلےٰ ثابت کرتی ہیں اور اب تک وہاں بعض انبیاءؑ کی نمازوں کی یادگار قائم ہے۔ پیغمبر خداؐ نے شبِ معراج اس مسجد کے محاذ میں پہنچ کر نماز پڑھی اور جبرئیل امینؑ نے تعارف میں عرض کیا کہ یہ وہ مسجد ہے جسے میں[2] نے بیس مرتبہ آباد کیا اور بیس مرتبہ ویران ہوتے دیکھا اور ہر دو مرتبہ کے دوران میں پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ اس بناء پر مسجد کی تاسیس واقعہ معراج سے دس ہزار سال پہلے معلوم ہوتی ہے۔

جائے عبادت ہونے کے ساتھ اس زمین کے ذرّے انبیاءؑ کی حقیقت کے بھی ثبوت ہیں اور حضرت نوحؑ کی بدکردار اُمّت کی تنبیہ کے لئے اس زمین کے ایک جزو کو اپنی صداقت کی نشانی قرار دیا اور طوفانِ نوح یہیں سے شروع ہوا۔ اس

---

[1] حدیقۃ الاقالیم ص ۲۱۸ [2] من لا یحضرہ الفقیہ

Presented by www.ziaraat.com

مسجد میں خالی بیٹھنا بھی عبادت[1] ہے۔ اور یہاں پہنچ کر مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو نماز پوری پڑھے اور چاہے قصر کرے[2]۔ جن لوگوں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے یہ خدا کے سامنے ان کی غیر مسترد سفارش کرے گی۔ جناب امیرؑ نے ایک طولانی حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مسجد کوفہ میں کتنے برکات ہیں تو وہ زمین کے ہر گوشہ سے کھنچ کر یہاں آئیں اگرچہ ان کو برفستان میں بھی چلنا کیوں نہ پڑے۔ دوسرے موقع پر حضرتؑ نے اس مسجد کو مسلمانوں کے قبلۂ اولیٰ پر فضیلت دی ہے۔ ایک شخص خدمت مبارک میں آیا اور عرض کیا کہ میں بیت المقدس جانے والا ہوں زاد و راحلہ سب فراہم کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سفر خرچ صرف کر دے اور سواری بیچ ڈال اور اس مسجد میں بیٹھ رہ۔ یہ مسجد ان مسجدوں میں سے ہے جس میں دو رکعت نماز کی دس رکعتوں کے برابر ہیں اور مسجد کے دروازہ سے لے کر بارہ میل تک اس کی برکت پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک ہزار گز تک زمین کے نیچے اس کے برکات پہنچے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک ہزار نبی اور وصی نبی نے نمازیں پڑھی ہیں۔

مسجد کوفہ کا یہ غیر معمولی فضل و شرف جناب امیر المومنینؑ کے پیش نظر تھا اور آپ کو اپنے دور حکومت میں موقع مل گیا کہ اس مسجد کو ہمیشہ اپنی تبلیغ کا مرکز رکھا۔ اگر آپ کی جگہ کوئی جاہ پرست انسان ہوتا تو دارالحکومت کی فلک نما عمارت بنوا کے شاہانہ طور پر قیام کرتا لیکن وہ تو اپنے عملیات سے دنیا میں ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی دوربین نگاہیں ظاہری سطحوں

---

[1] جامع الاخبار [2] شرح لمعہ ذکری [3] من لا یحضر [4] من لا یحضر

[5] معجم البلدان شہاب الدین ابی عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی بغدادی

Presented by www.ziaraat.com

پر نہیں پڑیں۔ پانچ سال تک حکومت کو اسی مسجد میں ایسا فروغ دیا کہ کہیں دکۃ القضاء کہیں بیت الطشت، کہیں باب ثعبان، مسجد کا چپہ چپہ ان کے عدل و انصاف کا گہوارہ ہے تو کہیں محراب خون کے چھینٹوں سے رنگین ہے۔ اس مقام پر جہاں نماز صبح کے اثناء میں آپ کے سر مبارک پر ابن ملجم کی ضرب لگی پیتل کا ایک کٹہرا لگا ہوا ہے جس پر یہ شعر تحریر ہے ؎

بسجدہ بود بدرگاہِ خالقِ اکبر ؂ زدند تیغ بفرق علیؑ دریں محراب

حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک بیشتر نبی اور وصی نبی سفر کر کے آئے اور نمازیں پڑھ کے چلے گئے مگر کسی نے کوفہ کو اپنا گھر نہ بنایا مگر جناب علی بن ابی طالبؑ نے مستقل سکونت اختیار کی اور مسجد کے برکات کو اپنا لیا۔ بیشک حضرت نوحؑ کا گھر بھی اسی مسجد میں تھا مگر وہ گھر طوفان آجانے سے قہر آلود ثابت ہوا اور علیؑ کا گھر رحم و کرم کا مرکز تھا۔ ادریسؑ نبی بھی اس مسجد میں بیٹھ کر کپڑے سیتے اور درس دیتے تھے مگر کوئی بیان کرنے والا نہیں کہ وہ کیا درس تھا۔ لیکن علیؑ نے منبر کوفہ پر جو درس دیا وہ دنیا قیامت تک فراموش نہ کرے گی۔ مسجد کوفہ کا دروازہ باب الثعبان اژدہے والا بہت مشہور ہے۔ اس دروازے سے جن اژدہے کی صورت میں داخل ہوا تھا اور جناب امیرؑ وعظ فرما رہے تھے۔ اموی دور میں اس دروازہ پر ہاتھی باندھا گیا تاکہ لوگ باب الفیل کہنے لگیں اور فضیلت پر پردہ پڑ جائے۔

یہ فضیلت مسلمانوں میں ناقابلِ انکار ہے کہ جناب علی ابن ابی طالبؑ کا دروازہ مسجد نبوی میں کبھی بند نہیں ہوا اور آپ کی گذرگاہ خانہ خدا کی طیب و طاہر

عہ ریاض الجنان فی نبل مشتہی الجنان مولفہ مولوی اشرف علی ابن عبدالعلی مطبوعہ ۱۲۷۷ھ

Presented by www.ziaraat.com

زمین تھی لیکن تاریخ سے یہ بھی واضح ہے کہ آپ کے کوفہ والے گھر کا دروازہ بھی مسجدِ کوفہ کی حدود میں تھا۔ ایک مسلم الثبوت شاعر مسجد کوفہ سے اپنی ارادت مندی کے ذیل میں خصوصیاتِ مسجد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے "اور وہیں امیرالمومنینؑ کا دروازہ بھی تھا جہاں سے آپ آتے جاتے تھے"۔[1]

نقل مسجد کوفہ

مسجد کی عظمت کے لحاظ سے اس خانۂ خدا کی شبیہ بھی اقطاعِ عالم میں کئی جگہ بنائی گئی اور ہندوپاک اس یادگار کے مظہر ہیں۔

دا) علاقہ سندھ میں قلعہ بھنبھور کے کھنڈرات بچشم خود دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ قلعہ پر جو قبل میلاد عیسیٰؑ کی بنیاد ہے جب مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوا تو ایک مسجد بنائی گئی جس پر انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر کی آیہ کریمہ ثبت ہوئی۔ یہ مسطح قطعہ زمین وہاں اب بھی نمایاں ہے اور رہے سہے حروف میں سنگِ تعمیر کے جو بخط کوفی تھا جہاں تک مٹتی ہوئی تحریر پڑھی گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ متوکل عباسی کے زمانہ کی عمارت تھی جس کو بیدار مغز حکومت پاکستان نے کھدائی میں زیر زمین سے نکال نکال کر میوزیم کی بلڈنگ میں منظرِ عام کے لئے نصب کیا ہے اور خطِ کوفی کو عربی خطِ نسخ میں منتقل کر کے بورڈ پر لکھا ہے "مما امر به الامیر هارون بن محمد مولی امیر المومنین اعزه الله علی یدی علی بن عیسی مولی امیر المومنین۔ امیر ہارون بن محمد مولی امیر المومنین اللہ اسے عزت بخشے نے علی بن عیسیٰ مولا امیر المومنین (اللہ اسے

---

[1] وباب امیرالمومنین الذی به ممرا امیرالمومنینؑ الصذب معجم البلدان جلد ۷ ص ۱۹۸

Presented by www.ziaraat.com

مکرم بنا بچے) کے ذریعہ ۲۳۹ھ مطابق ۸۵۴ء عیسوی میں اس کی تعمیر کا حکم دیا۔ فریم کی انگریزی اور اردو تحریر میں یہ بھی درج ہے کہ یہ مسجد کوفہ کی مسجد سے بہت مشابہ تھی اور دار الآثار کا عملہ بتاتا ہے کہ قدیم ہندوستان کی پہلی مسجد یہی ہے۔ یہ تشابہ بانی مسجد کے مذہب پر بھی دلیل ہے اور سوال باقی نہیں رہتا کہ وہ کس عقیدے کا شخص تھا۔ بہر حال یہ عمارت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانہ کی تعمیر ہے۔ دسویں امام کی وفات ۲۵۴ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے بانی متوکل کا حلقہ بگوش تھا۔

(۲) لکھنؤ میں شبیہہ مسجد کوفہ جو روضۂ کاظمین سے ملحق واقع ہے آخری سلطنت اودھ کی تعمیر ہے جہاں ہجرت سے پہلے مجھے بار بار نماز صبح (کی جماعت) پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی شرف الدولہ بانی کاظمین کی بنیاد ہے اور روضۂ کاظمیہ ہے یا کوئی دوسرا دوش خیال بانی تھا دونوں عمارتیں حسین آباد ٹرسٹ کے زیرِ انتظام ہیں۔ چاروں طرف محراب اور نماز پڑھنے کی جگہ ہے پچھم کا درجہ محراب و منبر سے قبلہ رُخ صحن وسیع اور انبیاؑ کے مصلّوں کی جگہ طوفانِ نوحؑ کا نشیبی حصّہ دصوب گھڑی کا نشستی ستون جو اصل میں بمنزلہ شاخص ہے یہ عمارت لال رنگ کی ہے اور وضو کا حوض دروازہ سے متصل ہے۔ یہ تھے مسجد کوفہ کے حالات جس پر مختصر تبصرہ کے بعد یہ مقدمہ ختم کیا جاتا ہے۔

تیسرا مقدمہ قاضی شریح

کوفہ میں محکمہ قضاء سپرد تھا۔ ولدیت میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ ان کا پورا نام حرث بن قیس کندی تھا اور ایک گروہ کا بیان ہے کہ ان کے باپ کو ہانی کہتے تھے۔ مشہور لوگوں کی ولدیت میں اکثر اختلاف

Presented by www.ziaraat.com

ہو جاتا ہے۔ ابوہریرہ کے باپ کا کیا نام تھا؟ اس کے جواب میں تقریباً بیس[5] نام بتائے جاتے ہیں۔ اصلیت کا خدا کو علم ہے۔ شریح لقب تھا جو نام پر غالب آیا۔ ابوامیہ کنیت تھی خلافت دوم میں شریح کو قاضی بنایا گیا حکومت سے ان کی تنخواہ[2] مقرر تھی۔ پچھتر[5] برس[3] تک اس عہدہ پر برقرار رہے۔ صرف فتنۂ ابن زبیر کے زمانہ میں تین برس تک کام نہیں کیا۔ حجاج[2] کے دور حکومت میں انہوں نے استعفیٰ دیدیا جسے منظور کر لیا گیا اور پھر مرتے دم تک شریح نے کسی کا فیصلہ نہیں کیا۔ شریح احکام صادر کرتے وقت اور فیصلہ میں کبھی بڑی ذہانت سے کام لیتے تھے۔ ایک عورت[4] ان کے پاس اپنا قضیہ لے کر آئی اور شریح کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ عراق کے عالم شعبی[5] نے کہا اے ابوامیہ دیکھتے ہو کس طرح رو رہی ہے شریح نے برجستہ کہا کہ یوسف[ع] کے بھائی بھی تو روتے ہوئے آئے تھے حالانکہ جھوٹے تھے۔ وہ تابعین میں تھے پیغمبر خدا[ص] کے اصحاب کا زمانہ پایا تھا۔ خود رسول[ص] کو نہ دیکھا تھا۔ اگر تابعی تھے تو بظاہر کمسنی میں حضرت عمر نے ان کو اس عہدہ پر سرفراز کیا اور شریح اپنے افعال و اقوال سے اس احسان کو ہمیشہ محسوس کرتے رہے اور خاندان رسالت[ص] سے اس کو کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ شریح حالت امکان میں آل رسول[ص] سے علمی مدد لینے پر بھی تیار نہ تھے۔ ایک مرتبہ ام المومنین بی بی عائشہ سے موزہ پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا

---

[1] تصحیح النظر فی توضیح نخبۃ الفکر از مولوی محمد حسین ہزاروی [2] غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ نوالکشور کانپور ۱۸۷۶ء [3] مجمع البحرین (لغت حدیث)

[4] حجاج شوال ۹۵ھ میں ہلاک ہوا [5] تفسیر مفاتیح الغیب فخرالدین رازی صفحہ [6] شعبی نے یزید بن عبدالملک المتوفی ۱۰۵ھ کے ایام دولت میں انتقال کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

"انہوں نے جواب دیا کہ علیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ رسول خدا صلعم کے ساتھ ہر سفر میں رہے ہیں"[1] البتہ میراث خنثیٰ کے موقع پر شریح نے جناب امیرالمومنینؑ سے مجبوراً رجوع کی ہے یا ایک پدر مردہ جوان کے بارے میں شریح نوعیت واقعہ نہ سمجھے اور جناب امیرؑ سے جواب پوچھا۔ شریح نے ایک مرتبہ خود حضرت علیؑ کے خلاف فیصلہ کر دیا تھا۔

ان حضرتؑ کی زرہ کسی نصرانی کے پاس دستیاب ہوئی اور آپ اس کو لئے ہوئے شریح کے پاس آگئے اور مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں اس کے برابر کھڑا ہوتا۔ یہ فرما کر قاضی شریح سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ نصرانی نے انکار کیا (راوی کا بیان ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ کا دعویٰ ہرگز غلط نہ تھا) شریح نے پوچھا (یا علیؑ) آپ کے پاس کوئی گواہ ہے۔ حضرتؑ نے کہا نہیں۔ نصرانی زرہ لے کر چلا گیا اور حضرت علیؑ دادرسی میں بظاہر ناکام رہے لیکن وہ نصرانی تھوڑی دور گیا تھا کہ واپس آیا اور کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور انبیاءؑ کے الٰہی احکام ایسے ہوتے ہیں کہ خود امیرالمومنینؑ مجھے قاضی کے پاس لے جائیں اور قاضی ان پر قضاء کا حکم جاری کر دے عیسائی اسلام لے آیا اور اقرار کیا کہ یہ زرہ جناب امیرالمومنینؑ کی جنگ صفین کے سفر میں گر پڑی تھی۔ آپ اس کے مسلمان ہو جانے پر بہت خوش ہوئے اور وہ زرہ اس کو بخشدی اور ایک گھوڑا بھی عطا فرمایا۔ وہ نصرانی خوارج کی جنگ تک آپ کے ساتھ رہا۔[2]

---

[1] تفسیر کبیر ص ۵۹۸ جلد سوئم — [2] ارشاد شیخ مفید

Presented by www.ziaraat.com

کوفہ کے محکمہ قضا سے شریح کی مالی حالت بہت کچھ بڑھ گئی اور وہ وقت آیا کہ اسّی دینار کو شریح نے ایک مکان خریدا۔ یہ رویہ بحیثیت ایک تاجدار طبع مبارک پر بار ہوا اور قنبر کو بھیج کر قاضی شریح کو طلب کیا اور مکان خریدنے کا ذکر کیا، اے شریح خدا سے ڈر عنقریب وہ آنے والا ہے جو نہ تو تیرے دستاویز کو دیکھے گا۔ نہ گواہوں سے کچھ پوچھے گا۔ تجھے اس گھر سے باہر کر کے قبر میں پہنچا دے گا۔ اس معاملہ میں مالک مکان کی ملکیت میں شُبہ اور قیمت کے کسب حلال سے نہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آخر کلام میں فرمایا کہ اگر ایسا ہو گا تو بیعنامہ غلط ہے اور تو دنیا و آخرت دونوں جگہ نقصان[1] میں رہے گا۔ یہ فیصلہ قاضی شریح کی مذہبیت کے یقیناً خلاف ہے شریح کے بیٹے کا نام اسد[2] تھا۔ وہ بھی اہلبیتؑ کا دوستدار نہ تھا۔

شریک بن عبد اللہ

قاضی شریح کے بہت بعد تھے۔ ان کا پورا نام یہ تھا۔ ابو عبد اللہ شریک بن عبد اللہ بن شریک مہدی باللہ کے زمانہ میں ان کو بغداد کا قاضی بنایا اور ہادی باللہ نے اپنے دورِ حکومت میں ان کو اس عہدہ سے معزول کیا اور کوفہ میں ۱۷۷ھ میں وفات پا گئے۔ ان کی رائے صائب ہوتی تھی جوابات برجستہ دیتے تھے۔ اگرچہ ان کو حکام جور میں شمار کیا گیا ہے۔ مگر ان کے دل میں جناب علی مرتضیٰؑ کی خاص عزت تھی۔ کسی نے ان کے سامنے معاویہ[3] کو حکیم بنایا تو فوراً جواب دیا کہ جو حق کو نہ پہچانے اور جناب علی مرتضیٰؑ

---

[1] یہ واقعہ ارشادیہ میں حضرت تاج العلماء طاب ثراہ نے اور ذخیرۂ رستگاری ص۳۵ میں مولانا سید علی اکبر صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر نے لکھا ہے۔ [2] فاذانت تدخسرت الدارین جمیعا الدنیا والاخرۃ۔ [3] ناسخ التواریخ [4] تاریخ ابن وردی

Presented by www.ziaraat.com

سے جہاد کرے۔ وہ حکیم نہیں ہو سکتا، شریک کا ائمہ حدیث میں شمار ہے۔ حدیث غدیر کی روایت ان سے موجود ہے۔

چوتھا مقدمہ حضرت ہانی بن عروہؒ

کوفہ کے سربرآوردہ شخص تھے۔ تمام قبائل عرب ان کی عزت کرتے تھے۔

عرب کا بچہ بچہ ان کی شرافت و نجابت کا گواہ تھا۔ انسانی ہمدردی اور مہمان نوازی ذاتی اوصاف کی وجہ سے وہ ہر دلعزیز تھے۔ کوفہ میں ان کی بزرگانہ حیثیت تھی۔ جب وہ گھر سے نکلتے تھے تو بارہ ہزار آہن پوش سوار ہمراہ رکاب چلتے نظر آتے تھے اور عام لوگ ان کا کہا مانتے تھے۔ ابن زیاد[1] کی نگاہ میں بھی ان کی عزت تھی ان کی عمر نوے برس کی بتائی جاتی ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو پیغمبر خدا[2] کے صحابی تھے اور حسنینؑ کو آغوش نبیؐ میں پرورش پاتے دیکھ چکے تھے۔ محمد و آل محمد علیہم السلام کے عقیدت کیش تھے اور مودت اہلبیتؑ ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ بہادری اور استقلال ان کی خاص صفت تھی کسی مخالف طاقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ ابن اثیر مورخ نے ان کے لیے لکھا ہے۔ "وہ کٹر شیعہ[2] تھے اور جنگ صفین میں عمار یاسرؓ کے ساتھ شریک تھے۔" جناب امیرؑ ان کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے ممکن ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنے حکیمانہ اقوال میں ہانیؒ کو انکے انجام سے باخبر کر دیا ہو مگر واقعات کے فقدان نے ایسا مواد ہم تک پہنچنے نہیں دیا۔ ہانیؒ کی بی بی "رویحہ" دشمن اہلبیتؑ تھی اور اس کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس کا باپ[3] عمر بن حجاج زبیدیؑ تھا جو کربلا پہنچ کر فوج شام میں فرات پر موکل ہوا۔

---

[1] شیون وشین صفحہ ۱۲۰

[2] کان شدید التشیع قد شہد صفین مع عمار تاریخ کامل۔

[3] ارشاد شیخ مفید و ناسخ التواریخ ادر بروایتے وہ ہانیؒ کا برادر نسبتی تھا۔ صفحہ ۸۷ قاتلان حسینؑ کا مذہب صفحہ کان من احب الناس الی امیر المومنین علیؑ ریاض الجنان عربی صفحہ ۱۵

رویحہ کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوا اس کو بھی آلِ محمدؐ سے کوئی عقیدت نہیں تھی۔ وہ اپنے ننھیال کا پارٹ لیتا تھا۔ یحییٰ اگر دوست دار اہلبیتؑ نہ تھا تو کم از کم اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا اس کا فرض اولین تھا۔ لیکن ہانیؒ کے بعد اس جذبات انتقام سے تاریخیں خالی ہیں۔ زیارت میں ہانیؒ کو عبد صالح (نیک کردار بندہ) مظلوم اور مجاہد کی گراں قدر لفظوں سے یاد کیا ہے۔ دیگر حالات انشاء اللہ اپنے محل پر آئیں گے۔

پانچواں مقدمہ طوعہؒ

بعض ذمہ دار لوگ طوعہؒ کو لونڈی کہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ اشعث بن قیس کے حلقہ اطاعت میں تھیں۔ جب اشعث نے آزاد کیا تو اُسَید حضرمی کے ساتھ ان کا نکاح ہوا جو ابن زیادؑ کے حاشیہ نشینوں میں تھا۔ جس رات[1] مسلمؑ کے قتل کا سامان ہوا ہے وہ ابن زیادؑ کی آرامگاہ پر پہرہ دے رہا تھا۔ طوعہؒ کے بطن سے بلال یا ہلال فرزند پیدا ہوا وہ بھی باپ کے رنگ پر تھا طوعہؒ کوفہ کی قدیم رہنے والی اور محب اہلبیتؑ تھیں وہ اس گھر میں اسیر صفت زندگی بسر کرتی تھیں۔ بیٹے سے ان کو ضرور محبت تھی اور وہ الفتِ مادری سے مجبور بھی تھی مگر بلال کو ماں کی اطاعت کا کچھ خیال نہ تھا طوعہؒ اگر کنیز تھیں تو اُن آزاد عورتوں سے ضرور بہتر تھیں جن کے دلوں میں اولادِ فاطمہؑ کی محبت نہ تھی وہ زیور کمال سے آراستہ تھیں عرب کی حمیت وفا مہمان نوازی شجاعت و بہادری انسانی ہمدردی ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی مذہب کے آگے وہ شوہر اور اولاد کا خیال نہ کرتی تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بنی ہاشم اور جناب مسلمؑ کے بنی اعمام میں سے تھیں۔ ۶۰ھ میں ان کا بڑھاپا تھا۔ باقی کوائف آئندہ اپنے محل پر ذکر ہوں گے۔

---

[1] ریاض المصائب عربی چھاپا

Presented by www.ziaraat.com

چھٹا مقدمہ سلسلہ نسب

مندرجہ ذیل شجرہ ان اشخاص کو ظاہر کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ جن کا اس سوانح حیات میں ذکر آئے گا۔

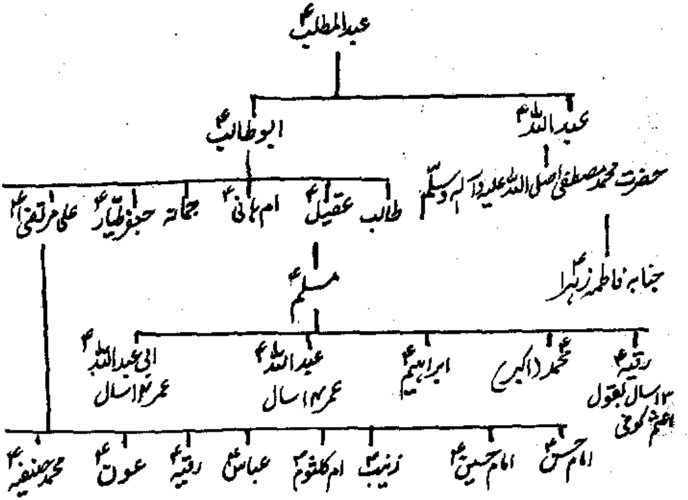

ساتواں مقدمہ اولادِ مسلمؑ[1]

سرنامۂ سخن میں دو الفاظ ہیں غیر منقوط جن کے حوالۂ قلم کرنے سے بیکسی یتیمی کا تصور پہلے ہوتا ہے پھر قلوب میں ٹھیس لگ کر جذبۂ ہمدردی پیدا ہوتا ہے اور دل فکرِ سلیم سے پوچھتا ہے کہ کس گھرانے کے بچے ہیں جن کی بے نیازی کا یہ حال ہے کہ عنوان کلام نقطوں کا بھی شرمندہ نہیں ہے مسلمؑ کا کس خاندان سے تعلق ہے؟ جواب ملتا ہے کہ وہ فخرِ کائنات مرسلؐ کے خانوادہ سے بنی ہاشم کی جلیل فرد ہیں جو چار دانگ عالم

---

[1] مصنف مدظلہ کا ایک مقالہ جسے مقدمہ قرار دے کر اسی ایڈیشن میں شامل کیا گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یں محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ ہوا خواہانِ یزیدلعنہ مادیت اور جہالت کی مضبوط زنجیر دل میں
ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ دن دوپہر جلتی ہوئی دھوپ میں بھی ان کو پہچان نہ سکے۔
ان کو قرآن پہچانتا ہے، روح الامین ان کے فضل و شرف کے گواہ ہیں۔ وحی و
الہام کے حقیقت خیز پیام ان کے زندگی کے تصاویر (عکس) ہیں۔ انسان سہو و
خطا کا مجموعہ لغزش اور نسیان کا پیکر ہے۔ اس لئے اس کو ٹوک کرتا نا پڑتا
ہے کہ جس بلند مرتبہ انسان نے محمد عربیؐ کو اپنے سایۂ عطوفت میں پرورش کیا تھا،
اس کا نام (کنیت) ابوطالبؑ تھا اور ابوطالبؑ کی اولاد یعنی پیغمبرؐ کے چچیرے بھائیوں
میں عقیلؑ، جعفرؑ، علیؑ ایک سے ایک بہتر انسان تھا۔ کمالات کے لحاظ سے یہ
سب عدیم النظیر مانے گئے ہیں۔ علیؑ سرچشمۂ امامت و عصمت اور پیغمبرِ خداؐ کے
بلا فصل جانشین تھے۔ جن کی خلافت کا غدیر میں ببانگ دہل اعلان ہو چکا تھا
جعفرؑ سن و سال میں ان سے بڑے تھے۔ نصرتِ اسلام اور جنگ موتہ میں اپنے
دونوں ہاتھ کٹا کر شہید ہوئے اور پیغمبرؐ نے پکار پکار کر کہا (مرنے والے بھائی)
کو دو بال و پر زمرد کے عطا ہوئے ہیں اور وہ فردوس بریں کی وسعت میں
پرواز کرتے ہیں۔ طیار لقب اسی وجہ سے ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار
نہیں ہے۔ نماز جعفر طیار جس کو فریقین نے روایت کیا ہے وہ سنتی نماز ہے
جو جعفر طیارؑ کے ذریعہ سے مسلمانوں تک پہنچی۔ عقیلؑ ان سے بزرگ تھے ان کی
جودت طبع اور ذہانت حاضر جوابی حق گوئی کا عرب بھر میں نظیر نہ تھا۔ بہت
بڑے ادیب اور انساب عرب کے جاننے والے تھے۔ ان کی شان میں قرآن کی
آیتیں ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین اور احادیث برابر سے
وارد ہوئے ہیں۔ مسلمؑ عقیلؑ کے فرزند نرینہ تھے۔ ان میں آبائی کمالات کے
ساتھ شجاعت اور پرہیزگاری بھی بدرجہ اتم تھی۔ یہ حضرت امیرؑ کے بھتیجہ اور

Presented by www.ziaraat.com

داماد اور حسین بن علیؑ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ سید الشہداء روحی فداہ کی ایک سوتیلی بہن ان سے منسوب تھی جن کا نام رقیہؑ تھا۔ وہ حضرت معصومۂ عالمؑ کے پیٹ سے نہ تھیں۔ مگر عصمت کے ماحول زینبؑ و اُمّ کلثومؑ الیسی فخر النساء عورتوں میں پرورش پا کر بڑی ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے ان کے بچوں کو علیؑ کا نواسہ، حسینؑ کا بھانجہ اور بھتیجہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر خاندانِ رسالتؐ میں کفو کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جنابِ معصومہ کو نبیؐ کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے کس کس کے پیام رد کیے اور اصحاب میں کوئی کامیاب نہ ہوا۔ یہی نظریہ حضرت امیرؑ نے بھی اپنی اولاد کی تزویج میں رکھا ہے۔ رقیہؑ اور مسلمؑ کا وہ رشتہ تھا جس سے بہتر زن و شوہر نہ تھے اولادِ فاطمہؐ کے محیر العقول فضائل و کمالات اس حد تک معراجِ کمال تک پہنچ چکے تھے کہ اولادِ علیؑ میں محمد حنفیہؑ رقیہؑ وغیرہ کے نام بلند نہیں ہو سکے۔ ورنہ قطعِ نظر اولادِ فاطمہؐ کے نہ علیؑ کے فرزندوں کا کوئی نظیر تھا اور نہ بیٹیوں کی مثال تھی۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ بیٹا باپ کے کمالات کا آئینہ ہوتا ہے اور توارث میں اولاد کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے۔ میراث کی جھلک، ورثہ کے اثرات دنیا کے بہت سے مناظر میں ملتے ہیں۔ عرب میں رطب اور ہندوستان میں آم وہ طیب ثمر ہیں جن کا نمونہ جس درخت کے وہ پھل ہیں انہیں میں ملتا ہے۔ ممکن نہیں کہ خرمہ صیحانی ہر نخلستان میں مل جائے۔ پھولوں میں ایک شان، ایک انداز، ایک خوشبو کا پھول ہمیشہ ایک ہی گلاب سے حاصل ہوتا ہے۔ سواریوں میں عربی نژاد راہوار جس خوبی اور شان و شوکت کے ہوتے ہیں وہ کسی دوسری نسل میں گھوڑوں کے نہیں ہوتے۔ فیروزہ نیشاپور کے خاص معدن کا اور لعل بدخشاں کی

Presented by www.ziaraat.com

کان میں۔ عقیق یمن سے بہتر کہیں نہیں ہوتا اور ہر قسم اپنے اجزاء کو خود ہی تقسیم کرتی ہے۔ نیشاپوری فیروزہ ایران کے کسی دوسرے شہر میں نہ ہوگا۔ یہ وہ مثالیں ہیں جو شرمندہ ردو قدح کبھی نہیں ہو سکیں۔ حضرت مسلمؑ اس خاندان کے تھے جو معدن عصمت وطہارت تھا۔ وہ اس خانوادہ کے تھے جو علم وعمل کا واحد مرکز مانا گیا ہے۔ وہ اس پاکیزہ مٹی سے خلق ہوئے تھے جو فردوس بریں کی تخمیر تھی۔ وہ اس بہادر گھرانے کے فرزند تھے جس نے دشمن کو پشت نہیں دکھائی۔ وہ اس نسل کے مرد تھے جس کی شجاعت پر آسمان کے فرشتے گواہ ہیں میں حضرت مسلمؑ کے حالات میں یہ مستقل کتاب سپرد قلم کر چکا ہوں جو مقبول عام ہو کر متحدہ ہندوستان اور بیرون ہند میں پہنچ چکی ہے اور یہ مقالہ (مقدمہ) اس کے صفحات کا پروف نہیں ہے بلکہ ممدوح کی عظمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ عمر صرف کرنے پر بھی کمالات کا تعارف اور مدح سرائی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ لوکان المر یاض اقلاما۔ حضرت مسلمؑ کے گھرانے کی منزل شرف ہے۔

حضرت مسلمؑ کی بہادری کا پہلا تعارف فتوحات مصر میں ہوا۔ اس محترم بزرگ نے اپنی خدمات سے اسلام کو یہ مدد پہنچائی کہ بھائیوں کو ساتھ لے کر وہ جہاد کیا جو آج تک صفحہ تاریخ پر باقی ہے۔ شیخ علامہ محمد بن معز کے یہ جملے فراموش نہیں کیے جا سکتے وللّٰہ درہ مسلم بن عقیل و اخوتہ لقد قاتلوا قتالاً شدیداً حتیٰ کانت اللّٰہ ماء علی درہ وعصم کا نصا اکبادا لا بل (فتوحات بہنسا ص۶۲ طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ) قابل تبریک ہیں مسلمؑ اور ان کے بھائی جنہوں نے مصر کی جنگ میں گھمسان کی لڑائی لڑی اور ان بھائیوں کی زرہوں پر خون کا یہ حال تھا جیسے اونٹ کی کلیجی ہے ہر مجاہد سرخ پیکر تھا کاش شیعہ قوم کے پاس کوئی سرمایہ ہوتا اور وہ ان حقائق کو اصل ماخذ اور

Presented by www.ziaraat.com

مصدر سے ترجمہ کرکے پیش کرتے اور وہ اختصار جو اخبار کے صفحات کے لئے زیبا ہے حد تفصیل کو پہنچا اور حسینیت کی صحیح ترجمانی ہوتی اور اس غلط جادہ سے قوم کے قدم ہٹتے جو دوستی کے پردہ میں دشمنی میں روز بروز... کامیاب ہو رہا ہے اور اگر خلاف قلم اٹھاؤ تو آپس کی نزاع کی عذر تراشا جاتا ہے اور اہل قلم کو متہم کیا جاتا ہے کہ یہ آپس میں لڑنے کے عادی ہیں۔ اس آڑ میں اختلافی آواز سُنی نہیں جاتی اور مصلح کا فرض مشکوک کر دیا جاتا ہے۔

خدارا عقل سے کام لو۔ دماغ کو یکسو کرکے حالات پر نظر کرو۔ خدا کی توفیق کے ہمہ وقت خواہاں رہو۔ اپنی نقل و حرکت کو خدا کی طاقت پر تفویض کر دو۔ جو کام کرو وہ خدا کے لئے۔ مسلم بن عقیلؑ نے فتح مصر میں کسی حاکم وقت کی مدد نہیں کی۔ دین خدا کی مدد کی۔ سچے اسلام کی مدد کی۔ کسی جنبہ دار کو اپنی نیت کے مطابق اس جنگ کو نہ دیکھنا چاہیئے۔ وہ یہ دیکھے مسلمؑ اسلام کی مدد کر رہے ہیں کیا انما الاعمال بالنّیات کی متفق علیہ آواز آج ہمارے دماغ سے نکل گئی ہے۔ اس صدا کو ذہن میں محفوظ رہنا چاہیئے۔

طاغوتی لشکر شہاب ثاقب پھینکے جانے کی جگہ سے زمین کے ذرّوں تک پھیلا ہوا ہے۔ انسان ہر چہار طرف سے مادیت میں گھرا ہوا ہے۔ شیطان کا وعدہ ہے کہ میں چپ و راست جنوب و شمال ہر سمت سے حملہ آور ہوں گا۔ ہم ایمان بالغیب پر ایمان لانے کے معترف ہیں۔ مگر اس پوشیدہ طاقت کو ہم نے نظروں سے اوجھل کر دیا ہے اور اس دشمن کو کمینگاہ میں نہیں سمجھتے۔ انسان دشمن بن کر جسم پر حملہ کرتا ہے اور اس کے اثرات پیکر و جسد پر نظر آتے ہیں۔ اور یہ حملہ ایمان اور روح پر ہوتا ہے۔ دشمن دل کی عنان باطل کی طرف موڑنا چاہتا ہے۔ اس پُر آشوب عہد میں حقائق کو ایمان کی روشنی میں دیکھو

Presented by www.ziaraat.com

تجدد کی ہوا میں نہ بیٹھو۔ سیاست مسلم ریاست علویہ کی فرع اور سیاست حسنیہ کا نقشِ اوّل تھا۔

میرے پیارے بھائیو۔ تم بھی مسلمؑ کے ایسے بنو، عقیلؑ کا ایسا جذبہ پیدا کرو۔ ان کے خدمات کو مشیت کا کارنامہ سمجھو ان کے طرزِ عمل کو سیاستِ الٰہیہ کا قانون سمجھو۔ سیاست حاضرہ سے مثال نہ دو۔ اگر آج دنیا میں سیاست حق محض اور صداقتِ خالص کے معنی میں استعمال ہو تو بیشک حسینی سیاست سیاست ہے ورنہ سیاستِ حاضرہ کو سیاستِ حسینی سے مثال دینا وقارِ اہلبیتؑ کو کم کرنا ہے۔

شجاعتِ مسلمؑ کا دوسرا مظاہرہ صفر ۳۷ھ جنگِ صفین میں ہوا اور مسلمؑ کی کمال شجاعت کی یہ دلیل تھی کہ انہوں نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ اس جنگ میں بھی شرکت کی اور اگر ہم اس غزوہ کی تفصیل کریں تو پہلے یہ لکھنا پڑے گا کہ مسلمؑ میمنہ لشکر پر تھے (مناقب آل ابی طالب صـ۹۸ طبع بمبئی)۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مسلمؑ جس وقت امام مظلومؑ کے ایلچی بن کر کوفہ میں آئے اس وقت عرب کا بچہ بچہ ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ کوفہ کی گلیوں میں حضرت مسلمؑ کی تلوار نے ابنِ زیاد کی فوج کو زیر و زبر کیا۔ یہ بہادری مخفی نہ تھی۔ فرزندانِ مسلمؑ اسی شیر کے شیر تھے اور اسی مجسمہ کمالات کے چشم و چراغ تھے۔ واقعہ کربلا میں جو بچے جناب مسلمؑ کے شہید ہوئے ان میں ایک نونہال رقیہ بنت علیؑ کے بطن سے تھا۔ قربانی کا جذبہ کس قدر کامل تھا کہ مسلمؑ نے اپنی نصرت پر اکتفا نہ کی عیال کو فرزند رسولؐ کے ساتھ کر دیا تاکہ پسماندگان میں بیوگی اور یتیمی بھی امتحان کی سختی کو زیادہ سے زیادہ ممتاز کر دے۔ کمزور دل کی عورتیں شوہر کی وفات کو حادثہ جانکاہ

Presented by www.ziaraat.com

سمجھ کر ایتام کو زندگی کا سہارا سمجھتی ہیں اور کسی مزید مصیبت کے لئے تیار نہیں ہوتیں مگر زوجہ مسلمؑ نے عنان صبر ہاتھ سے نہیں جانے دی۔ ان کو بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ ان کا شوہر واقعۂ کربلا کا پہلا مجاہد اور ان کے فرزند بنی ہاشم کے پہلے شہید تھے۔

شب عاشور فرزندانِ مسلمؑ کا جذبہ اور ولولہ انگیز باتیں

امام مظلومؑ نے زندگی کی آخری شب اور دسویں محرم کی رات کو جو خطبہ پڑھا اور انصار کو عام اجازت دی کہ وہ ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس خطبہ میں اولادِ عقیلؑ سے خصوصی خطاب تھا۔ یابنی عقیل حسبکم من القتل بمسلم بن عقیل فاذھبوا انتم فقد اذنت لکم۔ اے فرزندانِ عقیلؑ تمہارے لئے مسلمؑ کا شہید ہو جانا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ بھلا ہم کو لوگ کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سید و سردار اور اپنے چچا کی اولاد کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ تیر لگایا نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی۔ اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گزری۔ ہرگز ہم ایسا نہ کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر فدا کر دینگے۔ اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ اولادِ مسلمؑ میں تو کوئی مجاہد شادی شدہ نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ ہم اپنے عیال آپ پر فدا کریں گے۔ طبری کے اس جملہ کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ ممکن ہے کہ اولادِ عقیلؑ کا وکیل بن کر یہ جواب دیا ہو۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اس جواب میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ واقعہ کربلا انتقامی جنگ تھی۔ انتقام کا حق رکھتے ہوئے صبر جو بنی ہاشم کا روایتی شیوہ تھا اختیار کیا۔ یہ رات بڑی مشکل سے کٹی اور یتیم بچوں کے یہ عزائم پورے ہوتے ہوتے ظہر کا وقت بھی گزر گیا۔ جب انصار میں کوئی

Presented by www.ziaraat.com

باقی نہ رہا تو بنی ہاشم کی باری آئی اور بیوہ مسلمؑ کی آرزو پوری ہوئی۔

عبداللہ بن مسلمؑ

وہی یتیم بچہ ہے جو رقیہؑ کے پیٹ سے تھا۔ بنی ہاشم کی دوہری شجاعت رگ و پے میں تھی۔ چودہ برس کا سن تھا۔ مگر میدان میں پہنچنے پر شیرانہ تیور تھے۔ جو رجز پڑھا اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ آج میں (حضرت) مسلمؑ سے ملوں گا۔ وہ میرے ہی باپ ہیں۔ ہم عنفوانِ شباب میں دینِ نبیؐ پر جان دیتے ہیں۔ اور اس قوم سے نہیں ہیں جس نے رسولؐ کو جھٹلایا ہم خدا کے چنیدہ بندوں بنی ہاشم کی نسل اور حسب و نسب میں قابلِ تکریم ہیں۔ تلوار کھینچی، گھوڑا مہمیز کیا۔ تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار عمر بن صبیح اور اسید بن مالک لعین کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ زیارت میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے اور قاتل کو ملعون قرار دیا ہے۔

محمدؑ بن مسلمؑ

یہ عبداللہؑ کے سوتیلے بھائی تھے۔ ماں ان کی کنیز تھیں۔ عمر ۱۲ سال سے زیادہ نہ تھی۔ عبداللہؑ کے قتل ہونے کے بعد ایک قول تو یہ ہے کہ اولادِ ابی طالبؑ نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اور امامؑ نے آواز دی اے میرے چچا کے بیٹو! موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دوسرا قول ہے کہ بالحاح و زاری امامؑ سے اذنِ جہاد حاصل کیا اور زخمی شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ محمد برادرا در بجنگاہ آمد و جمع ازاں بدبختاں را بقتل آورد۔ ایک گروہ کو قتل کیا۔ دوازدہ سالہ طفل اگر گروہ کو تہ تیغ کرے تو اس کے دست بازو سے اس کے اسلاف کو یاد کرو۔ کس خانوادہ کا طفل ہے۔ کس قبیلہ کا مجاہد ہے۔ یہ دونوں نونہال گنج شہیداں میں بنی اسد کے تعاون سے امام زین العابدینؑ کے روبرو دیگر انصار و اعزہ کے ساتھ دفن ہوئے۔ انصار امامؑ کی زیارت میں زائروں کا ضمنی سلام ان پر بھی

Presented by www.ziaraat.com

پہنچتا ہے اور لکھنؤ میں فرزندانِ مسلمؑ کا روضہ تال کٹورہ روڈ پر منشی فضل حسین خاں مرحوم کی تعمیر موجود ہے۔ جو عہدِ قدیم کی ایک یادگار اور مقدس مقام ہے صاحبانِ حاجت کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور زیارت گاہ خلق ہے۔

دخترِ مسلمؑ واقعہ کربلا میں حضرت مسلمؑ کی ایک دختر کی موجودگی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جب خبرِ شہادتِ مسلمؑ پہنچی ہے۔ اور اس وقت امامؑ نے دستِ شفقت پھیرا اور گوشوارے پہنائے۔ اس واقعہ کو ضیا الابصار کے مؤلف نے جن الفاظ میں سپردِ قلم کیا اس کا ترجمہ یہ ہے اور جب خبرِ شہادتِ حضرت مسلمؑ پہنچی تو امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ میں آئے اور دخترِ مسلمؑ کو بلایا۔ اس کی عمر ۱۱ برس تھی۔ آپ نے قریب بلایا اور بالکل نزدیک بٹھایا اور دو گوشوارہ منگا کر کانوں میں پہنائے اور پیشانی اور سر پر دستِ شفقت پھیرتے تھے۔ جیسا کہ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں (اور لڑکی انداز یتیمانہ دیکھ کر زار و قطار رو رہی تھی۔ تاریخ میں صراحت نہیں کہ اس دختر کی ماں کا کیا نام تھا امامت کے اس رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بھی شکم رقیہؑ سے تھی۔ اگر بطنِ رقیہؑ سے نہ ہوتی تو امام حسینؑ کی نامحرم تھی۔ لڑکی ۹ برس کی شرعاً بالغ سمجھی جاتی ہے جس پر دستِ شفقت اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ محرم سمجھی جائے۔

یہ تھیں اولادِ مسلمؑ کی خصوصیات۔ حضرت ام کلثومؑ نے بھی اپنے نوحہ میں روشنی ڈالی ہے جو مقاتل میں موجود ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پہلا باب

تعارف جس معزز فرد کے دل دوز حالات زندگی ہم لکھنا چاہتے ہیں اس کا نام نامی مسلمؑ ہے۔ وہ پیغمبر اسلامؐ کے محترم چچا حضرت ابی طالبؑ کے صاجزادے جناب عقیلؑ کا چشم و چراغ ہے۔ جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ان کے حقیقی چچا تھے جو آباؤ اجداد جناب سرور کائنات صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ کے ہیں وہی ہمارے ممدوح کے ہیں سلسلہ نسب آپ کا ۳۶ واسطوں سے جناب ابراہیم خلیل اللہؑ تک پہنچتا ہے وہ خانوادہ رسالت و نبوتؐ کی مشہور شخصیت ہیں۔

پیدائش اور حلیہ رسول عربیؐ کا دور ختم ہونے کے بعد عہد حضرت امیرؑ میں آپ پیدا ہوئے۔ فخر کائنات چچا اور حسنینؑ ایسے معصوم بھائیوں کے سایہ میں سن تمیز کو پہنچے۔ اولاد عبدالمطلبؑ میں نبی خداؐ سے صورتؐ میں سب سے زیادہ مشابہ تھے اور مرسل اعظمؐ کے بہترے اصحاب کو آپ نے دیکھا تھا۔ اسی بنا پر ان کو تابعی کا درجہ بھی حاصل ہے۔ وہ ثقہ بھی سمجھے جاتے ہیں۔

نام اور لقب اسلام کے لفظی معنی "گردن نہادن" کے ہیں۔ مسلم اس سے مشتق ہے۔ قلم قدرت نے مسلم نام انہیں کے نوشتہ تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ جس سے اس مولود کے پُرامن انسان ہونے پر روشنی

لہ کان اشبہ ولد عبد المطلب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ادرک جماعۃ من اصحاب النبی ذکرہ ابن حبان فی ثقات التابعین۔ (نورالعین فی مشہد الحسین عربی از قاضی محمد صبغۃ اللہ بن محمد غوث محدث کتب خانہ آصفیہ دکن۔)

Presented by www.ziaraat.com

پڑتی ہے اور اس نام کے صحیح حقدار وہ تھے بھی فتنہ وفساد کو نہ ان کے اسلاف نے کبھی پسند کیا نہ انہوں نے افتراق و انشقاق کی تعلیم دی ۔ تمام مسلمانوں کو ایک پرچم کے نیچے لانا ان کا مقصد تھا جس کی ادائیگی کے جرم میں آگے چل کر انجام میں ان کو مظلوم، شہید، مقتول ایسے پُرالم القاب سے یاد کیا۔ زیارت میں ان کا لقب "عبدِ صالح" نیک کردار بندہ بھی موجود ہے ۔

مسلم حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ایک غلام کا بھی نام تھا جس کی روایت ابن سعد نے اپنے طبقات میں درج کی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے حضرتؑ نے پیاس معلوم ہونے پر پانی طلب کیا۔ وہ جامِ آب لے کر حاضر ہوا۔ اور پانی پر پھونک ماری تو آپ نے وہ پانی واپس کر دیا اور کہا کہ اس کو تم خود پیو۔ یہ ارشاد ان احادیث کی تائید کرتا ہے جنہیں گرم غذا کو پھونک کر کھانے کی ممانعت ہے۔ چونکہ منہ کی بھاپ میں جراثیم ہوتے ہیں اس لئے ان کا تحفظ مقصود ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت مسلمؑ کی ولادت "علی اکبرؑ شبیہ پیغمبرؐ" سے بہت پہلے ہوئی ۔ اس وقت تک صورت وسیرت رفتار وگفتار میں پیغمبرؐ کی کوئی مکمل تصویر نہ تھی اس لئے مسلمؑ کے آغاز میں ان کو شبیہ رسولؐ کہا گیا اور انجام میں وہ بے پناہ شجاعت و بہادری ظہور میں آئی جس نے "اشجع الناس" سب سے بہادر انسان کے لقب کا اضافہ کیا۔

والدین

سوانح حیات کا سب سے بڑا جزو ماں باپ کی شخصیت پر بحث ہے حضرت مسلمؑ ننہیال اور ددھیال دونوں طرف سے صاحبِ شرف تھے۔

والد ماجد

باپ کا نام نامی عقیلؑ ہے جو اپنی فراست، حاضر جوابی، معلومات کی وجہ سے عرب میں ممتاز تھے۔ اپنے باپ کی اولاد میں وہ

Presented by www.ziaraat.com

خلفِ اوسط تھے۔ ان کا ہر بھائی دوسرے سے دس سال بڑا تھا۔ جنگِ بدر سے قبل رسولِ اکرمؐ کی بعثت کا ان کے اوپر کوئی اثر ظاہر نہ تھا۔ وہ اسی جادہ پر تھے جس پر خاندان کے دوسرے لوگ گامزن تھے۔ جنگِ بدر میں ان کو قید کیا گیا۔

اسیری اور اسلام

رفتہ رفتہ ماحول کی مادیت کا اثر دُور ہوا۔ قرآن مجید نے سفارش کی۔ "اے[1] رسولؐ جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہدو کہ اگر خدا تم کو نیک دل پائے گا تو جو تم سے چھین لیا ہے اس سے کہیں بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخشش بھی دے گا۔" عقیلؑ کے ساتھ عباسؓ اور نوفل بن حارث بھی اسیر تھے۔ یہ آیت[2] ان تینوں شخصوں کے بارے میں ہے۔ قیدیوں کو دیکھ کر بعض اصحاب نے کہا انہیں قتل کر دیجئے[3] اور بعض نے کہا کہ زندہ دفن کر دیجئے۔ رحمدل پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا یہ لوگ فدیہ دیں یا اسلام قبول کریں یا پھر قتل کیے جائیں۔ قیدیوں نے فدیہ دینا منظور کیا۔ اور ۴۰ مار سونا ہر شخص سے حاصل کر کے اس کی رہائی ہوئی۔ عباسؓ کی مالی حیثیت اچھی تھی اور عقیلؑ تنگدست تھے۔ لہٰذا عقیلؑ کا فدیہ بھی عباسؓ نے خوشی سے ادا کیا۔ کم و بیش اسی زمانہ سے حضرت عقیلؑ مسلمانوں کے دوش بدوش دینی خدمتیں انجام دینے لگے۔

علمی کمالات

آپ علم انساب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ لغت میں ہے "عقیل بالفتح و کسر قاف پسر ابی طالب کہ داناتر بود بہ نسبتِ قریش و تاریخ ایام ایشاں۔" (منتخب اللغات)

---

[1] یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ ان یعلم اللّٰہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم و یغفر لکم پ ۱۰ ع ۵ [2] تفسیر کبیر جلد دوم ص ۴۰۲ کتبخانہ ممتاز العلماء

[3] تفسیر مفاتیح الغیب ج ۳ ص ۳۹۹ نسخہ کتب خانہ ممتاز العلماء۔

Presented by www.ziaraat.com

عرب میں چار شخص اس فن کے جاننے والے تھے۔ (۱) مخرمہ بن نوفل۔ (۲) ابوجہم بن حذیفہ عدوی (۳) حویطب بن عبدالعزیٰ عامری (۴) عقیلؑ۔ اور ان کی معلومات سب سے زیادہ تھیں۔ جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کا حضرت ام البنینؑ کے ساتھ عقد عقیلؑ ہی کی تجویز سے ہوا تھا۔ ان کو عرب کے ہر خانوادہ کا مکمل علم تھا۔

حسد کی وجہ خاندانِ رسالتؐ کا ہر فرد ہمیشہ اپنے خیالات میں آزاد رہا۔ عقیلؑ میں یہ بھی جوہر تھا وہ چونکہ نسبی کمزوریوں سے عرب کی واقف تھے اور قبائل عرب پر برابر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اس لئے لوگ ان کے دشمن تھے اور خواہ مخواہ ان کو محسود بنا رکھا تھا۔ عقیلؑ کی غیر معمولی تنگدستی کا بھی یہی راز تھا کہ باہمی اختلاف کی وجہ سے ذرائع معاش ان پر مسدود تھے۔

عقیلؑ پیغمبرِ خداؐ کی نظر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھائی کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپ نے بقسم فرمایا ہے کہ واللہ عقیلؑ میں تم کو دو جہوں سے دوست رکھتا ہوں ایک تو عزیزداری کی محبت دوسرے ابوطالبؑ کا تم کو خصوصیت سے چاہنا۔ ایک موقع پر رسولِ عربیؐ نے عقیلؑ کا شکوہ بھی کیا ہے۔ ہجرت کے بعد عقیلؑ نے پیغمبرِ خداؐ کا مکان مسکونہ فروخت کر ڈالا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا اور رسولؐ پھر مکہ میں داخل ہوئے تو کسی نے کہا کہ اپنے گھر میں تشریف لے جائیے۔ آپ نے جواب دیا۔ عقیلؑ نے میرے گھر کو چھوڑا ہی نہیں۔

---

(۱) حل تحریک عقیل لنا دارا (۲) مناقب آل ابوطالب جلد اوّل ص۱۵ چھاپہ بمبئی)

Presented by www.ziaraat.com

بھائی سے ناجائز مطالبات اور حاکم شام کے خزانہ سے پیہم امداد کا راز

حضرت عقیلؑ کی زندگی میں بظاہر دو پہلو روش نہیں ہیں۔ ایک اپنے حقیقی بھائی حضرت علیؑ سے ناروا فوائد اٹھانے کی کوشش دوسرے معاویہ سے مالی مدد حاصل کرنا۔ امر اوّل کے معنی یہ ہیں کہ بھائی کے دور حکومت میں بیت المال سے ناجائز مطالبات ویسے ہی تھے جیسے مرسلؐ کے بعد عباس کا طالب میراث ہونا محمد حنفیہ کی امامت، امام زین العابدینؑ میں نزاع، جعفر تواب کا دعویٰ امامت ان کے مطالبات کا فائدہ یہ ہوا کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثناء ایسے عدل نواز ہیں کہ اپنے سگے بھائی کی بھی رعایت نہیں کرتے اور ان کو سخت سے سخت جواب دیتے ہیں۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عقیلؑ معصوم نہ تھے ان کے بچے فاقہ کرتے تھے۔ نہ کھانے کے لئے کچھ تھا نہ پہننے کے لئے۔ وہ اگر معاویہ کے دربار میں جا کر رقوم حاصل کرتے تھے تو اس میں کیا نقصان ہے؟ اموی سرمایہ مسلمانوں کا مال تھا اور حاکم شام کی حیثیت یقیناً غاصبانہ تھی۔ عقیلؑ جو کچھ بھی حاصل کرتے تھے وہ ان کا جائز حق تھا۔

عقیلؑ دربار معاویہ میں پہلی مرتبہ

عقیلؑ پہلے شخص تھے جنہوں نے مالی فوائد کے باوجود معاویہ سے شیرانہ گفتگو کی اور ایک لمحہ کے لئے صراط مستقیم سے نہیں ہٹے۔ حکومت کے رعب اور دبدبہ کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔ پہلی مرتبہ معاویہ کے پاس ان کے جانے کا یہ واقعہ ہے کہ تہی دستی سے مجبور ہو کر بھائی کی خدمت میں آئے اور سوال کیا جناب علی ابن ابی طالبؑ نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے حصہ کے ساتھ ساتھ

Presented by www.ziaraat.com

تمہارا حصہ بھی دیتا ہوں تھوڑا صبر کرو۔ عقیلؑ اس وقت کچھ ایسے مضطرب تھے کہ منت کرنے لگے۔ اس وقت جناب علی مرتضیٰؑ نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بازار میں لے جاؤ اور کہہ دو کہ بازار کی دو کانوں کے قفل توڑ کر جو کچھ ان میں ہو وہ نکال لیں۔ عقیلؑ نے حیرت زدہ ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے چوری کرانا چاہتے ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اور تم مجھ کو چور بنانا چاہتے ہو۔ مسلمانوں کا مال (تقسیم سے پہلے) میں تم کو کیونکر دے دوں۔ عقیلؑ نے کہا کہ میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں[۱]۔ فرمایا۔ تمہیں اختیار ہے۔

دربار شام میں عقیلؑ کے زلزلہ افگن جوابات

(۱) معاویہ ایسے دشمن خاندان رسالتؐ کے سامنے بنی ہاشم کا ایک فرد کا آجانا ضرور مسرت کا باعث تھا بلکہ عقل بتاتی ہے کہ حاکم شام کو ایسے مواقع کا انتظار تھا کہ ان کی جماعت کا کوئی شخص رہین منت ہو چہ جائیکہ خود بڑے بھائی، معاویہ نے عقیلؑ کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کی آمد سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور حاضرین سے خطاب کر کے کہا۔

"یہ ابو زید اگر اپنے بھائی سے مجھے بہتر نہ سمجھتے تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے" عقیلؑ نے برجستہ جواب دیا "میرا بھائی میرے لئے دین[۲] میں بہتر ہے اور تو دنیا میں"۔

(۲) معاویہ نے طنزیہ لب ولہجہ میں پوچھا کیوں عقیلؑ تمہارے چچا ابولہب کا اب کیا حال ہے۔؟ "عقیلؑ نے کہا" وہ جہنم میں تمہاری پھوپھی حمالۃ الحطب کو روند رہے ہیں۔

---

[۱] ارجح المطالب از صواعق محرقہ [۲] اخی خیر لی فی دینی وانت خیر لی فی دنیای۔ مجمع البحرین۔

Presented by www.ziaraat.com

(۳) نابینا ہونے کے بعد ایک مرتبہ جو معاویہ[1] کے پاس گئے تو اس نے کہا۔ "تم بنی ہاشم بھی نابینا ہو جاتے ہو"۔ فرمایا "ہماری تو بصارت ہی جاتی رہی اور تم بنی امیہ کی بصیرت بھی جاتی رہی"۔

(۴) عقیلؑ نے بڑھاپے میں عقد کیا۔ معاویہ نے کہا "تم لوگوں میں بھی خواہش نفسانی کا کتنا غلبہ ہے"۔ جواب دیا۔ "ہاں ہمارے مردوں کو اور تمہاری عورتوں کو"۔

(۵) سب سے دشوار گذار وہ منزل تھی کہ معاویہ نے ایک صحبت قرار دی اور طے کیا کہ ہر شخص حاضرین میں سے منبر پر جا کر علی بن ابیطالبؑ کی شان میں ناسزا الفاظ کہہ کر اُتر آئے۔ جب عقیلؑ کی باری آئی تو وہ بے دھڑک منبر پر گئے اور بڑی سنجیدگی اور متانت سے کہا۔

"علیؑ[2] پر لعنت کرنے کے لئے مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے۔ تم سب اس پر لعنت کرو"۔ معاویہ سمجھتا رہا کہ ضمیر علیؑ کی طرف پھرتی ہے حالانکہ عقیلؑ نے اس کا مرجع خود معاویہ کی طرف قرار دے دیا۔

دشمن کی بزم میں اس شیرانہ انداز سے زندگی بسر کی اور کبھی اموریت کے لئے حرف مدح زبان پر نہ لائے۔ معلوم ہوا کہ مالی فوائد اٹھائے تھے تو ہرگز ضمیر فروشی نہیں کی اور یہی ایک سچے انسان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔

تہی دستی

دنیا میں پختہ تھے جب بھی ان کے فقر و فاقہ سے جناب امیرالمومنینؑ کے دل پر اثر تھا۔ اور خطبہ میں اظہار افسوس کرتے ہیں۔ "بخدا دیکھا میں نے اپنے ماں جائے عقیل کو کہ نہایت محتاج نان شبینہ کو ہو گئے ہیں اور

---

[1] ارشاد یہ چودھویں رات کا چاند [2] ملعن علی امرنی معاویہ خالعنوہ ۱۲ منتظر

Presented by www.ziaraat.com

بڑی منت سے انہوں نے گیہوں اپنے حصّہ[1] سے زیادہ مانگے میں نے ان کی (آواز کی) طرف اپنے کان لگا دیئے۔"

عقیلؑ کو سزائے سخت

عدل پرور بھائی کی طرف سے بھائی کے لئے تجویز ہوئی کہ کچھ ایسا کیا جائے جو اس قسم کی خواہشات کا سدّباب ہوجائے۔ اس محل پر خود حضرت امیرؑ فرماتے ہیں "جب وہ میرے پاس کوشش کرکے آئے اور بار بار گیہوں حاصل کرنے کے لئے کہا میں نے بگوش دل سُنا۔ وہ میری توجّہ سے سمجھے کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنا رویہ چھوڑ کر ان کی پیروی کروں گا۔ میں ایک لوہے کا ٹکڑا آگ سے خوب لال کرکے ان کے جسم کے قریب لایا تاکہ انہیں عبرت ہو۔ یکایک وہ اس طرح چیخ اُٹھے جیسے اونٹ بیماری میں چنگھاڑتا ہے۔ قریب تھا کہ عقیلؑ[2] اس لوہے سے جل جائیں تو میں نے کہا کہ تمہیں رونے والے روئیں اور صف ماتم پر بیٹھیں اس گرم لوہے سے فریاد کرتے ہو جس کو ایک ناچیز بندے نے گرم کر لیا تھا اور مجھے اس آگ کی طرف کھینچتے ہو جسے جبّار (وقہار) نے بھڑکایا ہے۔ تم اتنی سی اذیّت سے بے چین ہو جاؤ اور میں (آتشِ) جہنّم کی لپک سے نہ بیقرار ہوں۔" یہ خبر معاویہ تک بھی پہنچی اور اس نے عقیلؑ[3] سے کہا کہ اے عقیل تمہارے بھائی عجیب ہیں اتنے سے گیہوں کے لئے تمہیں جلائے دیتے تھے۔ عقیلؑ نے کہا۔ اے بے[4] عقل تو عبث ان کا ذکر کرتا ہے وہ خود اور ان کی اولاد اگر تنگدستی میں مبتلا نہ ہوتی تو مجھے شکایت کا موقع تھا۔ یہ کہہ کر عقیلؑ[5] نے وہ رویہ بیان کرنا شروع کیا جو اولاد کے ساتھ تھا معاویہ خاموش ہوگیا۔

---

[1] واللّٰہ لقد رأیت عقیلا وقد املق حتی استماحنی من برکم صاعًا۔ [3] ارشاد یہ از شرح ابن ابی الحدید۔

Presented by www.ziaraat.com

وفات آپ کا انتقال پرملال معاویہ کی حکومت شام ہی میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ امیرالمومنین علیؑ کی شہادت کے بعد گیارہ یا بارہ سال زندہ رہے۔ ۵۲ھ یا ۵۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ عمر نوّے برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ تقریباً ۹۳ سال کا سن شریف تھا۔

حضرت عقیلؑ کا آخری مرتبہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا کہ میں آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہؑ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا وہ محبوب زیادہ ہیں اور تم عزیز زیادہ ہو گویا میں تمہارے ساتھ حوض کوثر پر ہوں اور تم وہاں سے لوگوں کو ہٹا رہے ہو۔ حوض کوثر پر آسمان کے ستاروں کے شمار میں لوٹے دار کنٹر رکھے ہیں اور تم حسنؑ حسینؑ فاطمہؑ عقیلؑ اور جعفرؑ بہشت میں ہو اور ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہو اور تم میرے ساتھ ہو اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "دنیا کی تکلیفوں سے جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔" (حمائل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم صہ۴۲ حاشیہ نظامی پریس)

خاندان پر صدقہ حرام ہے شیعی مسلک پیش کرنے کے بجائے مفسرین اہل سنت وجماعت کی رائے کا وزن زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ تفسیروں میں یہ بات موجود ہے کہ اصحاب ابوحنیفہ کی

۱؎ مجمع البحرین ۲؎ ناسخ التواریخ جلد ششم

Presented by www.ziaraat.com

رائے ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ آلِ عباسؑ، آلِ علیؑ، آلِ جعفرؑ، آلِ عقیلؑ آلِ حرث بن عبدالمطلب[1] ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ عقیلؑ میں عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل ہے۔

نسل و خاندان جس طرح آج اولادِ ائمہ طاہرین علیہم السلام دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہے کیا اولادِ عقیلؑ کا بھی وجود ہے؟ اس سوال کا جواب وعظ کی مشہور کتاب ابواب الجنان کے مطالعہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ فاضل ناصح نے کتاب زہد حضرت امیرالمومنینؑ کے حوالہ سے مکارم الاخلاق طبرسی سے تحریر کیا ہے۔ لفظی ترجمہ فارسی کا یہ ہے۔ (لوگ) کہتے ہیں کہ شرف الدولہ اولادِ عقیلؑ کے تونگر طبقہ میں امیر تھا جو اپنی نجابت اور خوش مزاجی اور بلندیٔ ہمت میں بے مثال تھا ایک روز کوئی شخص اس کے پاس حاجت مند بن کر آیا اور سواری کے ساتھ چلا اور اپنی ضرورت ظاہر کی اس بڑے بھاری رئیس نے اس کی حاجت پوری کی اور جب ساتھ سے جدا ہونے لگا تو اپنے سوال کی اہمیت پر تاکید کرتے ہوئے کہا ایھا الامیر لا تنسیٰ حاجتی اے سردار میری مراد کو فراموش نہ کرنا۔ شرف الدولہ نے جواب دیا اذا قضیتھا نسیتھا۔ میں جب کسی کی حاجت پوری کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ (ابواب الجنان ص ۲۶۴)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ کسی پر احسان کر کے بھول جانا چاہیئے اور اپنے اوپر کوئی احسان کرے تو وہ فراموش نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ نسلِ عقیلؑ باقی رہی۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳۸۴ تقطیع کلاں کتب خانہ ممتاز العلماء، تفسیر ابن حیان ص ۵۹ جلد پنجم مطبوعہ مصر۔

Presented by www.ziaraat.com

مادرِ حضرت مسلم بن عقیلؑ

ماں عقیلؑ کو علم نسب میں کمال حاصل تھا۔ دوسرے لوگ ان سے پوچھ کر شادی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لئے بہترین قوم و قبیلہ کی دختر تجویز کی ہوگی۔ ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ ماں مسلمؑ کی نبطیہ[1] عجمی نسل کی خاتون تھیں جن کا ایران کے فرزندی گھرانے سے تعلق تھا اور معاویہ ہی کے خزانے سے ۱ ہزار دینار[2] حاصل کر کے عقیلؑ نے ان کو خریدا تھا عرب میں بردہ فروشی کی وبا تیزی سے بڑھ رہی تھی اِدھر تو نادار طبقہ مالی ضرورتوں پر اپنی لڑکیاں لڑکے بیچ ڈالتے تھے اُدھر پیشہ ور بردہ فروش لونڈی غلام حاصل کرنے کی فکر میں ہر چہار طرف پھرا کرتے تھے۔ بسا اوقات وہ والدین کی نظریں بچا کر بچوں کو غائب کر دیتے تھے اور اس دام تز ویر سے ان کی روزی فراہم ہوتی تھی اور یہ ضروری نہ تھا کہ وہ سب لڑکیاں پست اقوام کی سے آتے ہوں حضرت یوسفؑ کی طرح بڑے بڑے معزز گھرانوں کے لونڈی غلام بھی اُن کے پاس بغرض فروخت رہتے تھے اور قیمت کی گرانی ان کے شریف خاندان اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل تھی۔

ہر سخن موقع و ہر نقطہ مقامے دارد

نفسیات کے جادہ پر دلوں میں جو وسوسہ پیدا کرتا ہے ضروری نہیں

[1] امہ نبطیہ من آل فرزندی ۱۲ نور العین فی مشہد الحسین قاضی محمد صبغۃ اللہ قلمی کتب خانہ آصفیہ دکن۔ النبط جیل من العجم ینزلون لبسواد العراق [2] ایک دینار ۳ ماشہ ۳ رتی کا ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کہ وہ انسان ہو یا جن۔ شکوک پیدا کرنے کی صلاحیت دونوں میں مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی آخری آیت وسواس الخنّاس الذی یوسوس فی صدور الناس اس کی شر سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے جو مجھے محبّت کی داد دیا کرتا تھا شہدائے کربلا کی سیرت نگاری پر قلم سے ابریان بابت ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ میں اور بڑی جوشیلی تقریر سے ۲۴ر جمادی الآخر ۱۳۸۵ھ میں بھرپور تعاون کر چکا تھا۔ کچھ ایسا ہوا کہ پورا سال بھر ہوا ہے کہ سوانح حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ایک گوشہ پر قلم اٹھا کر دھجیاں اُڑانے کی کوشش کی۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا کہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ قدیم تاریخ گواہ ہے کہ باہمی شمشیر زنی میں کبھی کفو (ہمسر) کا لحاظ ہوتا تھا۔ ازدواجی رشتہ میں تو نظرانداز نہیں ہوا اگر میں جواب دیتا تو بوڑھاپے میں جوان سے تصادم کی طاقت کہاں تھی۔ عمر بن عبدود لعن نے پیکر کفر ہوتے ہوئے جان بچانے کا حیلہ نکالا تھا کہ مجھ سے ابوطالب سے دوستی تھی وہ کافر ہوتے ہوئے اپنے ملنے والے کی شناسائی کا سہارا لے کر لحاظ کرتا ہے اور میں اپنے سے ایک بہتر معاصر کے خلفِ اصغر کے جواب میں قلم اٹھاؤں اور باہمی اختلاف کا ایک اور دروازہ کھلے چپ رہا اور صدائے اختلاف کو گردشِ فلک کا کرشمہ سمجھا۔ یہ ذکر ہے ۱۵ر جنوری ۱۹۷۵ء کے الایمان لاہور میں شائع ہونے والے مقالہ کا جس کے بعد ہی ایک دوسرے اخبار میں مضمون کی تعریف اور تحقیق پر نظر پڑی تو سمجھ میں آیا کہ سازش تو نہیں ہے سہ

غیر کی باتوں کا آخر اعتبار آ ہی گیا
میری جانب سے ترے دل میں غبار آ ہی گیا

اب اور زیادہ برداشت کی ضرورت تھی تن تنہا کا دوہری طاقت سے مقابلہ کہاں ہو سکتا ہے۔ گیارہ مہینے گذارے محرم کا خیر مقدم کرنے کے لئے حی لایموت نے

Presented by www.ziaraat.com

بیماریوں کے باوجود زندہ رکھا تو فرض ہوا کہ اس غلط فہمی کو دُور کرنا ضروری ہے اس مضمون میں میری کتاب سوانح مسلم بن عقیلؑ کے اس جزء سے کہ عقیلؑ نے شام کا خزانہ سے زر خرید کنیز حاصل کی اور اس کے پیٹ سے جناب مسلمؑ پیدا ہوئے۔ یہ تاریخی غلطی اور ناقابلِ برداشت رائے ہے۔ یہ تو میرا رویہ ہے کہ ان حضرات کا مرتبہ گرنے نہ پائے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت صرف کرنے اور ۱۲ کالم لکھنے کے بعد اقرار کرتے ہیں کہ دوسرا قول دستیاب نہیں ہوا۔ ہر مصنّف کی مشکلات ہوتی ہیں جس کو وہی سمجھتا ہے۔ سوانح مسلم بن عقیلؑ اس خادم دین نے ۲۰ برس پہلے لکھی اور ۱۹۷۳ء میں دوبارہ چھپی۔ تصنیف سے یہ مقصد نہ تھا کہ وہ زینتِ الماری رہے۔ دوسرے لوگوں کے بزرگانِ دین پر جو کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں ان کے پہلو میں پہنچانا تھا۔ امام ابوحنیفہ کی لائف ابوزہرہ کا ترجمہ بارہ روپیہ کو فروخت ہوتا ہے۔ آثار شافعی کی بھی یہی قیمت ہے۔ کتاب کو لکھنؤ نظر آباد کے صدیق بکڈپو میں لانا تھا۔ حضرت مسلمؑ کی بلند و بالا شخصیت پر بحار الانوار اور لہوف سے ماخوذ قلم اٹھانا تو محدود ہو کر رہ جاتی۔ ۵۲ کتابیں عربی فارسی قدیم و جدید تواریخ سامنے رکھ کر ترتیب دی جن کے نام مصادر کے تحت میں موجود ہیں۔ ان سب کا عطر محترم معترض کو خلافِ عقیدہ نظر آیا۔ اس شبہ کی بنیاد یہ ہوئی کہ وہ خزانہ شام کو ملکیتِ معاویہ سمجھتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ رُوئے زمین کے تمام خزانے امام کی ملکیت ہیں اور حقیقی قبضہ اس کا ہے اس وقت جس کے زیر تصرف ہے وہ غاصب ہے تو جس نے بھی اس سرمایہ سے پایا وہ واقعی استنقاذِ حق تھا معترض اور مصنّف کا ایک عقیدہ ہوتا وہ تاریخ کی روشنی میں حساب کی زحمت اٹھا کر اس رقم کا حاصل ہونا صحیح نہیں سمجھتے تو دیگر مواقع پر حضرت عقیلؑ ایسے برادرِ بزرگ مولا کے مالی انتفاع کا جواز کیا قرار دیتے ہیں۔ اگر خزانہ شام کو اولاد ابی سفیان کی ملکیت قرار دیتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

توجناب عقیلؑ کے خورد و نوش اور راس سرمایہ سے زندگی کی دوسری ضرورتیں مشکوک ہوجائیں گی۔ اور جناب والا کی ایک رائے کی زد میں کس کس سے انکار کرنا پڑیگا اور کس کس کو حکام جور کا کانسہ لیس کہنا پڑے گا۔ اور طرماح بن عدیؓ الیا خطیب اعظم فصحاو بلغا ءکا سرتاج اس کی بھی دشمن کے دربار میں آپ کے نظریہ سے تذلیل ہوتی ہے ہرگز صحابی جلیل مولا اس زد میں نہیں آسکتا۔ وہ اس مالی مدد پر خود گفتگو کر چکے ہیں۔ دس ہزار روپیہ کو تئیس ہزار تک پہنچانا بھی زد میں آئے گا۔ دیکھو خلاصتہ الاخبار علامہ سید محمد مہدی استر آبادی طبع ایران ص۹۹ ۔ ارشادیہ چودھویں رات کا چاند تاج العلماء سید علی محمد خلف رضوان مآبؒ طبع عظیم آباد وغیرہ۔

روئے زمین کے تمام خزانے ملکیت امام ہیں۔ اور شامی حاکم کی حکم مولا سے معزولی ہوچکی ہے۔ امام برحق کے ملک میں بھائی متصرف ہوتا ہے۔ شیخ کے دل میں کیوں درد ہے؟ یہ ذاتی خیال نہیں ہے جو سوانح مسلمؑ میں سپرد قلم ہوا مذہب حق کا مسلمہ ہے علی خلیفتہ اللہ فی الارض ہیں۔ واقعات بھی ساتھ دیتے ہیں۔ مامون رشید کے زمانہ میں ایک سید چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور اس نے بجائے اقرار جرم خود مامون کو چور کہا۔ امام رضاؑ نے سید پر حد جاری نہیں کی (سرقہ ثابت نہ ہوسکا) بری کر دیا۔ ملزم سید کی یہ ذاتی رائے تھی کہ مامون چور ہے۔ بلکہ اس قسم کے فرمانروا مہاجرین و انصار کے اجماع سے چور قرار پا چکے ہیں۔ تفسیر کبیر امام رازی مفاتیح الغیب اور غرائب القرآن دو اجلۂ علماء اہل سنت وجماعت علامہ مفتی میر عباسؒ اپنی کتاب روائح القرآن میں لکھتے ہیں کہ جب اس شخص نے مدینہ رسولؐ میں پہنچ کر پیغمبر خداؐ کے مصلے پر ان کی مسجد میں نماز پڑھائی اور سورہ حمد سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ترک کیا تو نادا کا المھاجرون والانصار لقد سرقت فی الصلوٰۃ جتنے مہاجر و انصار اقتدا میں تھے انہوں نے بالاتفاق کہا کہ (سرکار نے چوری کی ایسے دنیاوی فرمانروا کو شاہ سمجھنا نہ

Presented by www.ziaraat.com

عقل اجازت دیتی ہے نہ عقیدہ۔ حضرت عقیلؑ کا مالی فائدہ اٹھانا اپنا حق تھا۔ محترم معترض کتب فقہ میں استنقاذ حق کی بحث دیکھیں متاخرین کہ مرجع خلق فرد شیخ زین العابدین مازندرانی وفات ۱۳۰۹ھ کا فتویٰ ہے کہ جان اور عزت کا خطرہ نہ ہو تو کافر کا مال وقت ضرورت سرقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اولادِ عقیلؑ کی خدمات فتح مصر میں مجھے تسلیم ہیں جو تدوین سے پہلے مقالات میں اور اب شاملِ کتاب ہیں۔ اس کی تصریح میں کوئی ندرت نہیں۔ مذکورۃ الصدر ۱۲ کالم (جو اس وقت نظر کے سامنے ہیں) میں فاضل محترم نے تیسرے کالم میں یہ بھی تحریر کیا ہے۔

"اس سلسلہ میں ایک فاضل نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق ۶۱۶ صفحہ کی کتاب لکھی۔ اس حجۃ الاسلام قسم کے قلمکار نے چند اردو کتابوں کے اقتباسات سے یہ طویل کتاب تیار کی جو ذوقِ مطالعہ کو کُند کرتی جارہی ہے۔"

یہ اشارہ میری طرف نہیں ہے۔ میری کتاب سوانح مسلمؑ میں مصادر کی مکمل عربی فارسی فہرست ہے۔ صفحہ ۴ سے ۶ تک بلند پایہ کتابوں کے نام ہیں۔ صفحہ لوح (ٹائٹل) پر نام صرف "آغا مہدی لکھنوی" درج ہے۔ حجۃ الاسلام نہیں ہے۔ ص۱۷۶ پر جو تاریخ کا نظم قطعہ ہے "مدح شہید غربت" ۲/ مصرعہ سے سنہ طباعت ۱۹۷۳ء واضح ہے۔ امام حسین علیہ السلام پر میری کوئی ۶۱۶ صفحہ کی ضخیم کتاب نہیں۔ یہ کوئی دوسرا بدنصیب ہے جو زیرِ نظر ہے۔

آخر میں شکریہ ادا کرتا ہوں "الایمان" کی اشاعت اور ع/غ صاحب کی فرمائش پوری نہ ہوتی تو یہ توضیح مجھے نہ کرنا پڑتی اور امام مسجد کوفہ کی مادرِ گرامی کی ذات پہچانی نہ جاتی۔ آخر میں امام مظلومؑ کی بارگاہ میں السلام علیک یا وارث موسیٰ کلیم اللہ عرض کرکے یہ بھی عرض کر سکتا ہوں کہ جس طرح مادرِ موسیٰؑ دودھ پلانے والی عورت بن کر فرعون لعین کے اخراجات پر ان کو پرورش کرتی رہیں وہ الٰہی اقتدار تھا۔ اسی طرح مادرِ

مسلمؑ کا خزانہ شام سے حاصل ہونا بنریدیت پردہ ضرب ہے جو یادگار ہے اور مالک زمین و زماں شرمندۂ احسان کسی کا نہیں۔

شہزادہ! باپ کی اعلیٰ سیاست یہ تھی کہ شام کا سفر کرکے بھائی کو پہنچوایا ورنہ ہندہ جگر خوار جمیعت میں علیؑ کا آشنا سا کوئی نہ تھا۔ مسلمؑ نے قتل و غارت میں ابتدا نہ کرکے امامت کو پہچنوایا، کوفہ کی تنگ و تار گلیوں میں شجاعت کے جوہر دکھا کر کربلا والوں کی بہادری پر مہر تصدیق ثبت کی ان کا عزم ارادہ الٰہی کُن فیکُون کو یاد دلاتا ہے۔ ان کا عمل خلقِ محمدی کی تصویر ہے۔ ان کے پاکیزہ خون کے قطرے ہابیلؑ کے مقدس لہو اور یحییٰ بن ذکریاؑ کے خونِ ناحق سے کم نہیں ہیں۔

دنیا کے پہلے شہید فرزند آدمؑ کی لاش قاتل بھائی کاندھے پر رکھے ہوئے زمین پر چلتا رہا یہاں تک کہ سیاہ پوش پرند غراب نے دفن کا طریقہ بتایا اور بھائی بھائی کے ہاتھ سے سپرد خاک ہوا۔ مگر مسلمؑ بےکس کی لاش زمین پر دشمنوں کے ہاتھ سے کھینچی گئی۔ کوفہ کا چپہ چپہ لہو کی بوندوں سے رنگین ہے۔

کتنی پاک طینت تھی وہ ماں جس کے لال نے دشمن کو پشت نہیں دکھائی۔ ظالم عبید اللہ بن زیاد پر سلام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لاکھوں سلام اور تحیات تیرہ سو برس سے زیادہ ہو چکے پہنچتے ہیں اور پہنچتے رہیں گے۔ اُس وفا شعار پر جس نے باطل کو کچل دیا۔ شہداء میں اوّلیت حاصل کی۔ فوجِ حسینی کا ہراول حرّ نہیں مسلمؑ ہیں۔ ان کی لائف مسلمانوں کے لیے درسِ عمل، ان کی سیرت اور زندگانی اسوۂ حسنہ، ان کی کوفہ کی گلیوں میں دست بدست جنگ کربلا کے چٹیل میدان کی جنگ سے بہت دشوار جنگ تھی۔ پہلے وہ مکر و فریب کی تیغ سے قتل ہوئے ان کے قاتلوں کو سورہ بقر کا پہلا رکوع یاد نہ تھا۔ تلاوت قرآن میں حسینؑ کی یاد تو اس وقت تازہ ہوتی ہے جب خوف اور گرسنگی اور انسانی امتحان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کی آیت

Presented by www.ziaraat.com

پڑھتے ہیں مگر مسلم بن عقیلؑ کے ساتھ دوست نما دشمن کا فریب قرآن کریم سے پہلے رکوع کے پڑھنے پر فراموش نہیں ہوتا۔ خدع بدترین حربہ ہے جو منافق استعمال کرتا ہے۔ حافظِ حقیقی قوم کو اُٹھتی ہوئی ان بلاؤں سے بچائے۔

حضرت مسلمؑ کا خاندان اور اس کے مشہور افراد

سیرت نگاری کا ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ ہم حضرت مسلمؑ کے خاندان اور ان کے گھرانے کی مخصوص ہستیوں کا بھی ذکر کریں۔ اگر کتاب کا حجم بڑھانا ہوتا تو مختصر حالات آپ کے چچا جناب جعفر طیارؑ کے بیان کئے جا سکتے تھے اور دوسرے چچا حضرت علیؑ کی سبق آموز زندگی پر بحث ہوتی، دادا کے تعارف میں جناب ابوطالبؑ کی زندگی پر قلم اٹھاتے لیکن طولِ کلام کا خوف سدِ راہ ہے۔ اور ہم خاندان کے ایک فرد کا حال لکھیں گے جو بحمد اللہ ناظرین کو سلف سے آج تک کسی کتاب میں یکجا نہ ملے گا۔

حضرت اُمّ ہانیؓ

حضرت علی مرتضٰیؑ کی بہن اور جناب مسلمؑ کی سگی پھوپی تھیں جو بنی ہاشم میں نہایت عزت دار خاتون سمجھی جاتی تھیں۔ اولادِ ابوطالبؑ میں ان کو بھی فاطمہ بنت اسدؓ کے بطن سے ہونے کا فخر حاصل تھا، نام فاختہ[1] اور کنیت اُمّ ہانی تھی۔ ان کی ایک دوسری بہن تھیں جن کا نام جمانا[2] تھا۔ تاریخ خاموش ہے کہ ان کا عقد کس کے ساتھ ہوا۔ بعض غیر ذمہ دار اہلسنت نے صرف اُمّ ہانی کے بارہ میں لکھا ہے۔

شادی

ایک مرتبہ خود جناب سرورِ کائنات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ نے اُمّ ہانی کی خواستگاری کی تھی اور اُمّ ہانیؓ نے کچھ معقول وجوہ بیان

---

[1] نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار۔ [2] تفسیر ابن حیان

Presented by www.ziaraat.com

کرکے عذر کیا جس کو مرسل ؐ نے تسلیم کیا۔ شیعی روایات میں مجھے اس کا پتہ ابھی تک نہیں ملا۔ یہ گروہ مخالف کا افسانہ ہے۔ اُمّ ہانی کے شوہر کا نام ہُبیرہ[1] بن ابی وہب تھا

رسولؐ کی نظر میں احترام حضرت سرورِ کائنات صلعم بھی ان کو بہن سمجھتے تھے اور خاص عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان کے گھر بقرعید کی نماز پڑھی[1] تھی معراج اُم ہانی ہی کے گھر سے ہوئی تھی۔

(۱) تفسیر جامع البیان طبری چھاپ مصر پ ۱۵ ص ۳ (۲) یوسف زلیخائے جامی ص ۱ (خصائل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)

علم و عمل ظاہر ہے کہ اُم ہانیؓ علیؑ سے پیکر علم کی ہمشیر اور رسولؐ کی بہن ہونے کے علاوہ صحابیہ بھی تھیں لہٰذا ان کو علوم دینیہ کا خزانہ دار ہونا چاہیئے۔ کتب اخبار میں ان سے روایات بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ حدیث غدیر من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ کو انہوں نے بھی روایت[2] فرمایا ہے اور حج وداع میں وہ موجود تھیں ان کے غلام کا نام ابومرہ تھا جن سے محمد بن اسمٰعیل بخاری نے روایت حاصل کی ہے۔

افتادِ طبیعت آثارِ قدیمہ سے ان کو دلچسپی تھی۔ قوم لوط کا تختہ الٹ دیا گیا اور ساتوں شہر برباد ہوگئے۔ اس محل پر قرآن مجید میں ہے "پھر ہم[3] نے اس بستی کو اُلٹ کر اس کے اوپر کے طبقہ کو اس کے

ص۳ مجالس المومنین ع۵ ادب المفرد ص۱۴ طبع قاہرہ ۱۳۷۵ھ

۱؎ تفسیر ابن حیان ص۳۹ جلد ہفتم مطبوعہ مصر ۲؎ ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب ص۶۴۳ چھاپہ لاہور ۳؎ فجعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل پ۱۴ ع۵

Presented by www.ziaraat.com

نیچے کا طبقہ بنا دیا اور ان پر پتھر برسائے۔[۱]

ابن صالح[۲] راوی کا بیان ہے کہ میں نے اُم ہانیؓ کے پاس وہ پتھر بچشم خود دیکھے جن پر سرخ لکیریں جزعِ (یمانی) کی طرح بنی ہوئی تھیں۔

شجاعت میں جانتا ہوں کہ عورت کے لفظ سے شجاعت کا تعلق نہیں ہے لیکن اگر کوئی وقت پڑ جائے اور عورت دہشت زدہ ہو جائے تو کم از کم خاندانِ رسالتؐ کی خواتین اس عیب سے مبرا ہیں فتح مکہ میں بعض لوگوں کی نسبت پیغمبرِ خداؐ کا خاص تاکیدی حکم ہو چکا تھا کہ ان میں سے جو کوئی اور جہاں ملے قتل کیا جائے۔ جب یہ معلوم ہوا تو چند شخصوں نے اُم ہانیؓ کے مکان میں پناہ لی۔ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ مفرور میری بہن کے گھر میں پناہ گزین ہیں تو اچانک بہن کے گھر میں داخل ہو گئے۔

اُم ہانیؓ نے آلاتِ حرب میں ملبوس ہونے کی وجہ سے نہ پہچانا اور بے اجازت گھر میں چلے آنے کو ایک جرم سمجھ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور کہا اے شخص میں تیری شکایت کروں گی رسول خداؐ سے۔ جناب علی مرتضٰیؑ کا بیان ہے کہ جناب اُم ہانیؓ نے اس زور سے میری کلائی پکڑی کہ گویا ان کی انگلیاں میرے جسم میں در آئیں (جب بنت اسد کے شیر کی طاقت دیکھی) تو سر سے خود اتارا۔ اس وقت اُم ہانیؓ نے پہچانا کہ یہ تو میرے بھائی ہیں۔ بھائی کو گلے سے لگالیا اور کہا کہ میری استدعا ہے کہ جن لوگوں نے میرے گھر میں پناہ لی ہے ان کو پیغمبرؐ کا حکم ثانی لیئے بغیر قتل نہ کیجیئے۔

اس عرصہ میں پیغمبر خداؐ بھی تشریف لے آئے۔ نماز کا وقت تھا۔ آپ نے فریضہ واجب ادا کیا۔ اُم ہانیؓ نے پناہ گزینوں کی سفارش کی۔ رحمتہ اللعالمینؐ نے

---

[۲] تفسیر کبیر ص۱۸۶ سورہ حجر

فرمایا کہ بہن جن کو تم نے پناہ دی میں نے بھی ان کو پناہ دی۔

وفات تاریخ میں آپ کی وفات کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ واقعہ کربلا[1] تک زندہ تھیں۔ البتہ امیر المومنینؑ نے اپنی ایک صاحبزادی کا نام اُم ہانی رکھا تھا اور وہ شاہزادی دشمنوں کے خوف سے مملکت رے کی ایک مسجد میں پوشیدہ رہیں اور یوسف دوالقی[2] نے ان کو ایک چشمہ کے پاس[3] قتل کر دیا۔

پرورشِ مسلمؑ حضرت مسلمؑ کی پرورش ان ہی گودیوں میں ہوئی جن کے کمالات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ عام طور پر نادار ماں باپ کی اولاد چچا یا دوسرے عزیزوں کے زیر تربیت رہتی ہے مسلمؑ اور ان کے بھائی جناب امیر المومنینؑ کے سایۂ عطوفت میں فقر و فاقہ میں پلے جن کے فقر و فاقہ کا آپ پر گہرا اثر تھا۔ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

"میں نے عقیلؑ کے بچوں کو دیکھا کہ بھوک کی شدت اور محتاجی سے ایسی سیاہی ان کے چہروں پر چھا گئی ہے گویا پیتل یا وسمہ کا رنگ ان کی نازک جلد پر آ گیا ہے۔"

پھٹے کپڑے اور سوکھے ہوئے خرمے کھا کر نشو و نما ہوئی مگر روحانی غذا اور تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تحصیلِ علم کے لئے باب مدینۂ علمؑ کی ذات کافی تھی اور فنونِ جنگ ان کا خاندانی جوہر تھا۔ بزرگوں کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے وہ کمال حاصل کیا کہ فرزند رسول الثقلینؐ امام حسینؑ نے اپنا نائب بنا کر ان کو ثقہ کہنے پر تیار ہوئے۔

ذاتی اوصاف اگر مسلم بن عقیلؑ کی سوانح حیات پر ہم نظر کرتے ہیں تو ان میں فرداً فرداً وہ صفتیں تھیں کہ اگر ان کو عنوان کلام

---

[1] اتحاف اہل اسلام مطبوعہ مطبع الانوار لکھنؤ ۱۸۹۷ء ص ۱۲۸ از سیرت ابن ہشام و تاریخ خمیس و روضۃ الصفاء۔ [2] شہید انسانیت طبع اول ص ۲۴۹
[3] تنزیہ الانساب

Presented by www.ziaraat.com

قرار دیا جائے تو بجا ہے۔ علمی امتیاز اگر ان کو حاصل نہ ہوتا تو کوفہ کی سمت اپنا نائب مقرر کر کے ان کو روانہ کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ نائب بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل کوفہ کی تمام علمی ضروریات کو وہ پورا کر سکتے تھے، صفت عدالت اگر ان میں نہ ہوتی تو وہ مسجد کوفہ کی امامت کا فریضہ انجام نہ دیتے۔ اصحاب حسینؑ جو کربلا میں شمعِ امامت کے پروانہ تھے امام حسینؑ کی موجودگی کی وجہ سے ان میں کسی ایک کو یہ موقع نہ ملا کہ امام جماعت قرار پائے حضرت مسلمؑ نے کوفہ کی مسجد اعظم میں پورے دو مہینہ حافظانِ قرآن، اصحاب امیر المومنینؑ اور ایسے فقیہہ طبقہ کو نماز پڑھائی جن کی فقاہت پر خود امامؑ کے اقوال گواہ ہیں۔

زہد میں کمال اس طرزِ زندگی سے واضح ہے جو طفولیت سے قائم ہو چکا تھا۔ ان کے ترک دنیا کا اس سے بہتر کوئی ثبوت نہ تھا کہ اگر وہ کبھی طالب جاہ ہوتے باپ کی طرح تو یزید لعؔ کے دربار میں حاضر رہ کر مالی فوائد حاصل کرتے لیکن مسلمؑ کی زندگی میں ایک درہم سے بھی اموی خزانہ نے مدد نہیں دی۔

عبادت میں یہ امتیاز تھا کہ کوفہ کی مسجد پُر خلوص نماز کی گواہ ہے۔ مختارؒ کا گھر، محمد بن کثیرؒ کا مکان، ہانیؒ کا قصر، طوعہؒ کا مہمان خانہ تکبیر و تہلیل کی صدا سے معمور ہے اور زیارت میں پکار کر کہا ہے کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکواۃ دی۔ حضرت مسلمؑ کوفہ میں قرضدار ہو چکے تھے بظاہر زکواۃ مال کا تعلق تو ان سے نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس کا یہ تذکرہ ہے۔

شجاعت میں وہ اس قدر شہرۂ آفاق تھے کہ کوفہ کی گلیاں آج تک ان کی جنگ کو یاد دلاتی ہیں۔ ادھر فوج ابن زیاد لعؔ کا ہر سپاہی بہادری کا کلمہ پڑھتا تھا اور ادھر زیارت میں ان کی بہادری پر صدائے تحسین و آفرین بلند ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

"میں گواہی[1] دیتا ہوں کہ آپ بہادری کی اُن حدود سے گذر گئے جن پر بدر کے مجاہد فائز تھے۔"

جہاد ایسا کیا کہ مجاہدۂ نفس اور جہاد بالسیف دونوں صفتوں کو بیک وقت جمع کر دیا اور زیارت میں یہ فقرہ وارد ہوا۔ "میں[2] گواہ ہوں کہ آپ نے خدا کے لئے جو جہاد کا حق تھا وہ ادا کیا۔"

قوت اتنی تھی کہ معصوم کی شہادت ہے۔ "میں[3] گواہ ہوں کہ آپ جنگ میں سُست نہیں ہوئے اور نہ بزدلی ظہور میں آئی۔" **رحم** ایسا تھا کہ دشمن کو قابو میں لا کر بھی قتل کرنا نہ چاہتے تھے۔ **صبر** ایسا کیا جس کی مثال صرف کربلا والے پیش کر سکتے ہیں اور بعض خصوصیات میں ان پر بھی سبقت لے گئے۔ **سیاست** میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے مدبّر اور جنگ کے ماہر تھے۔ کوفہ میں ان کی وہ حیثیت ہوگئی تھی کہ بات کہتے قتل کر دیئے جاتے اور ان کی شہادت کی کوئی اہمیت نہ ہوتی مگر انہوں نے اپنی شجاعت کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنے تئیں ہر محل پر بچایا اور آخر میں وہ موقع بے پناہ جنگ کا ان کے ہاتھ آیا جو روزِ قیامت تک صفحۂ تاریخ سے محو نہ ہوگا۔ کیوں نہ ہو جناب علی مرتضیٰؑ ایسے بطلِ اعظم کی نگاہیں دیکھے ہوئے تھے۔ فنونِ حرب وضرب سے واقف تھے۔ غرض وہ تمام صفاتِ حسنہ کے مجموعہ اور کمالات کے جامہ زیب تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان کی کوفہ کی روانگی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "مسلم بن عقیلؑ پسر عم خود را کہ بوفور علم وعقل وتدبیر وصلاح وسداد وشجاعت وسخاوت ومتانت از ہمکنان ممتاز بود۔" (جلاء العیون)۔

---

[1] اشہد انک مضیت علی ما مضی علیہ البدریون المجاہدون۔ مفاتیح الجنان۔ [2] وجاھدت فی اللہ حق جہادہ۔ منہ
[3] اشہد انک لم تھن ولم تنکل

Presented by www.ziaraat.com

اپنے چچیرے بھائی کو (بھیجا) جو علم کی زیادتی اور عقل وتدبر اور نیکی اور راست گفتاری اور بہادری اور سخاوت اور متانت میں سب سے ممتاز تھے

شادی

ان صفتوں کی جھلک ان میں عنفوانِ شباب سے تھی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی قدرشناس نظروں نے ان کو دامادی کے لیے منتخب کیا اور زیادہ تر بنی ہاشم میں آپس ہی میں شادیاں ہوتی تھیں ایک بھائی کی اولاد دوسرے بھائی کی شریک زندگی قرار پاتی تھی۔ مسلمؑ کی شادی اپنی صاحبزادی رقیہؑ سے کردی۔ اولادِ امیرالمومنینؑ میں دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ تھا۔ بڑی رقیہ کو بعض مورخین آپ کی بی بی صہبا خاتون کے بطن سے اور بعض امِ حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن عبد بن علقمہ تغلبیہ کے بطن سے بتاتے ہیں اور چھوٹی رقیہ کی ماں کا نام حالات میں موجود نہیں ہے۔

مسلمؑ کے حبالۂ نکاح میں رقیہ خاتون کا ہونا فریقین[1] میں مسلّم ہے اور وہ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں۔ فاضل شاعر رخصت علی اکبرؑ کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ الفاظ میں کہتا ہے ؎

چچی بھی پھوپی بھی تھی رقیہ زوجۂ مسلمؑ — پکاری آہ بھر کر دخترِ حیدرؑ خدا حافظ
ابوطالبؑ عقیلؑ و حمزہؑ مسلمؑ کو تمہیں سونپا — محافظ ہو تمہاری جان کا جعفرؑ خدا حافظ

رقیہ حضرت عمر بن علیؑ کی سگی بہن تھیں۔ پردیس میں رنڈاپے کی مصیبت اولاد کی شہادت واسیری کی زحمت اس خاتون کے وہ دل ہلا دینے والے مصائب ہیں جن پر تبصرہ کرنے میں قلم تھراتا ہے چونکہ وہ اولادِ علیؑ سے تھیں اس لئے ان کا

---

[1] قاضی محمد صبغۃ اللہ بن محمد غوث حالاتِ حضرت مسلمؑ میں لکھتے ہیں تزوج برقیہ بنت علی (نور العین صفحہ ۲۹ تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۱۷

ص یہ کلام مرزا فصیح علیہ الرحمہ کا ہے میرے نزدیک ان کی حیثیت ایک محقق کی ہے برق لامع کے حواشی ان کی تحقیق اور احتیاط کے گواہ ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امتحان بھی سخت تھا اور ایک وہ سخت وقت آیا کہ اس شاہزادیؑ کو جان کے خوف میں مدینہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ کہاں مدینہ اور کہاں حدود ایران میں مملکت رَے۔ یہ وہی صوبہ ہے جو قتل حسینؑ کے انعام میں پسر سعد[لعنہ] کو ملنے والا تھا۔ رقیہؓ اپنی بہن اُم ہانیؓ کے ساتھ جیسا کہ گذرا کسی مسجد میں پوشیدہ ہوئیں اور یوسف دوانقی[ملعون] نے ان کو چشمہ کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس روایت کے شواہد میرے سامنے نہیں ہیں مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن علیؑ اور ان کی طرف نسبت رکھنے والے ساری کائنات کو مٹا دینے پر تیار تھے کچھ بعید نہیں اصحاب علیؑ میں کمیل بن زیادؓ، میثم تمارؓ، رشیدؓ قتل ہو جاتے ہیں قنبرؓ غلام ہونے کی فرد جرم لگا کر ذبح ہو جاتا ہے اولاد سے تو اور زیادہ کینہ[1] تھا۔

دوسری بی بی کنیز تھیں۔ ان کا قیام مدینہ میں تھا اور چونکہ بنی ہاشم سے نہ تھیں اس لئے واقعہ کربلا میں بھی ان کی شرکت نہیں ہوئی۔ حضرت مسلمؑ مکہ سے سفارت کے عہدہ پر فائز ہو کر چلے ہیں اور مسجد نبی[3] میں نماز پڑھ کر عیال سے رخصت ہوئے تھے تو یہ وداع بظاہر انہیں بی بی سے ہے۔

معاویہ کے دربار میں مسلمؑ کی سخت گفتگو

حاکم شام[4] نے جناب مسلمؑ سے ایک اراضی بہت ہی کم قیمت میں خرید لی اور آپ اس کے دام تزویر میں آ گئے۔ امام حسنؑ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمؑ کو اس غلطی پر آگاہ کیا۔ مسلمؑ کو غصہ آ گیا

---

[1] تنزیہ الانساب [2] تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی۔
[3] فاقبل مسلم الی المدینہ وصلی فی مسجد النبی وودع اهله تاریخ کامل
[4] ارشادیہ چودھویں رات کا چاند۔

Presented by www.ziaraat.com

اور طیش میں معاویہ کے پاس پہنچے اور چاہا کہ اس معاملہ کو فسخ کر دیں۔ اس نے انکار کیا۔ آخر آپ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ معاویہ ہنس پڑا اور کہا مجھے تمہارے والد یاد آ گئے۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے دس ہزار دینار طلب کئے۔ میں نے پوچھا کیا کرو گے؟ کہا ایک کنیز خریدوں گا۔ میں نے کہا کنیز سو دو سو کو مل جائے گی اس قدر زیادہ قیمت کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگے کم قیمت لونڈی اصیل نہ ہو گی۔ مجھے حسب و نسب میں نہایت بلند مرتبہ عورت کی ضرورت ہے تاکہ اس سے جو اولاد پیدا ہو وہ ایسی عالی ہمت ہو کہ موقع پر تجھ سے دب نہ سکے بلکہ تلوار تول کر تیرے سر پر کھڑا ہو اور ایک ہی وار میں تیرا سر جدا کر دے۔ آج تمہارے ٹھاٹھ دیکھ کر مجھے وہ قول یاد آ گیا۔ اگر عقیلؑ اموی دولت سے سائل بن کر فوائد اٹھاتے تو ان کے یہ تیور ہرگز نہ ہوتے وہ مال مسلمین سمجھ کر سوال کرتے تھے اور معاویہ ان کو صحیح معنوں میں حقدار سمجھ کر امداد کرتا تھا۔

یہ عنفوان شباب کا واقعہ تھا۔ اسی آغاز سے مسلمؑ کے انجام کا پتہ چل رہا تھا کہ وہ کیسے بہادر انسان تھے۔ واقعہ کربلا سے قبل بھی ان کی زندگی دلیرانہ تھی۔

واقعاتِ زندگی

جناب امیر المومنینؑ کا انتقال ان کے عالم شباب میں ہوا۔ پھر باپ کا داغ مفارقت اٹھایا۔ امام حسنؑ کی گوشہ نشین زندگی اور معاویہ کی شاہی تدبیر کو بھی دیکھتے رہے۔ سبط اکبرؑ کی شہادت زہر ہلاہل سے ہوئی اور وہ وقت آیا کہ معاویہ نے بھی یزیدؑ کو قائم مقام کر کے دنیا چھوڑ دی۔ یزیدیت کی داغ بیل کے بعد بنی ہاشم کے لئے عظیم خطرات کا سامنا ہوا اور حسینؑ ایسے غیوّر انسان سے بیعت کی خواہش

Presented by www.ziaraat.com

کی گئی صبر و شکیب کا زمانہ گذر چکا تھا۔ شراب خوار کی بیعت کو نا جائز قرار دیتے ہوئے حسینؑ نے بمصلحت مدینہ چھوڑ دیا اور اپنے عزیزا و ر دوستوں کی ایک مخصوص جماعت کو لے کر مکّہ آ گئے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں سے ساٹھ برس پہلے آپ کے نانا ہجرت کے موقع پر مظلوم بن کر نکلے تھے۔ مکّہ میں وہ لوگ موجود تھے جو پیغمبرؐ کی بے پناہ محبّت حسینؑ سے دیکھ چکے تھے بلکہ موسم حج ہونے کی وجہ سے وہاں اُن تمام لوگوں کا مجمع تھا جن کو حسینؑ کے پہچنوانے میں پیغمبرؐ نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔

یزیدی مظالم سے دنیا کو آگاہ کرنے کا امام حسینؑ کے پاس یہی ایک آلہ تھا کہ وہ حج کے مجمع میں پہنچ کر بغیر حج کئے ہوئے واپس ہوں تاکہ بچّہ بچّہ ان کی مظلومیت کا شاہد رہے اور حجاج کے تمام مجمع میں ہمدردی کی لہر دوڑ جائے۔

درحقیقت یہ پیغمبرؐ کی تعلیم تھی کہ وہ وداعی حج میں اپنی عورتیں اور بچّوں تک کو لے کر آئے اور غدیر میں اس جم غفیر کو روک کر اچانک علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ حسینؑ بھی نانا کے نقش قدم پر قدم رکھ رہے تھے۔ حج آخر کے ارادہ میں تمام اہلبیتؑ کو لے کر کعبہ میں آئے اور فضا کو پُر آشوب دیکھ کر ناکام واپس ہوئے۔ جو مظلومیت کا مستقل اعلان تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا باب

حضرت مسلمؑ اور کوفہ کا سفر

ہیچ کس عزت ندارد دیارِ خویش!
آب تا درگل بود آلیست و درمینائے گلاب

بنی نوعِ انسان کے لیئے نقل وحرکت وہ ضروری چیزیں ہیں جس کے بغیر بشری زندگی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس نقل وحرکت کا ایک عنوان سفر ہے۔ سفر وحضر انسانی زندگی کے دو متضاد پہلو ہیں جن میں حضر وطنی زندگی کا اطمینان بخش گھڑیوں کا نام ہے اور سفر پردیس کی زندگی کو کہتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی صاحب ثروت ہو مگر مسافرت کے میدان میں قدم رکھ کر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی جاہ وحشمت کچھ مدد نہیں پہنچا سکتی۔ اہل عقل نے سفر کو دنیا کی شدید ترین مواقع میں شمار کیا ہے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ "وطن کی بے زری[1] مسافرت کے تمول سے بہتر ہے" وہ لوگ جن کو مسافرت کے سرد و گرم ہواؤں کا سامنا ہوا ہے اور جو غربت کے لیل و نہار سے دو چار ہوئے انہیں کے دل جانتے ہیں کہ سفر کیا ہے۔ عرب کا کوئی غریب الوطن شاعر گھر پہنچنے کی آرزو میں سفر کو قطعہ عذاب ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے "دوزخ کا سارا عذاب[2] سفر کی تکلیفوں کا ادنیٰ ٹکڑا ہے خدا پھر مجھے وطن کی راحتیں عطا فرما۔ سفر کے وسیلۂ ظفر ہونے میں شبہ نہیں اور سختیوں میں پڑ کر انسان کے جوہر اسے کامیابی کے زینہ تک پہنچاتے ہیں ؎

وہ پھول سر پہ چڑھا جو چمن سے نکل گیا ؏ عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

---

[1] عسرك في بلدك اعز من يسرك في غربتك

[2] كل العذاب قطعة من السفر
يارب ردني الى ارض الحضر (ربیع الابرار زمخشری)

Presented by www.ziaraat.com

قرآن مجید نے آوارہ وطنوں سے ہمدردی کا وعدہ کیا ہے۔ "وہ لوگ جو آوارہ وطن اور شہر بدر[1] کیے گئے اور انہوں نے میری راہ میں دکھ اٹھایا اور جنگ کی اور شہید ہوئے ان کی برائیوں سے ضرور درگذر کروں گا۔ دشتِ غربت کے تھکے ہوئے مسافر خیابانِ خیال میں ٹھہرائے جائیں گے جن کے درختوں کی چھاؤں میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔" آئینِ مذہب نے بھی مسافروں کو سہولت بہم پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور خدا کی نماز ایسے محترم فریضے میں قصر کردی، روزے کو یک قلم موقوف کردیا، مسافر کو ابن سبیل قرار دے کے خیراتی فنڈ سے امداد کا مستحق قرار دیا۔

یہ وہ راہ ہے جس میں مرسلین کے پائے استقلال میں بھی لغزش آگئی ہے اور موسیٰ کلیمؑ جب مجمع البحرین کے دریائے سفر سے گذر رہے تھے تو ناشتہ گم ہوجانے سے ملول ہو کر پکارے "اس سفر[2] نے بڑی تھکن پہنچائی۔" مشیت ایزدی اور ذاتی کمالات نے مجبور کیا کہ فرزند رسولؐ مسلم بن عقیلؑ کو اپنی بہادر اور سرفروش جماعت سے علیحدہ کریں۔ مسلمؑ نے سر اطاعت خم کیا عرب کے چٹیل میدان میں سفر اور ریگستان کی پرخطر راہوں سے گذرنے پر تیار ہو گئے۔ گرمی کے دنوں میں بے آب و گیاہ جنگلوں سے گذرنے میں عذر نہ کیا۔

انتخاب مسلمؑ کا راز

اہل کوفہ کی استدعا کے وقت امام حسینؑ کے اہل بیت میں ایسے افراد موجود تھے جن میں سے کسی ایک کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیتے اور مقصدِ تبلیغ پورا ہو جاتا لیکن امام حسینؑ نے منصب کی اہمیت کو محسوس کیا۔ ان کے گھرانے میں ایسے نوجوان بھی تھے جن

---

[1] آل عمران پ ۴ [2] لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبًا

Presented by www.ziaraat.com

سے منافی عصمت کوئی فعل ظہور میں آتے نہیں دیکھا جس کو حکم دیتے وہ عدالت کی صفت سے متصف اور اس عہدہ کا حقدار تھا۔ کسی نوعمر، ناتجربہ کار کا انتخاب نہیں کیا بلکہ حضرت مسلمؑ ایسے شخص کو (جن کا تابعی اور ثقہ ہونا طبقہ مخالف بھی تسلیم کرتا ہے) روانہ کیا۔ یہ تو ان میں نائب امام کی حیثیت تھی، اب رہی یہ بات کہ جنگی اصول سے ان کے انتخاب کا کیا راز تھا۔ یہ بھی حیثیت کی ایک اعلیٰ سیاست ہے۔ اگر علی اکبرؑ کو بھیج دیتے تو شہزادے کے نام میں علویت کا جوہر موجود تھا۔ علی کے معنی بلند و برتر کے ہیں۔ لفظ میں وہ سطوت و جبروت موجود ہے جس سے تشدد کا پتہ چلتا ہے۔ اگر عباسؑ کو بھیجتے تو عباسؑ کے معنی شیر درندہ کے ہیں۔ ان کی بہادری اور دلیری سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا لوگ سمجھ جاتے کہ اس انتخاب میں جلال و قتال کے سوا کوئی اور پہلو سامنے نہیں رکھا گیا ہے لہٰذا عباسؑ کو بھی نہ بھیجا۔ مسلمؑ کو بھیجا۔ اسلام کے معنی "گردن نہادن" کے ہیں۔ مسلم کے نام پر مظلومیت برستی ہے ان کے بھیجنے کے بعد کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حسینؑ تبلیغ دین کے پردے میں جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ انتخاب سے صاف ظاہر ہے کہ نیابت کے فرائض کو وہ ادا کر رہا ہے جو اپنے نام میں بھی تشدد کی جھلک نہیں رکھتا۔

اپنے ساتھ کربلا میں نہ رکھنے کے علل و اسباب

جس طرح حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیج دینا انتہائی حکیمانہ فعل تھا اسی طرح اس تصویر کا دوسرا رُخ ان کو اپنی بہادر اور دلیر جماعت سے علیحدہ کر دینا بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔ کربلا کی جنگ دنیا کے اصول حرب کے بالکل خلاف لڑائی تھی۔ اگر درحقیقت وہ کربلا میں لڑنے کے لئے آتے تو فوج جمع کرتے، آلات حرب فراہم کرتے، سپاہیوں کا دل بڑھاتے، سامانِ خورد و نوش

Presented by www.ziaraat.com

فراہم کرتے عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لاتے مگر آپ نے اصولِ جنگ کے خلاف مستقل جہاد کیا۔ قدم قدم پر اپنے قتل کی خبر دی، ساتھیوں کو بیعت سے باہر کر دیا عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے۔ پانی افراط سے موجود ہوتے پر حر کے رسالہ کو آتے دیکھ کر پورے لشکر کو سیراب کیا۔ جانور تک پیاسے نہ رہے۔ اپنی طاقت کو بجائے منظم کرنے کے متفرق کر دیا۔ محمد حنفیہؑ کی بہادری اور شجاعت شہرۂ آفاق تھی۔ صفین اور جمل کے میدان ان کی زلزلہ افگن جنگ کے گواہ تھے۔ اگر ہم محمد حنفیہؑ کی شجاعت پر مکمل تبصرہ کریں تو ایک مستقل عنوان درکار ہے۔ حسینؑ کو اگر لڑنا ہوتا تو محمد حنفیہؑ ایسے بطلِ اعظم کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے اپنی مخصوص پالیسی سے محمد حنفیہؑ کو مدینہ میں رہنے پر مامور کیا۔ مسلمؑ کی شجاعت اور بہادری سے بھی واقعہ کربلا میں پورا فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ وہ کسی طرح محمد حنفیہؑ سے کم نہ تھے۔ اگر روزِ عاشورہ ہوتے تو دشمن کے ٹڈی دل فوج ان کے شیرانہ حملے سے زیر و زبر ہو جاتی اور ممکن تھا کہ فتح حسینؑ کی ہوتی اور مقصدِ شہادت پورا نہ ہوتا۔ اس لئے اپنی طاقت پر دوسری ضرب لگائی کہ ان کو کوفہ کا امام بنا دیا۔ پھر بھی نام نہاد امت کے لئے حسینؑ کو اپنے بیشہ کے شیروں سے خطرہ تھا۔ عباسؑ باقی تھے اور ان کی شجاعت کو بھی دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان تینوں بھائیوں میں کون زیادہ دلیر ہے۔ وہ سب ایک بیشہ کے شیر اور ایک تسبیح کے دانے تھے جن کی بہادری کو منتقل کیا جا رہا تھا۔ عہدے تقسیم ہو چکے تھے اور عباسؑ کے لئے کوئی موقع نہ تھا۔ انہوں نے بچپن سے ساتھ چھوڑا ہی نہ تھا۔ لہٰذا مشک و علم دے کر ان کی ذمہ داری کو بڑھا دیا۔ اور صرف پانی لانے کی اجازت دی۔ وقتِ رخصت

Presented by www.ziaraat.com

فرمایا: "بھیّا جاؤ شاید کچھ پانی لے کر آسکو" (اور بچے سیراب ہوں)۔ اب حسینی فوج میں انصار کے علاوہ ایک جوان اور ایک نوجوان باقی رہ جاتا ہے۔ بھائیوں میں عون بن علیؑ جن کا حملہ تین میل تک (فرسخ) طویل تھا۔ یہ جوان تھے اور علی اکبرؑ نوجوان، باقی بنی ہاشم لڑکے اور بچے تھے اور بس مسلمؑ کو کوفہ بھیج دینے کی وجہ یہ تھی۔

امام حسینؑ کا خط اہلِ کوفہ کے نام

مسلم بن عقیلؑ مکہ کے دورانِ قیام میں فرزندِ رسولؐ کے ساتھ تھے اور کوفہ سے بلا مبالغہ ہزاروں خط آچکے تھے جن کے جواب میں امامؑ نے یہ طے کر لیا کہ کوفہ کی طرف بھیجنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں وہی ہیں۔ مصمّم ارادہ کر کے اہلِ کوفہ کے نام خط لکھا:

"یہ خط حسین بن علی کی طرف سے گروہِ مومنین اور مسلمانوں کی طرف ہے۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے (واضح ہو) ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی آخری وہ دو شخص ہیں جو تمہارے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے اور تمہارے سب خط بھی پہنچے۔ مضامین ذہن نشین ہوئے۔ تم نے لکھا کہ ہم پر کوئی امام نہیں جو رہنمائی کرے لہٰذا کوفہ آئیے تو میں تمہاری[۲] طرف اپنے بھائی اور چچا کے فرزند اور اہلِ بیت میں ثقہ شخص مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں اگر انہوں نے تمہارے اتحاد و اتفاق سے مجھے باخبر کیا تو میں بھی آسکتا ہوں امام نہیں ہے مگر وہ جو کتاب خدا سے حکم کرے اور عدل کے جادہ پر اس کے

---

[۱] اذھب الی الفرات لعل ان تاتی لبشئ من الماء (نور العین ابو اسحاق اسفرائنی صـ۲۳)

[۲] بعثت الیکم باخی وابن عمی وثقتی من اھلبیتی مسلم بن عقیل (تاریخ کامل ابن اثیر)

Presented by www.ziaraat.com

قدم ہوں اور دین راستی پر ہو اور اپنے نفس کو حدود شریعت میں قید کرے۔"

روانگی یہ خط لکھ کر مسلم بن عقیلؑ کو طلب کیا اور تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت کر کے فرمایا کہ لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آنا اور اگر کوفہ کے لوگ میرے دوست صادق نظر آئیں اور ان کے دل مکر و فریب سے خالی ہوں تو مجھے اطلاع کرنا تاکہ ان کی دعوت قبول کرنے میں جلدی کروں۔ قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدی کو جو کوفہ سے پیشوائی کے لئے آئے تھے حضرت مسلمؑ کے ساتھ کیا۔ یہ واقعہ ۱۵ ماہ رمضان المبارک ۶۰ھ کا ہے۔ اسی تاریخ سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کی ولادت تھی جس سے ظاہر ہے کہ فرزند رسولؐ نے بھائی کو نیک تاریخ میں کوفہ روانہ کیا۔

سفر میں پہلا شگونِ بد پہلی منزل کو طے کیا تھا کہ داہنی طرف سے ایک شکاری نظر آیا جو ہرن کے تعاقب میں گھوڑا ڈالے آ رہا تھا اور اس نے تیزی سے آہو کو گرفتار کر کے ذبح کیا۔ فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس فالِ بد سے ہر مسافر کا دل کھٹک جائے۔ آپ کے دل میں بھی ایک خوف محسوس ہوا اور بدشگونی سمجھ کر واپس آ گئے۔ اور امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ میرے خیال میں یہ سفر مبارک نہ ہوگا اور آپ جو چاہتے ہیں اس کی تکمیل مشکل ہے۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ بھائی اگر ڈر کے پلٹ آئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں میرے ساتھ رہو میں کسی دوسرے کو بھیجتا ہوں۔" مسلمؑ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا تھا اس کو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اطلاع کی (اگر یہی حکم ہے)

Presented by www.ziaraat.com

اور آپ فرمائیں تو میں دریا[1] میں کود پڑوں اور آگ کے شعلوں سے گزر جاؤں تو مجھے عذر نہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آخری زیارت نہ ہو۔ میں صرف آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے آیا۔ یہ کہہ کر امامؑ کے ہاتھ اور پیروں پر بوسہ دے کر شدت سے روئے اور کہا مجھے یہ سامان نظر آتا ہے کہ اب زیارت نہ ہوگی۔ امام حسینؑ نے آبدیدہ ہو کر گلے سے لگایا اور سمجھا کر رخصت کیا۔

دوبارہ رخصت ہونے کا ایسا گہرا اثر دل پر ہوا کہ کسی طرح آنسو نہ تھمتے تھے۔ جو پوچھتا تھا کہ آخر رونے کا کیا سبب ہے تو فرماتے تھے کہ امامؑ کی مفارقت میں روتا ہوں۔ منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ[2] پہنچے۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر نماز پڑھی اور متعلقین سے رخصت ہوئے۔ قبیلہ بنی قیس کے دو شخصوں کو بغرض راہبری اجرت[3] پر طے کر کے غیر آباد راستوں سے روانہ ہوئے۔ موسم کی صعوبت اور بے آب و گیاہ جنگلوں سے گذرنے کی سختی میں راہ بھول گئے۔ پیاس سے خطرہ محسوس ہونے لگا ساتھیوں کی حالت زیادہ خراب تھی۔ دونوں رفیق سفر باوفا تھے۔ آخر تک اپنے فریضہ پر باقی رہنا چاہتے تھے۔

دوسرا شگون بد

حالت پیاس سے زیادہ خراب ہوئی مگر پانی کے لئے ایک سمت اشارہ کر کے دونوں جاں بحق[4] تسلیم ہو گئے۔ آپ افتاں و خیزاں اشارہ پر چلے اور گاؤں میں پہنچ کر جس کا نام مضیق تھا، پانی سے سیراب ہوئے۔ پہلی مرتبہ ہرن کا ذبح ہونا اور پھر ساتھیوں کی موت، دل پر ایک چوٹ پڑی اور فال نیک نہ سمجھ کر امامؑ کی

---

[1] ناسخ التواریخ [2] اصابہ فی تمیز الصحابہ و تاریخ کامل
[3] ارشاد شیخ مفید [4] ارشاد

خدمت میں خط لکھا :۔

" امابعد دو شخصوں کو راہبر قرار دے کر مدینہ سے نکلا جو اثنائے سفر میں راستہ بھول گئے اور پیاس کا غلبہ ہوا، دونوں ہلاک ہو گئے۔ آخر کسی طرح ہم اپنی جانیں بچا کر پانی تک پہنچے۔ یہ شگون بھی اچھا نہیں ہے۔ مجھے اس خدمت سے معاف فرمائیں اور کسی دوسرے شخص کو بھیج دیجیئے "

(آپ کا مسلم)

یہ خط روانہ کر کے جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ تاآنکہ جواب موصول ہوا اور جبین نامہ پر شکن دیکھ کر کمر ہمت مستحکم کرنا پڑی۔

خط کا مضمون

"حسینؑ کی طرف سے ان کے چچا زاد بھائی مسلمؑ کو معلوم ہو کہ استعفیٰ کا خط دیکھ کر مجھے خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس سفر سے تم کو بزدلی تو نہیں روکتی۔ جس سمت میں بھیج رہا ہوں ادھر جاؤ۔ بھائی میں نے اپنے نانا سے سنا ہے کہ ہم اہلبیت بدشگونی کو نہیں مانتے لہٰذا اس خط کو پڑھ کر میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

جناب مسلمؑ ایک غیر معصوم انسان ہونے کی وجہ سے قدم قدم پر ڈرتے نہ تھے بلکہ ان کے خوف کا سارا راز امامؑ کے فیوض سے محروم ہو جانے میں مضمر تھا۔ ان کے دل کو یقین تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ پس اسی بات کا سارا ملال تھا۔ انہوں نے بچپن سے کبھی ساتھ نہ چھوڑا تھا ہمیشہ ساتھ رہے اور ساتھ پرورش پائی۔ سفر ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا۔ امامؑ بھی اس کو محسوس کرتے تھے ورنہ ممکن تھا کہ پہلی مرتبہ کی معذرت پر کسی اور شخص کا انتخاب عمل میں آتا۔ حسینؑ بن علیؑ کو یقین تھا کہ یہ وقتی اضطراب ہے سختی میں پڑ جانے کے بعد مسلمؑ سے زیادہ کوئی مستقل مزاج نہ ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

خط کے تہدید انگیز فقرات دیکھ کر ان کے عزائم میں پختگی پیدا ہو گئی اور کوفہ نہ جانے کے خیال کو ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دیا۔

کوفہ میں داخلہ رفیق ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اب تن تنہا سفر کیا اور مضیق سے روانہ ہوئے۔ عید کا چاند راستہ میں دیکھا۔ ۵ شوال کو نصف شب کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ مختار رح کے گھر میں[1] قیام کیا۔ اس گھر کو شیخ مفید علیہ الرحمہ کے زمانہ میں دار مسلم بن مسیّب کہتے تھے۔ صبح کوفہ میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی کہ امام حسینؑ نے اہل کوفہ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے بھائی کو بھیج دیا لوگ جوق جوق بیعت کے لئے آنا شروع ہوئے۔ جناب مسلمؑ نے امامؑ کا خط پڑھ کر سنایا اور مشروط آنے کے وعدہ سے اطلاع دی۔ کوفہ کا بچہ بچہ منتظر تھا۔ لوگ فرطِ مسرت سے رونے لگے اور سلسلۂ بیعت ۱۸ ہزار آدمیوں تک پہنچا۔

حاضرین میں عابس شاکری نے خدا کی حمد و ثنا کی اور اٹھ کر کہا کہ میں لوگوں کے دل کا حال تو جانتا نہیں، اپنی جان پر اختیار ہے۔ جب مجھے پکاریئے گا تو جواب دوں گا۔ اور اپنی تلوار سے آپ کے دشمنوں کا قتل کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات ہو۔

حبیب بن مظاہرؓ اٹھے اور اس کی طرف نظر کر کے کہا "خدا تجھ پر رحمت نازل کرے جو فرض تھا وہ تو نے ادا کیا میں بھی اسی جادہ پر ہوں"۔ پہلی نشست سے جو بیعت شروع ہوئی تو یہ مجموعی تعداد ۱۸ ہزار نفوس تک پہنچی اور حضرت مسلمؑ نے بیعت لی۔ یہ رفتار دیکھ کر تمام حالات سے فرزند رسولؐ کو مطلع کیا اور آخر نامہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ "اگر دل چاہے تو کوفہ کی طرف تشریف لایئے"۔

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر اور بروایتے سلیمان بن صرد کے گھر میں ٹھہرے اور اصابہ میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے گھر میں قیام کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا باب

بصرہ میں حسینی پیغام نامہ بر کا قتل

مسلم بن عقیلؑ کا خط امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور جب صورت حال معلوم ہوئی تو آپ نے اتمام حجت اور حلقۂ اثر وسیع کرنے کے لئے ایک خط بصرہ کے مومنین کو لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے بعد حمد و صلواۃ کے معلوم ہو خدا نے محمدؐ کو تمام عالم پر برگزیدہ اور نبوت سے معزز کیا اور ان کو رسالت کا شرف عطا فرمایا اور دنیا سے اس وقت اٹھایا جب وہ بندگانِ خدا کی نصیحت سے فارغ ہو چکے اور اپنے رب کی رسالت پہنچا چکے تھے۔ ان کے بعد ان کے اہل بیت اور خاندان کے منتخب لوگ قائم مقامی کے زیادہ حقدار ہیں مگر ہم پر ایک جماعت حاکم بن بیٹھی مصلحت نے ہم کو مجبور کیا کہ (دنیوی حاکم) مان لیں اور فتنہ کو دبانے اور طلب عافیت کے لئے ہم راضی رہے۔ میں تمہاری طرف یہ کتاب بھیجتا ہوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تم یاد رکھو کہ سُنتِ رسولؐ کو مُردہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم نے میری دعوت پر لبیک کہا اور اطاعت قبول کی تو رشد و ہدایت کے راستہ پر پہنچو گے۔

والسلام"

Presented by www.ziaraat.com

یہ خط آپ نے اپنے غلام سلیمانؓ جس کی کنیت[1] ابو زین تھی کے ہاتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ جلد اس خط کو بصرہ پہنچادے سلیمانؓ حسب فرمان بصرہ آیا اور احنف بن قیس منذر بن جارود، یزید بن مسعود نہشل، قیس بن ہیثم اور دوسرے لوگوں کو خط دیا۔ یزید بن مسعود نہشلی کو امام سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ انہوں نے بنی تمیم اور بنی حنظلہ اور بنی سعد کے لوگوں کی ایک کمیٹی کی اور معویہ کی موت، یزید کی مداخلت فی الدین اور بدکاری کا اعلان کرتے ہوئے امام حسینؑ کے اوصاف اور آپ کا احق بالخلافت ہونا بیان کر کے کہا خدا کی قسم کوئی ایک بھی اگر ان کی نصرت میں کمی کرے گا تو خدا اس کی اولاد تک کو ذلیل و رسوا کرے گا اور قبیلہ کے لوگ ختم ہو جائیں گے۔ میں نے تو لباس حرب پہن لیا۔ بنی حنظلہ نے یہ تقریر سُن کر جواب دیا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے ترکش کے تیر ہیں۔ اگر ہم کو کمان سے رہا کرو گے تو ہم نشانہ پر ضرور پہنچیں گے۔ اگر دریا اور آگ میں ڈال دو گے تو واپس نہ ہوں گے۔

---

[1] بروایت ابن نما پیامبر کا نام ذراع سدوسی ہے اور مولف ریاض المصائب کی تحقیق ہے کہ اس کا نام دراع تھا اور وہ امام کا برادر رضاعی ہونے کا فخر بھی رکھتا تھا

[2] یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسینؑ نے بجز حضرت فاطمہ زہراؑ کسی کا دودھ نہیں پیا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو عبد اللہ بن یقطر کو دودھ شریک بھائی کہا جاتا ہے، پھر دارع بھی برادر رضاعی تھے۔ یہ سب غلط فہمی ہے جس میں راوی جادۂ حقیقت سے دور ہو گئے۔ ظاہر نظر میں اس نامہ بر کا نام دادع یا ذراع تھا جو خط پہنچا کر ایلچی ہونے کے جرم میں قتل ہوا اور سلیمان کو یہ عہدہ تفویض نہیں ہوا۔ سلیمان واقعۂ کربلا میں روز عاشورہ شہید ہوئے۔

Presented by www.ziaraat.com

بنی سعد بن یزید نے کہا کہ تمہاری مخالفت سے زیادہ مجھے کوئی چیز بری نہیں معلوم ہوتی۔ ہم تمہارے حکم کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھائیں گے۔

بنی عامر بن تمیم نے کہا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے آباؤ اجداد کی اولاد اور تمہارے حلیف ہیں لہٰذا ہم ساتھ ہیں۔

ابو خالد نے کہا اے بنی سعد اگر تمہارے قول و فعل یکساں ہیں تو ضرور خدا تمہاری مدد کرے گا۔

بصرہ کے نمودار لوگوں میں کوئی باقی نہ رہا جس نے فرطِ شوق میں امامؑ کا خط نہ پڑھا ہو۔ صرف منذر بن جارود (لع) کو اس خط سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ وہ یزید (لع) کا صحبت نشین اور ابن زیاد (لع) کا خسر تھا۔ بصرہ کی حکومت اس وقت ابن زیاد (لع) ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ایسے جابر اور دشمنِ خاندانِ رسالتؐ حاکم کی رعایا میں فرزندِ رسولؐ سے اتنی ہمدردی باقی رہنا تعجب ہے اور یہ ان کی انتہائی عقیدت تھی کہ فوراً جواب کے لیے قلم اٹھالیا۔

(آقائے کونینؑ) آپ کا خط پہنچا اور کاشفِ احوال ہوا۔ خدا نے کبھی زمین کو خالی نہیں چھوڑا ایک ایسے عالم سے جو نیکیوں کو بجا لائے۔ نجات کا راستہ دکھائے۔ یقیناً آپ خدا کی حجت اس کی مخلوق پر ہیں آپ شجرِ احمدی کی سربلند شاخ ہیں مرسلؐ اصل تھے اور آپ فرع (آپ ادھر تشریف لائیں تو) بنی تمیم کی گردنیں آپ کے سامنے جھکی ہوئی ملیں گی اور وہ جس طرح پیاسا اونٹ پانی کی طرف دوڑتا ہے اس سے بھی تیز آپ کی سمت دوڑیں گے۔ بنی سعد بھی مطیع و منقاد ملیں گے۔ میں نے ان کی دلی مخالفت کو سحابِ نصیحت کے چھینٹوں سے دھو کر چمکا دیا ہے۔"

جب یہ نامہ امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے دل سے دعائے خیر کی اور

Presented by www.ziaraat.com

کاتب کے لئے فرمایا "خدا تجھے بے پناہ ڈر اور دہشت کے دن اپنے امن و امان میں رکھے اور تشنگی کے دن پیاس بجھائے۔"

پہلی قربانی

ابوخالد خط کا جواب لکھ کر حلقۂ ارشاد کی تنظیم میں مصروف ہوئے۔ عرب میں پیامبر کا غیر معمولی احترام کیا جاتا تھا۔ ان کو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حسینؑ بن علیؑ فرزندِ رسولؐ کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیگا۔ مگر منذرؔ[1] کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے کسی طرح نامہ بر ابن زیاد[لعین] کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے نامِ حسینؑ سنتے ہی حکم دیدیا کہ ایلچی کو قتل کر دیا جائے۔ شہادت کے بعد یہ مردِ دیندار سُولی پر چڑھا دیا گیا۔[1] اسلام میں یہ پہلا موقع ہے کہ نامہ بر قتل ہوا۔ اس قتل کے بعد ابن زیاد[لعین] نے خطبہ پڑھا۔ اور بصرہ میں صرف ایک شب قیام کے بعد اپنے بھائی کو چارج دے کر کوفہ روانہ ہوا۔ اہلِ بصرہ سے ہم کو شکایت ہے کہ اس نامہ بر کا نشان قبر باقی رکھا ہوتا تو حسینؑ کے زائر قبر پر عقیدت سے پھول چڑھاتے۔ واقعۂ کربلا میں اہلِ بصرہ نے کیا کیا؟ لشکر لے کر اس وقت پہنچے کہ راستہ سے شہادتِ عظمیٰ کی خبر[2] سُنی اور بے نیل و مرام[3] واپس ہوئے۔ مورخین نے تو لکھا ہے کہ "لاجرم[4] بار بکشودند و بسوگواری نشستند۔" لیکن امام جعفر صادقؑ کو ان کے شریکِ غم نہ ہونے کا بھی شکوہ ہے اور آپ نے ایک حدیث[5] میں فرمایا ہے کہ امام حسینؑ پر وہ چیزیں جو مشاہدہ میں ہیں اور جن کو باصرہ دیکھ نہیں سکتا سب روئے مگر تین مقامات نہیں روئے اہلِ بصرہ، دمشق، اولادِ حکم بن ابی عاص۔

---

[1] ریاض المصائب عربی چھاپا [2] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۸

[3] مجبوراً بندھا ہوا سامان کھول دیا اور شہیدوں کی یاد میں گریہ و زاری شروع کی۔

[5] ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۳۸۲

Presented by www.ziaraat.com

چوتھا باب

حضرت مسلمؑ کے مشکلات
ابن زیادؑ کا بصرہ سے کوفہ کو تبادلہ

امیر المومنینؑ کی تبلیغ کا کوفہ میں خاصہ اثر تھا۔ وہاں لوگ جمعہ و جماعت کے شائق تھے وہ حکام جور کے مقرر کئے ہوئے عاملوں کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار نہ تھے۔ نماز جمعہ اور عیدین بھی ان سے ترک تھی۔ خطوط میں اپنے دینی تکالیف کا اظہار کر چکے تھے۔ حضرت مسلمؑ کے پہنچتے ہی کوفہ میں وہ علمی آثار نظر آنے لگے جو دور امیر المومنینؑ میں تھے۔ گروہ مخالف پر یہ رونق بہت شاق تھی۔ اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت مسلمؑ کا اثر عوام میں نہ پھیلے حکومت سے مدد لینے کے بعد حضرت مسلمؑ کا وقار گھٹ سکتا تھا۔ لیکن کوفہ کی عنان نعمان بن بشیر کے ہاتھ میں تھی اور اس کی مرنجاں مرنج پالیسی سے کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔ یزیدؑ کے ہوا خواہوں نے نعمان سے اپنا رویہ بدلنے کی خواہش کی نعمان نے جواب دیا کہ میں معصیت خدا میں سخت ہونے سے طاعت الہٰی میں کمزور سمجھے جانے کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمیؑ نے یزیدؑ کو خط لکھا کہ مسلمؑ کوفہ پہنچ گئے ہیں اور شیعیان کوفہ اُن سے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو اپنے زیر انتظام رکھنا ہے تو ایک ایسا با اقتدار شخص مقرر کر جو تیرے احکام کی تعمیل کرے۔ نعمان بن بشیر ایک ضعیف شخص ہے جس کا نگاہوں میں کوئی وقار نہیں ہے۔ یہ پہلا خط تھا جو قتل حسینؑ کی تحریک میں یزیدؑ کو ملا۔ عمر ابن سعد بن وقاصؑ اور عمارہ بن عقبہؑ نے بھی اسی مضمون کے خطوط بھیجے اور یزیدؑ نے غور کرنا شروع کیا کہ کوفہ کی عنانِ حکومت کس کے ہاتھ میں دی جائے۔

سرجون رومی معاویہ کا ایک ادنٰی غلام تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے وزارت کی کرسی تک پہنچا۔ یزیدؑ نے اپنے دورِ حکومت میں اس کے عہدہ کو باقی رکھا

Presented by www.ziaraat.com

اور یہ تمام خطوط سرجون کے سامنے ڈال دیئے اور کہا تیری یہ رائے کیا ہے حکومت کوفہ کس کو دی جائے۔ سرجون ابن زیاد لعہ کا نام لینا چاہتا تھا لیکن یزید لعہ کو ابن زیاد لعہ سے کچھ شکائتیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لئے ظاہر بظاہر تو نام نہ لیا اور یزید لعہ سے پوچھا کہ اگر اس وقت معاویہ زندہ ہو کر تیرے سامنے آ جائے تو کیا باپ کا کہنا مانے گا۔ یزید لعہ نے جواب دیا۔ میں یقیناً حکم کی تعمیل کروں گا۔ سرجون نے جیب سے ایک تحریر نکالی اور کہا یہ معاویہ کا عہدنامہ ہے۔ وہ کوفہ کی حکومت ابن زیاد لعہ کے نام لکھ چکا ہے۔ یزید لعہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اسی وقت ابن زیاد لعہ کو لکھا:

"میرے دوستوں نے خبر دی ہے کہ فرزند عقیل لشکر جمع کر رہے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو پراگندہ کریں لہٰذا خط کو پڑھتے ہی کوفہ روانہ ہو اور انہیں اس طرح ڈھونڈ جیسے (گمشدہ) جواہر کی تلاش کرتے ہیں (مسلم مل جائیں تو ان کو قتل کر دے یا کوفہ سے باہر کر دے۔"

یہ خط مسلم بن عمر باہلی لعہ کے ہاتھ روانہ ہوا اور دوسرا خط اس سے بھی سخت الفاظ میں لکھا:

"اما بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ حسین بن علی سے بیعت کر رہے ہیں۔ میں نے جو خط لکھا ہے اس پر جلد عمل پیرا ہو اور اس خط کے پڑھتے ہی فوراً البصرہ چھوڑ دے (روانگی میں) سستی اور کاہلی نہ ہو (میں چاہتا ہوں علی کی نسل میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور مسلم کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس روانہ کر دشمن دے۔ قمع کرنے کے لئے میرے ترکش میں تجھ سے زیادہ کامیاب تیر نہیں ہے جو نشانہ سے خطا نہیں کر سکتا۔"

جب یہ خط بصرہ پہنچا تو ابن زیاد لعہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ بصرہ تو زیر انتظام تھا ہی اب کوفہ پر بھی حکومت کا اختیار حاصل ہوا۔ اعلان کیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

اہلِ بصرہ مسجد میں جمع ہوں۔ ابن زیاد لعنہ منبر پر گیا اور کہا:

اے اہلِ بصرہ یزید خلیفۂ وقت نے مجھے کوفہ کا حاکم بنایا ہے اور میں کوفہ جا رہا ہوں اپنا قائم مقام اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو کرتا ہوں تم اس کے احکام کی تعمیل اور اطاعت کرنا اگر میں نے سُنا کہ تم میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

ابن زیاد لعنہ یہ خطبہ پڑھ کر منبر سے اُتر آیا اور سامانِ سفر مہیا کر کے مع خدم و حشم کوفہ روانہ ہوا۔ مسلم بن عمرو باہلی لعنہ اور منذر بن جارود عبدی لعنہ اور شریک بن اعور حارثی رحمۃ اللہ علیہ ابن زیاد لعنہ کے ساتھ تھے۔

(نوٹ) ابن زیاد لعنہ اور شریک بن اعور حارثی کا ساتھ غالباً راستہ تک رہا اور شریک رضی اللہ عنہ نے دار الامارہ میں قیام کے بجائے ہانی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں قیام کیا اور کوفہ پہنچ کر وہ بیمار پڑ گئے۔

ابنِ زیاد کوفہ میں

ابن زیاد لعنہ کی شان یہ ہے کہ سر پر سیاہ عمامہ جسم میں سفید قبا اوپر سے جنگی جبہ اور چادر اوڑھے ہوئے منہ پر ڈھاٹا باندھا ہوا کمر میں تلوار، کاندھے پر کمان خچر پر سوار ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے جمعہ کے دن نماز کے وقت داخلِ کوفہ ہوا۔ بیرونِ شہر پہنچ کر سواری سے اُتر کے کسی قدر آرام کیا۔ اہلِ شہر کو خبر ہو گئی کہ بیرونِ شہر ایک قافلہ اترا ہے جو ہو نہ ہو حسین کا لشکر ہے۔ اہلِ کوفہ عورتیں و مرد جمع ہوئے اور کوفہ میں بے چینی کے ساتھ امامؑ کا انتظار شروع ہوا۔ دو گھنٹہ رات جب گذر گئی تو ابن زیاد لعنہ اپنے ساتھیوں کے بیچ میں آ کر داخلِ شہر ہوا۔ شب ماہ اور چاندنی چھٹکی ہوئی تھی مگر ابن زیاد لعنہ نے اپنی ہیئت کو ایسا بدل دیا تھا کہ کوفہ والوں کو پہچاننے میں دیر ہوئی۔ ہر

Presented by www.ziaraat.com

شخص یہی سمجھا کہ امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ زبانوں پر "فرزند رسول مرحبا" کی صدائیں جاری ہوئیں۔ عورتیں قسمیں کھا کھا کر کہہ رہی تھیں کہ مرسل زادہ یہی ہے۔ دل کے جذبات زبان تک پہنچ رہے تھے اور ہجوم میں یہی سنائی دے رہا تھا "ہم چالیس ہزار آپ کے ساتھ ہیں" ابن زیادؑ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا بمصلحت اس نے بجز جواب سلام کسی سے بات نہیں کی۔ جب دارالامارہ کے قریب پہنچا اس وقت بھی نعمان بن بشیر کو حاضرین نے یہی خبر دی کہ امام حسینؑ آگئے۔ نعمان نے نگہبان کو حکم دیا کہ دروازۂ قلعہ بند رہے۔ اور آدھی فوج پھاٹک کے سامنے اور آدھا لشکر کوٹھوں پر چڑھ جائے۔ جب دارالامارہ کا دروازہ نہ کھلا تو مجمع نے نعمان کو سخت سست الفاظ کہنا شروع کئے۔ نعمان نے اسی خیال کے تحت میں بالائے قصر سے پکار کر کہا "یا ابن رسول اللہ دروازہ کھلوانے سے باز رہیئے میں آپ سے جنگ نہ کروں گا۔ دارالامارہ میں آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں"

ابن زیادؑ نے نقاب اُلٹ دی اور کہا کہ "اے نعمان رات زیادہ آچکی ہے دروازہ کھول دے" ابن زیادؑ اپنی خاموشی سے پورا فائدہ اٹھا چکا تھا اور امام حسینؑ کے اثرات کا اندازہ تو کر ہی لیا تھا۔ آخر اس راز کو فاش ہونا تھا۔ آواز سنتے ہی کوفہ کے ایک شخص نے پہچانا کہ یہ تو ابن زیادؑ ہے اور پکار کر کہا۔

حاضرین! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ تو ابن مرجانہؑ ہے۔ یہ سننا تھا کہ لوگ پراگندہ ہونا شروع ہو گئے۔ اور نعمان نے آواز پہچان کر دروازہ کھولا اور ابن زیادؑ دارالامارہ میں داخل ہوا۔

صبح کو جامع مسجد میں لوگوں کو دعوت دی گئی اور کوفہ کے لوگ سمٹ

Presented by www.ziaraat.com

آئے۔ وہ سادہ لوحی سے اب بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حسین بن علی کے زیرِ قیادت ہیں۔ ابن زیادؒ نے خطبہ میں پوچھا کہ اے اہل کوفہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کہا ہاں! آپ حسین بن علی ہیں۔ کہا میں حسین نہیں ہوں، عبید اللہ ابن زیاد یزید کی تلوار ہوں۔ اپنے تعارف کے بعد کہا امیر المومنین یزید نے مجھ کو تمہارے شہر کا حاکم قرار دیا ہے کہ مظلوم کا انصاف کروں اور محروم کو اس کا حق عطا کروں اور رعیت پر باپ کی طرح شفقت کروں۔ میرا تازیانہ اور تلوار اس شخص کے لئے ہے جو مخالفت اور عہد شکنی کرے۔

اس خطبہ کے بعد شہر کے سربرآوردہ لوگوں کو حکم دیا کہ حاضر ہوں اور یزیدؒ کے مخالفین میں ہر شخص کے نام لکھے جائیں (اس اطلاع کے بعد) جس کی مخالفت کا علم ہو جائے اس کو گھر کے دروازہ پر سولی دے دیں اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ کے عورتوں کو قید کر لیں، اس قرارداد کے بعد ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ عرب کے قبیلوں میں جا کر ندا کرے کہ یزید کی بیعت میں داخل ہو اور وہ وقت نہ آئے کہ تمہارے مردوں کے قتل اور عورتوں کی اسیری کے لئے شام سے لشکر آئے۔ مردم کوفہ نے اچانک جو یہ کلمات سنے تو ان پر ایک غیر معمولی ہیبت طاری ہو گئی اور حضرت مسلمؑ کی بیعت سے نکل کر یزیدؒ کے حلقۂ اطاعت میں آ گئے۔

نقلِ مکان اور ہانیؒ کی میزبانی

مسلم بن عقیلؑ مختارؒ کے گھر میں تھے اور جدید انقلاب کی خبریں ان تک برابر پہنچ رہی تھیں۔ ابنِ زیادؒ کے کوفہ آنے پر وہ روزِ سیاہ آ گیا

---

[1] ریاض المصائب عربی

Presented by www.ziaraat.com

جس کی تاریکی بڑھتی ہی گئی۔ مادیت اور روحانیت کے تصادم کا یہی وقت تھا۔ حق و باطل کی جنگ کے سامان نظر آئے۔ ظلمت نے نور پر قابو پانے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ کفر ایمان سے برسر پیکار ہوا۔ ایک طرف فسق و فجور تو دوسری طرف زہد و تقویٰ، ادھر مکر و فریب تو ادھر ایمانداری، وہاں ظلم و جور، یہاں عدل و انصاف جو ہرگز باہم جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک طاقت کو مٹ جانا ہے اور فنا ہونے والا ہی بقا کا حقدار ہوگا۔ موت کے فلسفہ کو سمجھنے والے نہ دشمن سے ڈرتے ہیں نہ ان کو مر جانے کا خوف ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا مقصد پورا ہوا یا نہیں۔ ان کی فتح بس یہی ہے کہ بات رہ جائے، خواہ وہ نہ رہیں۔ کوفہ کی حکومت میں انقلاب کے ساتھ حضرت مسلمؑ کے نصب العین میں بھی انقلاب پیدا ہوا اور انہوں نے آج نمازِ صبح اپنی قیام گاہ پر فرادیٰ ہی پڑھی۔ مسجد میں جانا خلافِ مصلحت تھا۔ ظہر کے وقت مسجد میں آئے تو نہ موذن تھا نہ نمازی۔ خود اذان کہہ کر نماز پڑھی اور جب مسجد سے نکلے تو ایک نوجوان راستہ میں ملا[1]۔ اس سے پوچھا کہ اب اہلِ کوفہ نے کیا کیا؟ جواب ملا کہ امام حسینؑ کی بیعت پر اب کوئی باقی نہیں ہے۔ سب یزیدِ لعین کی بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے کفِ افسوس ملا[2] اور قصد کر لیا کہ مختارؒ کے گھر کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس ارادہ سے قیام گاہ کا رُخ نہیں کیا۔ گلیوں میں پھرتے رہے اور محلہ بنی خزیمہ میں پہنچے۔ اس محلہ میں آپ کا آنا بھی کسی عزم و ارادہ کے تحت میں نہ تھا۔ راہ سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے بلا قصد پہنچے اور ایک عالی شان مکان دیکھ کر دروازہ پر ٹھہر گئے۔ کنیز جو گھر سے نکلی تو پوچھا یہ گھر کس کا ہے۔ کہا ہانی بن عروہ کا۔ ہانیؒ غیر معروف آدمی نہ تھے، نام پہچانا ہوا

---

[1] ریاض المصائب [2] ریاض المصائب۔

Presented by www.ziaraat.com

تھا اور اس نام سے لوٹے الفت آتی تھی۔ کنیز سے کہا کہ ہانیؒ سے جاکر کہہ دے کہ ایک شخص آیا ہے اور تمہیں بلاتا ہے۔ اگر نام پوچھیں تو کہہ دینا مسلم ہیں۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ہانیؒ اطلاع[1] پاکر گھر سے نکلے اور حضرت کے آنے کو کراہت کی نگاہ سے دیکھا اور جب انہوں نے مہمان ہونے کی خواہش کی تو ٹھہرانے میں عذر کیا۔

ہمارے نزدیک ہانیؒ کی مروّت سے یہ بعید تھا کہ جس خاندان کا وہ کلمہ پڑھتے ہوں اس کے ایک نمایاں فرد سے بے رخی کریں اور تاریخی لحاظ سے بھی اس بیان میں سقم ہے۔ ہانیؒ میں طول مرض سے نشست و برخواست کی طاقت بھی نہ تھی وہ دروازے تک ہرگز نہیں آئے۔ کنیز نے گھر سے نکل کر یہ کہا اے میرے سردار ہانیؒ تو بیمار ہیں۔ آپ اندر ہی تشریف لے آئیے مسلمؑ اندر گئے، ہانیؒ کے جسم میں مسرت کی روح دوڑ گئی ـــــ چاہتے تھے کہ بغلگیر ہونے کو بستر[2] مرض سے اٹھیں مگر قوت نے وفا نہ کی۔

پورے خلوص اور عقیدت کے ساتھ حضرت مسلمؑ کو مہمان کیا اور زنانخانے سے متصل ایک قطعہ مکان میں ٹھہرایا۔ اس معزز مہمان کا آنا قدر شناس میزبان کے لئے کچھ اس قدر مبارک ثابت ہوا کہ ہانیؒ کو صحت ہونا شروع ہوئی اور اتنی قوت آگئی کہ شبانہ روز حاضر خدمت رہنے لگے۔ مسلمؑ کی روحانیت کا وہ اثر تھا کہ اب بھی بعض پُرخلوص عرب خفیہ آکر بیعت کر رہے تھے اور اس امر کی کوشش تھی کہ راز فاش نہ ہو۔ رفتہ رفتہ یہ خبریں ابن زیاد لعنہ اللہ علیہ سرکش پر پوشیدہ نہ رہ سکیں۔

---

[1] تاریخ کامل صنا   [2] فنهض ليعتنقه فلم يقدر على النهوض ۱۲ رياض المصائب

Presented by www.ziaraat.com

پانچواں باب

عبید اللہ ابن زیاد[لعین] کے قتل سے حضرت مسلم[ع] کا انکار اور ہانی[رح] کی المناک گرفتاری

ہانی[رح] کوفہ کے مشہور انسان تھے۔ ان کی عزت اور وجاہت کا تقاضہ تھا کہ ابن زیاد[لعین] حاکم کوفہ سہی مگر وہ ہانی[رح] کی مزاج پرسی کے لئے گھر پر آتے۔ ابن زیاد[لعین] نے حکومت کے نشہ میں جب اس اسلامی فرض کو محسوس نہ کیا تو آپ نے حسنِ تدبیر سے اس شکایت کو کسی نہ کسی طرح ابن زیاد[لعین] کے کان تک پہنچا دیا اور ابن زیاد[لعین] نے عیادت کے لئے آنے کا وقت مقرر کیا۔ دوست کے گھر میں دشمن کی آمد۔ حضرت مسلم[ع] کے لئے اس سے زیادہ سنہری موقع نہ تھا کہ ابنِ زیاد[لعین] کا کام تمام کر دیں لیکن ان کا دماغ ایسی انسانیت سوز تدابیر پر غور کا عادی نہ تھا۔ حضرت مسلم[ع] کی انسانیت نواز ذہنیت کے خلاف تو ایک حرف بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ فنونِ جنگ کے ماہر اور حفاظتِ خود اختیاری کے دلدادہ طبقہ نے ابن زیاد[لعین] کے قتل کی تحریک اٹھائی اور عمارہ بن عبد سلومی نے کہا ہماری ساری تنظیم اسی میں منحصر ہے کہ ابن زیاد[لعین] کو قتل کر دیں۔ یہ موقع تو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس مقام پر تاریخ میں اختلاف ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ہانی[رح] نے جواب دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے[1] گھر میں قتل کر دیا جائے۔ ایک حد تک یہ جواب صحیح بھی ہے۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ قتل کی تحریک

---

[1] تاریخ کامل

Presented by www.ziaraat.com

ہانیؓ ہی کی طرف سے ہوئی۔ بظاہر اس کا سبب یہ ہے کہ شریکؓ[1] بن اعور حارثیؓ کی بھی یہی رائے تھی اس لیے امکان ہے کہ ہانیؓ نے اپنی رائے واپس لی اور آخر میں اس تحریک کے خود محرک ہو گئے اور حضرت مسلمؑ سے عرض کیا آپ مجھے دیکھتے رہیں۔ جب میں عمامہ سر سے اتاروں تو پھرتی کر کے ابن زیاد لعین کو قتل کر دیجیے گا ورنہ وہ مجھے اور آپ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ابن زیاد لعین[2] عشا کے وقت ہانیؓ کے دروازہ پر مع اپنے حاجب[3] کے پہنچ گیا۔ ہانیؓ نے کنیز کے ہاتھ میں تلوار دے کر کہا کہ اسے مسلمؑ کو دیدے۔ وہ حجرہ میں پوشیدہ ہوئے ابن زیاد لعین آیا اور ہانیؓ[4] کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ہانیؓ نے اپنے مرض کی سختی اور بخار کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے سر سے عمامہ اتارا اور سمجھے تھے کہ مسلمؑ پردے سے نکل کر کام تمام کر دیں گے مگر مسلمؑ برآمد نہ ہوئے۔ ہانیؓ کو تین مرتبہ عمامہ اتارنے کی نوبت آئی مگر مسلمؑ خاموش رہے۔ اس وقت ہانیؓ نے کچھ اشعار پڑھے۔

جناب مسلمؑ حضرت یوسفؑ کی منزل پر

ہانیؓ کے اشعار پڑھنے سے ابن زیاد لعین کی جبین پر شکن آگئی اور کہا ہانی کو کیا ہو گیا ہے جو بار بار شعر پڑھ رہے ہیں۔ حاضرین نے جواب دیا کہ کچھ نہیں بیماری کا سبب ہے۔ ابن زیاد لعین مشتبہ ہو کے ہانیؓ سے رخصت ہوا۔ مسلمؑ اندرونی حجرے سے نکلے۔ ہانیؓ نے موقع پا کر قتل نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ اور برادر ایتے شریک نے کہا کہ آپ کو ابن زیاد لعین کے قتل سے کون مانع ہوا؟ فرمایا پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ہانیؓ نے اپنے گھر میں ابن زیاد لعین کے قتل کو مکروہ سمجھا تھا

---

[1] وکان شریک شیعیاً تاریخ کامل۔ شریکؓ وہی ہیں جن کو ابن زیاد لعین اپنا دوست سمجھ کر بصرہ سے ساتھ لایا تھا۔ [2] وقت عصر ارشاد[3] ریاض [4] ریاض

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا سبب یہ تھا کہ مجھے رسولؐ کی حدیث یاد آئی "ایمان قتل پر پابندی عائد کرنے والا ہے اور کوئی مسلمان قتل نہیں کیا جا سکتا[1]۔

حضرت مسلمؑ کی زندگی میں یہ وہ مقام ہے جس سے ان کی انسانیت نواز رویّہ کا دشمن کو اقرار کرنا پڑتا ہے اور یہی فرق بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہے وہ آخر تک صراطِ مستقیم پر باقی رہتے ہیں اور یہ ذاتی اغراض کے بندے ہیں مشیت ایزدی یہ تھی کہ حضرت مسلمؑ کے دامن پر ابن زیادلعین کے قتل کا دھبہ آنے نہ پائے اور وہ اس پر تیار بھی نہ تھے کہ اپنے قاتل کو قتل سے پہلے سزا دیں۔ اگر امیرالمومنینؑ نے واقعہ سے پہلے ابن ملجم لعین کو اور حسینؑ بن علیؑ نے ارتکاب جرم سے قبل شمر لعین کو سزا دی ہوتی تو مسلمؑ بھی ایسا اقدام کرتے، قدرت کو ان کا وقار رہتی دنیا تک قائم کرنا تھا۔ واقعات کی گہرائی تک پہنچنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اس ارادہ سے کائنات میں ایسا تزلزل واقع ہوا جیسا حضرت یوسفؑ کو زلیخا کے متہم کرنے پر ہوا تھا۔ وہ زنا ایسے فعلِ شنیع کے لیے مجبور کیے جا رہے تھے اور ان کو قتل پر آمادہ کیا جا رہا تھا۔ لَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ان کے مشکلات کی مکمل تصویر ہے قدرتی سامان (برہان رب) نے یوسفؑ کو بچایا اور مسلمؑ کو قاتل ہونے سے بچانے کی ان کی پاکیزہ ذہنیت کے علاوہ ایک صورت تو یہ ہوئی کہ ہانیؒ کی بی بی سدِ راہ ہوئی اور کہا مسلمؑ تم کو قسم ہے خدا کی میرے گھر میں ابن زیادلعین کو قتل نہ کرنا اور دوسرا قدرتی سامان یہ ہوا کہ انھوں نے جب حجرہ سے نکلنے کا

---

[1] وفی روایۃ فقال مسلم منعنی من ذالک خبر سمعتہ عمّی امیرالمومنین علیؑ بن ابیطالب یقول لا ایمان لمن یقتل مسلماً۔

ارادہ کیا تو کسی[1] نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر روکا اور ہاتف غیبی کی صدا آئی مسلم خدا کی قسم اور محمد کا واسطہ ابن زیاد پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

حضرت مسلم نے ابن زیاد کو چھوڑ دینے کے بعد وجوہ بیان کیئے تو ہانی نے کہا ابن زیاد کا قتل تو ایک فاسق و فاجر کا قتل تھا۔ آپ نے مجھے بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے۔ ہانی کا یہ خیال بالکل صحیح تھا مگر مسلم حسین ایسے رحمدل کے نائب ہو کر آئے تھے۔ ان کو جنگ میں سبقت کرنے کا حکم نہ تھا۔ اگر پہل ان کی طرف سے ہوتی تو یہ داغ ان کے دامن پر رہ جاتا۔

شریک ابن اعور کی وفات

ابن زیاد کے خانۂ ہانی میں آنے کے تیسرے دن شریک جانبر نہ ہوسکے اور انتقال کیا۔ ابن زیاد نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جب یہ معلوم ہوا کہ شریک نے حضرت مسلم کو اس کے قتل کا مشورہ دیا تھا تو ابن مرجانہ نے کہا۔ کہ خدا کی قسم اب میں کسی باشندۂ عراق کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔ اگر زیاد کی قبر نزدیک نہ ہوتی تو میں شریک کو قبر کھود کر نکال لیتا۔

حکومت کوفہ کا جاسوس حضرت مسلم کی تلاش میں

ہانی ابھی پوری طرح تندرست نہیں ہوئے تھے۔ ضعف میں اس قدر کمی ہے کہ کبھی وقت اپنے دروازہ پر آکر بیٹھتے ہیں اور شہر کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش سے غافل نہیں ہیں ادھر ابن زیاد کے دل و دماغ میں یہ خیال پوری قوت سے گردش کر رہا ہے کہ کسی طرح مسلم کو

---

[1] وقال یا اخی کلما هممت بالخروج کان قابضًا لقبض علی یدی و لقد سمعت یقول سألتك بالله وبحق محمد لا تخرج الیه ۔ مقتل ابو مخنف [2] تاریخ کامل

Presented by www.ziaraat.com

گرفتار کرنا چاہیئے مگر یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ جبتک ہانیؒ کے دم میں دم ہے مسلمؑ کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ابن زیادؒ نے اپنے غلام معقلؒ[1] کو طلب کیا۔ جو مکر و فریب میں شہرہ آفاق تھا اور اس کو حکم دیا کہ میرے خزانہ سے تین ہزار درہم[2] لے کر مسلمؑ کو تلاش کر اور یہ رقم ان کے سامنے اس حیلہ سے پہنچا کہ وہ اس سے اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں صرف کریں اور ان کے اندرونی حالات سے مجھے خبر دے، معقلؒ نے یہ رقم لے کر جستجو شروع کر دی۔ ایک دن مسجد جامع میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک سفید پوش شخص نماز میں مصروف ہے۔ معقلؒ کو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی شیعہ علیؑ ہے۔ جانماز کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقلؒ بغلگیر ہوا اور محبّت بھری بات چیت شروع کی۔ نمازی مسلم بن عوسجہؒ ہیں اور معقلؒ ان کے فریب دینے پر ہمہ تن مصروف ہے۔ تاریخ میں اس گفتگو کا سلسلہ یوں وارد ہے۔

معقلؒ:۔ میں اہل شام سے ہوں[3] اور خدا نے میرے دل میں محبتِ اہل بیت پیدا کی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں خانوادۂ رسولؐ کا کوئی شخص امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہا ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم حاضر ہیں اور آرزو ہے کہ ان کے سامنے پیش کروں اور وہ اس رقسم کو دشمنانِ دین سے جہاد میں صرف کریں۔

---

[1] بندرگاہ بصرہ کا نام معقل اسی غلام کے نام پر رکھا گیا [2] تین ہزار دینار ۱۲ ریاض المصائب [3] مقتل ابو مخنف کے بعض نسخوں میں ہے کہ معقلؒ کو غلط طور پر امام حسینؑ کا فرستادہ ظاہر کر کے یہ رقم حضرت مسلمؑ تک پہنچائی گئی ۱۲ ریاض المصائب

Presented by www.ziaraat.com

مسلم بن عوسجہؒ: مجھے تو اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس نے تجھے میرا پتہ دیا اس کی رائے صحیح نہیں ہے۔

معقلؔ: مجھے دھوکا نہ دو۔ مسجد کے کئی شخصوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے امام حسینؑ سے بیعت کی ہے۔ اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو یہ درہم موجود ہیں میں آنحضرتؑ کی زیارت کا آرزومند ہوں۔

مسلم بن عوسجہؒ: (قریب ہیں آکر) میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے تجھے مجھ سے ملایا۔ اس ملاقات سے میں بہت خوش ہوں۔

معقلؔ نے مسلم بن عوسجہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اقرار کیا کہ میں اس رشتۂ عقیدت کو پوشیدہ رکھوں گا۔ مسلم بن عوسجہؒ نے یہ خلوص دیکھ کر وعدہ کیا کہ کچھ دن اور ٹھہر جائیں۔ اجازت لے کر مسلم بن عقیلؑ تک پہنچا دوں گا۔ پھر کیا تھا معقلؔ آنے جانے لگا۔ تا آنکہ مسلم بن عوسجہؒ نے حضرت مسلمؑ کے دربار میں باریاب کیا اور تجدید بیعت کی۔ حضرت مسلمؑ نے سامان جنگ خریدنے کے لیے وہ رقم ابو ثمامہ صائدیؒ کے سپرد کی۔ ابو ثمامہؒ کو ان کی دیانت سے صیغہ مال کا افسر قرار دیا تھا اور تمام جنگی ضرورتیں ان کے ہاتھ سے پوری کی جا رہی تھیں۔ وہ کوفہ کے مشہور شخص تھے شجاعت و بہادری میں ان کو عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا۔

ہانیؒ کی گرفتاری

معقلؔ نے تمام حالات ابن زیادؔ کے سامنے جا کر دہرائے ابن زیادؔ نے اسماء بن خارجہ، عمر بن حجاج زبیدی کو طلب کیا مؤخر الذکر کی دختر رویحہ ہانیؒ کے عقد میں تھی جس سے ایک فرزند یحیٰی نامی موجود تھا۔ جب یہ بزرگان قبیلہ آئے تو ابن زیادؔ نے کہا ہانی ابن عروہ کہاں ہیں۔ میں اپنے دربار میں انہیں کیوں نہیں دیکھتا۔ شاید وہ مجھ سے ملنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حاضرین نے کہا ان کو کمزوری کے سوا کوئی عذر نہیں ہے۔ ابن زیادؔ نے جواب دیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

میں تو سنتا ہوں کہ وہ روزانہ اپنے دروازہ پر بیٹھتے ہیں۔ اگر واقعی بیمار ہیں تو ایک دفعہ میں ان کی عیادت پھر کر دوں گا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہانی ایسے شریف قوم میرے ہاتھ سے جنگ کی زحمت اٹھائیں۔ کچھ دن انتظار میں گزرے۔ آخر ابن زیادلعہ نے جھنجھلا کے ہانی کے بجبر لانے کا حکم دیا۔ ہانیؒ نے دربار میں آنے سے گریز کیا مگر کامیاب نہ ہوئے اور نچر پر بیٹھ کر تلوار حمائل کر کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اسماء بن خارجہ سے ملاقات ہوئی۔ ہانیؒ نے کہا مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا ابن زیادلعہ سے نقصان پہنچے۔ لہٰذا مجھے گھر پلٹیا دو۔ اسماء نے کہا چچا ابن زیادلعہ کی ناراضگی کا خیال نہ کرو، تمہیں کوئی صدمہ نہ پہنچے گا۔ غرض ہانیؒ قصر شاہی میں آئے۔ ابن زیادلعہ پر سلام کیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ قاضی شریح[لہ] کی طرف رُخ کر کے کہا خیانت کرنے والا اپنے پیروں سے خود آ گیا۔ ہانیؒ نے قاضی شریح کی طرف رُخ کیا اور عمر ابن معدی کرب کے اشعار پڑھے۔ ابن زیادلعہ ہانیؒ کی ہمیشہ عزت کرتا تھا مگر آج یہ بے توجہی ہے۔ ہانیؒ بیماری اور پیرانہ سالی کی عمر میں تین گھنٹہ تک تلوار پر تکیہ کیئے ہوئے کھڑے رہے۔ حاضرین نے محسوس کیا کہ ہانیؒ کو ناقابل برداشت تکلیف ہو رہی ہے ابن زیادلعہ سے کہا امیر یہ ضعیف شخص اشراف کوفہ اور ان لوگوں سے ہے جن کا کہا سب مانتے ہیں ان کو کیوں نہیں بیٹھنے کا حکم دیتا؟ کہا اس شخص کا گھر امیر المومنین کے دشمنوں کی قیامگاہ ہے۔ مہر سکوت ٹوٹ گئی اور یہ سنا کہ ہانیؒ نے ابن زیادلعہ سے دیرانہ گفتگو کا سلسلہ جاری کیا۔

ہانیؒ: میں نے یزید کے کسی دشمن کو نہیں ٹھہرایا۔

لہ قال الشریح القاضی اتتک خائن رجلاہ۔ یہ عرب کی ایک مثل ہے ۱۲ تاریخ کامل

ابنِ زیادِ لعین: جس نے مجھے خبر دی ہے وہ تم سے زیادہ سچّا ہے۔

ہانیؓ: غلط، بالکل غلط مسلمؑ میرے[1] گھر میں نہیں ہیں۔

ابنِ زیاد: (معقل کی طرف رُخ کرکے) ذرا سامنے تو آ اور اس بڈھے کے جھوٹ کی قلعی کھول دے۔

معقل لعین: ہانی مجھے پہچانتے ہو؟

ہانیؓ: خوب پہچانتا ہوں تو فاجر اور بہت بڑا جھوٹا ہے۔

ہانیؓ کو یقین ہو گیا کہ معقل لعین نے اطلاعات میں اپنے جاسوسی کے فرض کو ادا کیا اور بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اصل واقعات دہرا دیں۔

ہانی: (ابنِ زیاد لعین کی طرف رُخ کرکے)

اے امیر خدا کی قسم میں نے کسی کو مسلمؑ کے لینے کو بھیجا اور نہ دعوت دی۔ وہ خود میرے پاس آئے اور پناہ لی میں نے انہیں مہمان کر لیا۔ اگر میرا یہ فعل قابلِ اعتراض ہے تو مجھے اجازت ملے تاکہ میں ان سے کہدوں کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ابنِ زیاد: میں تم کو جانے نہ دوں گا جب تک مسلمؑ کے ہاتھ گردن سے باندھ کر میرے سپرد نہ کرو۔

ہانیؓ: میں اپنے مہمان کو ہرگز تیرے حوالے نہیں کر سکتا کہ تو قتل کر دے۔

ابنِ زیاد لعین: خدا کی قسم ان کو لانا پڑے گا۔

ہانیؓ: خدا کی قسم کبھی نہ لاؤں گا۔

---

[1] مراد یہ کہ گھر کا حقیقی مالک خدا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک سخت گفتگو ہوئی جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا مسلم بن عمر باہلیؔ
اٹھا اور کہا۔ امیر مجھے اجازت دے تو میں ہانی سے کچھ باتیں کر لوں۔ ابن زیادؔ
نے اجازت دی اور مسلم بن عمرؔ نے تخلیہ میں لے جا کر سمجھانا شروع کیا۔ ابن زیادؔ
دُور سے دیکھ رہا تھا کہ قصر کے ایک گوشہ میں آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی ہیں۔
یہاں تک کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں۔

مسلم بن عمرؔ:۔ ہانی کس خیال میں ہو، اپنی جان دو گے اور قبیلہ کو مصیبت میں پھنسانے کا ارادہ کیا ہے۔ تمہارا کچھ بگڑتا نہیں مسلم کو ابن زیاد کے حوالے کر دو۔

ہانیؒ:۔ خدا کی قسم اس میں میری بے عزتی اور سخت ذلّت ہے کہ اپنے مہمان کو دشمن کے پاس پہنچا دوں اور میرے بازوؤں میں قوّت بھی ہو اور قبیلہ جوانمردوں سے بھرا ہوا ہو۔ واللہ اگر میں تنہا رہ جاؤں اور کوئی ایک بھی میرا ناصر نہ رہے اس وقت اپنی جان دیدوں گا مگر ایسا نہ کروں گا۔ ہانیؒ نے مکرّر یہی جملہ کہا کہ خدا کی قسم میں مسلم کو ابن زیادؔ کے پاس ہرگز نہ لاؤں گا۔ ابن زیادؔ نے یہ شیرانہ ارادہ دیکھا، بات چیت سُن کر کہا ہانی کو میرے پاس لاؤ۔ جب ہانیؒ سامنے آئے تو پھر آخری بار دہی کہا۔

ابن زیادؔ: تم کو لانا پڑے گا ورنہ میں گردن زدنی کا حکم دیتا ہوں۔

ہانیؒ:۔ اگر ایسا ہُوا تو پھر تیرے قصر کے گرد بجلیاں چمکیں گی۔

ابن زیادؔ:۔ مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو۔

ہانیؒ کی جنگ اور دشمن کے نقصانات

ابن زیادؔ نے ہانیؒ کے چہرے پر چھڑی سے حملہ کیا اور ہانیؒ نے قبضہ

لہ ارشاد شیخ مفید

Presented by www.ziaraat.com

پر ہاتھ ڈال کر تلوار کھینچی اور دفاعی جنگ شروع کی۔ چہرہ کی ضرب کا جواب سر کے حملہ سے دیا اور تلوار نے ابن زیاد[لعین] جو ریشمیں چادر اوڑھے تھا اس کو چاک کر کے ٹوپی کو کاٹتے ہوئے سر کو چھیلتا ہوا زخمی کیا۔ معقل[۱] اپنے آقا کو بچانے کے لئے ہمدردی کے جذبہ میں بڑھا اور ہانی[رض] نے اس کے رخسار پر حملہ کر کے دو نیم کر دیا۔ اس جنگ میں ہانی[رض] کے ہاتھ سے جو سو برس کے بڈھے اور ابھی بیماری سے اٹھے تھے کم از کم ۲۵[سلے] اور زیادہ سے زیادہ[۲] ۵۴ سپاہیوں کو قتل کیا۔ ابن زیاد[لعین] نے فریاد کی آخر دشمنوں نے ہجوم کر کے ہانی[رض] کو گرفتار کیا۔ اس وقت ابن زیاد[لعین] کے عقب سر اس کا غلام مہران سپاہیانہ انداز سے پہرہ پر تھا۔ ابن زیاد[لعین] نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس جلاہے کو میرے پاس جلد لاؤ۔

مہران[سلے] نے ہانی[رض] کی زلفیں پکڑ لیں اور ابن زیاد[لعین] نے اس بے دست و پا بوڑھے مجاہد کو بے بس کر کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے اذیت دینا شروع کی اور ہانی[رض] کے سر اور ناک پر اتنی لکڑیاں لگائیں کہ سر اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا رخسار کا گوشت کٹ کٹ کر لٹک گیا۔

بعض واقعہ نگاروں کا بیان ہے کہ ابن زیاد[لعین] نے لوہے کے گرز سے اسی[۲] وقت ہانی[رض] کو ختم کر دیا لیکن میری رائے میں یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ بیشک ہانی[رح] کی حالت ایسی سقیم ہو گئی تھی کہ دیکھنے والوں کو موت کا شبہ ہو رہا تھا۔ جب وہ بہت زخمی ہو چکے تو حسان[سے] بن اسماء نے کہا امیر تو نے مجھے بھیج کر ہانی[رض]

سلہ ناسخ التواریخ سلے ریاض المصائب عربی

سلہ فاخذ مھران ضفیرتی ھانی واخذ عبید اللہ القضیب ۱۲

[۱] تاریخ کامل سلے ریاض المصائب سلہ جلاء العیون۔

Presented by www.ziaraat.com

کو بلا لیا تھا اور میں ان کو تیری طرف سے امان کا وعدہ کر کے اس حیلہ سے لے آیا اور تو نے ان کے ساتھ یہ مکر کیا۔ غالباً یہی سفارش قتل سے باز رکھنے کا سبب ہوئی۔ غرض ابن زیادؔ نے حکم دیا کہ ہانیؓ کو قید خانہ لے جاؤ۔

قصر ابن زیاد پر ہجوم

ہانیؓ ایسے مشہور اور باعزت انسان کا بیدردی کے ساتھ ابن زیادؔ کے ہاتھ سے مجروح ہونا معمولی حادثہ نہ تھا گو اس کے چھپانے کی بڑی کوشش کی گئی مگر دار الامارہ کی بات کو نہ بھر میں شہرت پا گئی اور کسی ہمارد نے اعلان کر دیا کہ اسے بنی مذحج کیا بیٹھے ہو ہانی بن عروہؓ دار الامارہ میں قتل ہو گئے۔ عمر ابن حجاج کی قیادت میں ۴ ہزار آدمیوں نے آکر قصر شاہی کو گھیر لیا اور پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ او ابن زیادؔ ہمارے سردار کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے نہ اطاعت میں عذر کیا تھا اور نہ اختلاف پھیلایا۔ کسی نے کہا اے ہانیؓ اگر زندہ ہو تو جواب دو تمہارے چچا کے فرزند اور قریبی رشتہ دار سب آمادۂ جنگ اور حاضر ہیں۔ بزدل ابن زیادؔ پر اس یلغار کا بُرا اثر پڑا اور اس نے معاویہ شاہی تدابیر سے کام لیتے ہوئے قاضی شریح سے کہا اٹھ اور ہانی کو اپنی آنکھ سے اندر دیکھ کر مجمع کے سامنے بیان دے کہ وہ قتل نہیں ہوئے ہیں بلکہ حکومت نے ان کو کسی مصلحت سے اپنی حراست میں لے لیا ہے کہ حالات کی تفتیش میں مدد ملے۔ شریح قید خانہ کے قریب آیا۔ ہانیؓ اس کے مکر و فریب کو سمجھ گئے اور غصہ میں کہا۔ کیا میرے قبیلہ کے لوگ مر گئے شہر کے لوگ کہاں ہیں۔؟ یہ کہہ رہے تھے اور خون ڈاڑھی پر بہہ رہا تھا۔ دفعتہً ہانیؓ کے کان میں شور کی صدا آئی اور ہانیؓ نے کہا یہ آوازیں تو (میرے قبیلہ) مذحج کی ہیں۔ مجھے پورا گمان ہے کہ میرے ساتھی پہنچ گئے۔ اگر دس آدمی بھی دار الامارہ میں آگئے تو بگڑا کھیل بنتا ہے۔ کو نہ

Presented by www.ziaraat.com

میں کون ایسا تھا جس کے دینی و دنیوی اغراض قاضی شریح سے وابستہ نہ ہوں اور وہ ان کے جبہ و دستار سے مرعوب نہ ہو۔ شریح قصر کے دروازہ پر پہنچا اور یہ مختصر مگر پُر از مکر و فریب تقریر کی۔

"امیر نے تمہاری جوشیلی گفتگو سنی اور وہ صدائیں اس تک پہنچیں جو تم نے اپنے رفیق ہانی کے بارے میں بلند کیں اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر تم کو خبر دوں کہ وہ زندہ ہیں اور تم کو جس نے خبر دی ہے کہ وہ قتل ہو گئے وہ سراسر غلط ہے۔"

ہانیؓ کے خسر عمر بن حجاج نے کہا کہ جب ہانی زندہ ہیں اور قتل نہیں ہوئے تو ہم کو کوئی شکوہ نہیں۔ ہم ان کے بقیدِ حیات ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس دامِ تزویر میں پھنس کر مجمع پراگندہ ہو گیا۔

ہانیؓ کی شخصیت اور ذاتی وقار نے ان کو اتنا ہر دلعزیز بنایا تھا کہ قصر ابن زیاد لعنہ میں بھی ان کے ہمدرد موجود تھے۔ اسماء بن خارجہ نے ابن زیاد لعنہ سے اجازت حاصل کی کہ وہ ہانیؓ سے ہمدردی کرے۔ ابن زیاد پر یہ ارادہ اتنا گراں گزرا کہ حکم دیدیا اسماء کو سزا دی جائے اور وہ دربار سے باہر کرائے جائیں۔ اس بے گناہ پر گھونسے اور طمانچے پڑنے لگے اور زدوکوب کے بعد باہر کر دیا۔ اس زلزلہ افگن مظالم کے بعد ابن زیاد لعنہ مسجد میں آیا اور اپنے خطبہ میں یزید لعنہ کی امامت اور اس کی پیروی پر زور دیتے ہوئے اتحاد کی تعلیم اور تلقین کی اور منبر سے اتر آیا۔ ہانیؓ کی اسیری کے ساتھ شہر کی ناکہ بندی کرا دی اور تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ ہر قبیلہ کے سردار کو زیر حراست کر لیا تا کہ آمادہ جو خلفشار ہونے والا ہے اس سے نجات ملے۔ یہ وہ مظالم ہیں جنہیں واقعہ کربلا کا پیش خیمہ کہنا چاہیئے۔

Presented by www.ziaraat.com

چھٹا باب

حضرت مسلمؑ کا خروج

شریح نے قاضی ہو کر ہانیؓ کی پُر درد داستان کو چھپایا اور ان کے قبیلہ کے سامنے ان کی خیریت کی غلط خبر دی اور اہلِ کوفہ ایک حد تک ہانیؓ کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ بظاہر اسماء بن خارجہ نے دارالامارہ سے نکل کر اصل واقعات سے پبلک کو روشناس کیا اور کوفہ میں پھر ابن زیادؑ کے خلاف ایک بےچینی پھیلی حضرت مسلمؑ گھر ہی میں تھے کہ دیکھا خاندان مراد کی عورتیں یا عثرتاہ یا ثکلاہ کہہ کر نالہ و شیون کر رہی ہیں یقین ہو گیا کہ ہانیؓ کی خیریت نہیں ہے کیا اب بھی مسلم بن عقیلؑ چھپے ہوئے بیٹھے رہتے یا اس خوف سے کہ یہاں میرا قیام معلوم ہو گیا ہے کسی دوسرے قابلِ اعتماد شخص کے یہاں جا کر مخفی ہو جاتے لا واللہ غیرت بنی ہاشم کا یہ تقاضا نہ تھا۔ انھوں نے یہ طے کر لیا کہ ہانیؓ نہیں تو پھر میں بھی نہیں۔ (مورخ) طبری نے صاف طور پر تصریح کی ہے کہ مسلمؑ کا جنگ کے لئے نکلنا اپنے ساتھیوں کی اطلاع کے بغیر تھا اور کوئی قرارداد اس دن کے متعلق نہ ہوئی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب ان کو معلوم ہوا کہ ہانی بن عروہ مرادیؓ کو زد و کوب کر کے قید کیا گیا۔ واقعہ کی ناگہانی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ توقع تو کی ہی نہیں جا سکتی تھی کہ وہ ۱۸ ہزار بیعت کرنے والے سب ایک دم میں مسلمؑ کے گرد جمع ہو جاتے اور جنگ میں

لہ تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ ۵

Presented by www.ziaraat.com

ان کے ساتھ شرکت کرتے اور پھر جبکہ کوفہ کے محلّے بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں بلکہ کافی فاصلہ رکھتے تھے ہاں یہ محلّہ کہ جس میں مسلمؑ کا قیام تھا کافی وسعت رکھتا تھا اور اسی کے اطراف میں مسلمؑ کے گرداگرد ۴ ہزار آدمی موجود[1] تھے۔

آپ نے سردارانِ فوج کے لئے نشان مرتب کرنا شروع کئے۔ قبیلہ کندہ، مذحج، مضر، تمیم، اسد کے لئے علیحدہ علیحدہ رایت ترتیب دے کر "یا منصور امت" کا نعرہ کیا۔ یہ الفاظ پہلے سے نعرۂ جنگ قرار دیئے جا چکے تھے چار ہزار آدمی گھروں سے نکل آئے اور مسجد و بازار مسلمانوں سے چھلکنے لگا اور عام شہرت ہوگئی کہ مسلمؑ نے خروج کیا۔

بیعت کرنے والوں کا یہ اجتماع اچانک تھا۔ پہلے سے کوئی قرارداد نہ تھی اور نہ اُن میں سے ہر جوان مسلح تھا لہٰذا کیا امید کی جا سکتی تھی کہ یہ چار ہزار جوان آخر تک ارادہ پر باقی بھی رہیں گے۔ وہی ہوا کہ قصر تک پہنچتے پہنچتے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے۔ پھر بھی ابن زیادؑ پر حضرت مسلمؑ کی وہ ہیبت تھی کہ لشکرِ مسلمؑ کی آمد سن کر دارالامارہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ آپ نے عبداللہ بن حازم کو حکم دیا کہ (کسی طرح) دارالامارہ میں پہنچ کر دریافت کرو کہ ہانیؓ پر کیا گذری۔ وہاں ابن زیادؑ کے پاس ۳۰ سپاہی اور ۲۰ اشرافِ کوفہ کُل ۵۰ آدمی ہیں جن پر قابو پا لینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ قلعہ کا محاصرہ ہو جانے کے بعد دوسرے قبیلوں کے لوگ بھی آ کر شامل ہو گئے اور یہ جماعت پوری طاقت سے مقابلہ پر تیار ہو گئی۔ اس لشکر میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ تو بیعتِ مسلمؑ کی لاج رکھتے ہوئے شرماشرمی جنگ پر تیار ہوئے ہیں اور ایک بڑا

[1] قاتلانِ حسینؑ کا مذہب۔

Presented by www.ziaraat.com

حصتہ ہانیؓ کی ہمدردی میں برسرِ پیکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع پر قابو نہیں ہے کچھ لوگ دارالامارہ پر پتھر برسا رہے ہیں اور کچھ ابن زیادؑ کو ناسزا الفاظ کہہ رہے ہیں۔ لیشت دارالامارہ پر جو دروازہ تھا اس سے کوفہ کے کچھ لوگ خفیہ طور پر قلعہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بالائے قصر پہنچ کر اپنے کانوں سے سُنا کہ ابن زیادؑ کو پکار پکار کر زنازادہ کہا جا رہا ہے۔

دارالامارہ میں ابن زیادؑ کی طرف اقلیت سہی لیکن یہ وہ فتنہ پرداز گروہ ہے جس میں ہر سپاہی پیکرِ فریب ہے اور اپنے مکر سے حضرت مسلمؑ کا رہا سہا اثر خاک میں ملا دے گا۔ وہی ہوا کہ ابن زیادؑ نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور کہا کہ قبیلہ مذحج سے تجھے دوستی ہے۔ قلعہ کے باہر نکل کر ان لوگوں کو لشکرِ شام کی آمد اور یزیدؑ کے غیظ و غضب سے آگاہ کر۔ قبیلہ کندہ اور حضرموت کی طرف محمد بن اشعثؑ کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو برخلاف کرے۔ قعقاع ذہلی اور شبث بن ربعی تمیمی اور حجار بن ابجر سلمی اور شمر بن ذی الجوشن عامریؑ کو بھی اس غلط پروپیگنڈے کے لئے دارالامارہ کے باہر کر دیا اور اس فتنہ پرداز گروہ نے قلعہ کے باہر قدم رکھتے ہی لوگوں کو حضرت مسلمؑ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ کثیر بن شہاب نے وسطِ شہر میں پہنچ کر حضرت مسلمؑ کا ساتھ دینے سے لوگوں کو روکا۔ محمد بن اشعثؑ نے بنی عمارہ کے ایک ایک گھر پر جا کر جنگ کرنے سے منع کیا۔

حضرت مسلمؑ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے عبدالرحمٰن شیبانی کو ایک جماعت کے ساتھ مدافعت کے لئے روانہ کیا۔ لیکن سُنتا کون ہے۔ حضرت مسلمؑ کے خلاف عام نفرت پھیل چکی تھی اور جہاں جہاں سے مدد آ رہی تھی اس کو مسدود کر دیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

گرفتاریاں

عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی اپنے گھرانے کے چند نوجوانوں کو ساتھ لیئے ہوئے آرہے تھے کہ کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور محلہ بنی عامرہ کی طرف سے عمارہ بن صلخب ازدی نے جسم پر ہتھیار آراستہ کرکے چاہا تھا کہ مسلمؑ کے پاس آئیں لیکن وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ محمد بن اشعث لعنہ نے اپنی کامیابی دیکھ کر جنگ کا ارادہ کر لیا۔ ابن زیادؒ نے روکا اور شیث بن ربعی کو علم دے کر دارالعمارہ کے باہر کیا اور کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ یہ خبر مشہور کر دیں کہ "یزید کا لشکر کوفہ پہنچا چاہتا ہے"۔ کثیر بن شہاب نے اس خدمت کو خود انجام دیا اور تقریر کی کہ "اے گروہ مردم اپنے اپنے گھروں میں بیٹھو اور اپنے عزیز جانوں کو قتل ہونے سے بچاؤ۔ یزید کا لشکر آرہا ہے اور ابن زیاد نے عہد کر لیا ہے کہ جو وقت عشاء تک مسلم کا ساتھ نہ چھوڑے گا وہ کل صبح کو ضرور قتل ہوگا۔ اور اس کی تنخواہ بند کر دی جائے گی"۔

اس علم کا نکلنا تھا کہ حضرت مسلمؑ کی جمعیت پراگندہ ہونا شروع ہوئی اور ایک عام بے چینی پھیل گئی اور آپس میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ ہم شام کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حالت یہ تھی کہ عورتیں اپنے باپ بھائی کے پاس آتی تھیں اور کہتی تھیں کہ چل واپس چل، اور لوگ کافی ہیں اور باپ یا بھائی اپنے بیٹے، بھائی کے پاس آکر کہتا تھا کہ دمشق سے فوج آجائے گی تو پھر کیا کرے گا؟ چل لڑائی سے کنارہ کشی کر اور مجبور کر کے اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔

بیعت شکنی کا آخری منظر محمد بن کثیرؒ کی میزبانی

نتیجہ یہ ہوا کہ دس دس بیس بیس آدمی پراگندہ ہونا شروع ہو گئے اور نماز مغرب کے وقت صرف ۳۰ آدمی رہ گئے۔ اور بعد مغربین جب آپ باب کندہ تک پہنچے تو دس آدمیوں سے زیادہ ساتھ نہ تھے

Presented by www.ziaraat.com

جنہوں نے آگے بڑھنے پر ساتھ چھوڑ دیا اور حضرت مسلمؑ تنہا رہ گئے۔ اس وقت ارادہ کیا کہ کوفہ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس خیال میں گھوڑے کو مہمیز کیا مگر راستہ معلوم نہ تھا۔ اثناء راہ میں سعید بن احنفؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پہچان کر کہا کہ میرے سردار کہاں جاتے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوفہ چھوڑ دوں۔ سعیدؓ نے جواب دیا کہ راستے بند اور دروازہ میں قفل ہے جس پر نگہبان مقرر ہیں کوفہ سے نکل جانا ممکن نہیں۔ بہتر ہے کہ میرے ساتھ آئیں تاکہ میں رہنمائی کروں۔ یہ کہہ کر سعیدؓ آپ کو محمد بن کثیرؓ کے گھر لے آئے اور آواز دی کہ گھر سے جلد نکل کر مسلمؑ کو مہمان کرے۔ محمد بن کثیرؓ نے بڑا تپاک اور احترام کیا اور قدم چوم کر کہا کہ میں بارگاہ ایزدی میں شکر کرتا ہوں جس نے مجھے یہ سعادت دی۔ حضرت مسلمؑ گھر میں داخل ہوئے اور زنانخانہ میں آپ نے قیام کیا۔

جاسوس نے ابن زیادؔ کو یہ خبر بھی پہنچا دی اور اس نے اپنے بیٹے خالد کی سرکردگی میں کچھ لوگ روانہ کیے کہ محمد کا گھر گھیر کر ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن کثیرؓ ایک بے یار و مددگار شخص کا اسیر کر لینا کچھ دشوار امر نہ تھا یاد رہے کہ اور محمد بن کثیر کو مع ان کے بیٹے کے قید کر لیا۔ مظلوم سے ہمدردی انسانیت کا فرض ہے اگرچہ کوفہ میں اب انسان صفت لوگ باقی نہیں رہے کچھ اسیر ہیں اور کچھ روپوش۔ سلیمان بن صرد خزاعیؓ اور مختار بن ابو عبیدہ ثقفیؓ اور رفاع بن عازبؓ ابھی تک گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔ ان کے دل میں خاندان رسالتؐ کی پوری عظمت ہے اور وہ کوفہ میں موجود بھی ہیں۔ محمد بن کثیرؓ کی گرفتاری نے ان کے جذبات کو برانگیختہ کر دیا ہے اور آپس میں مشورہ کر کے دل پر ٹھان لیا کہ کل قصر ابن زیادؔ پر حملہ کر کے محمد بن کثیرؓ اور ان کے فرزند کو چھڑا لیں اور کوفہ سے

Presented by www.ziaraat.com

نکل کر امام حسینؑ تک پہنچیں۔

لشکر شام کی آمد اور محمد بن کثیرؓ کی مدافعانہ جنگ۔ دوسری اور تیسری قربانی

حق کی حمایت میں مرمٹنے والے ابھی انتقام کا ارادہ دل ہی میں لیے ہوئے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے دس ہزار سپاہیوں کا لشکر دمشق سے آپہنچا۔ اب تو ابن زیادؑ کی مسرت حد سے بڑھ گئی اور پوری طاقت کے ساتھ حضرت مسلمؑ کی سراغرسانی شروع کی۔ محمد بن کثیرؓ کو دربار میں طلب کیا اور ان پر ہانیؓ کی طرح دباؤ ڈالنا شروع کیا اور اپنی فطری عادت کے موافق غیر شریفانہ اور سخت سست الفاظ استعمال کئے مگر محمدؓ کے استقلال میں سر مو فرق نہ ہوا اور ترکی بہ ترکی جواب دیئے۔

محمد بن کثیرؓ:- او ابن زیادؑ میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور تیرے حسب و نسب سے بھی واقف ہوں۔ ابوسفیانؑ اور زیادؑ میں جو تعلق تھا وہ بھی مجھے معلوم ہے۔

ابن زیادؑ:- عقیل کے بیٹے کو میرے سپرد کردو ورنہ تلوار سے جواب دوں گا۔

محمد بن کثیرؓ:- میرے ایک بال کو بھی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

ابن زیادؑ اس دلیرانہ جواب کے فلسفہ پر غور کرنے لگا کہ ایک غیر معروف شخص کس جوانمردی سے یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ ممکن ہے کوئی راز ہو۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مزید ۴ ہزار سپاہی شام کی سمت سے کوفہ پہنچے اور اب ابن زیادؑ کی جنگی طاقت بے پناہ ہو گئی۔ فوجوں سے کوفہ چھلکنے لگا۔ محمد بن کثیرؓ بحر مولا کی طرح سامنے کھڑے ہیں۔

ابن زیادؑ:- اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو اپنی جان زیادہ عزیز ہے یا مسلمؑ کی۔؟

محمد بن کثیرؒ۔ مسلمؑ کا خدا نگہبان ہے لیکن میرے بھی ۳۰ ہزار مددگار موجود ہیں ۔

غالباً محمد بن کثیرؒ کو مختارؒ اور سلیمانؒ کے ارادوں سے کسی نے باخبر کر دیا تھا لیکن ابن زیادؑ پر اب کسی موہوم فوج کا رعب تھوڑی ہو سکتا تھا۔ اس کو غصہ آگیا اور محمدؒ کی پیشانی پر دوات اٹھا کر پھینکی۔ جبین خون آلود ہو گئی اسی وقت تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور جوابی حملہ کیا۔ ابن زیادؑ کا ایک خاص شخص سامنے آیا اور ابن کثیرؒ نے ایک وار میں اس کو دو نیم کر دیا اُدھر بیٹے نے تلوار کھینچی اور دونوں تلواریں بجلی کی طرح کوندنے لگیں۔ محمد بن کثیرؒ! تمہاری جرأت اور ہمت کا کیا کہنا۔ صفت شجاعت کو صحیح استعمال کیا اور پیش دستی کرتے تو اس آئین کے خلاف تھا جو کربلا والوں کا نصب العین تھا۔ پہلے خود زخمی ہوئے اس کے بعد تلوار کھینچی۔ ابن زیادؑ نے یہ بہادری دیکھ کر اپنے غلاموں سے کہا کہ ابن کثیر کو تنہا نہ چھوڑو۔ اس حکم کے ساتھ ان پر ہر سمت سے لوگ ٹوٹ پڑے اور محمدؒ نے اپنے آخری سانس تک تلوار کے قبضہ سے ہاتھ نہیں ہٹایا۔ دو شخصوں کو قتل کیا اور اس دار و گیر میں پھر گرفتار ہو گئے۔ بیٹے کی تلوار ابھی چمک رہی تھی اور اس بہادر مجاہد کا ارادہ تھا کہ دشمنوں کو قتل کرتا ہوا دارالامارہ کے باہر پہنچ جائے۔ اس جنگ میں ۲۰ آدمی قتل ہوئے اور ابن زیادؑ کے غلام نے جس کا نام وسعت تھا پس پشت سے نیزے کا وار کیا اور وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ ابن زیادؑ نے حکم دیا کہ دونوں باپ بیٹوں کے سر کاٹ کے اہل کوفہ کے سامنے لے جاؤ تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور مسلم بن عقیل کا اثر دلوں سے محو ہو جائے ۔

Presented by www.ziaraat.com

ساتواں باب

ایک ضعیف العمر عورت کی میزبانی، عبادتِ الٰہی میں آخری رات پردیس میں محیر العقول جنگ تشنہ وگرسنہ مسافر کی شہادت

(۱) حضرت مسلمؑ کے امتحان کی سختی العظمۃ للّٰہ۔ وہ انبیاءؑ کی طرح مظلوم ہیں موسیٰؑ قبطی کو قتل کر کے وطن سے نکلے تو مدین میں پناہ ملی، اور حضرت شعیبؑ نے داماد بنایا، یوسفؑ چاہِ مصیبت سے نکل کر تاجدارِ مصر ہوئے۔ عیسیٰؑ دار پر نظر آنے سے قبل فلکِ چہارم پر اٹھا لئے گئے۔ آغاز تلخ تھا انجام خوشگوار ہوا مگر پیغمبر آخرالزماں صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بھتیجا صبر و شکیب کی اس منزل پر ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مصیبت زدہ ہو۔ مختارؒ کے گھر میں قیام کیا میزبان کے لئے خطرہ پیدا ہوا اور مصلحت نے مجبور کیا کہ اس مکان کو چھوڑ دیں۔ ہانی بن عروہؒ کو میزبانی کی دعوت دی۔ وہاں ایسی گھڑی پہنچے کہ ان کو گرفتار ہونا پڑا۔ محمد بن کثیرؒ کی گرفتاری بھی اسی جرم میں عمل میں آئی۔ اب تو قریب قریب یہ طے ہو چکا تھا کہ جو حضرت مسلمؑ کو امان دے وہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے اس لئے حضرت مسلمؑ کے مشکلات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ محمد بن کثیرؒ کی خبرِ قتل سن کر آپ اس گھر سے بھی نکلے۔ ابن زیادلعنہ نے راستہ میں جابجا ۱۲ ہزار سپاہیوں کو متعین کر دیا ہے اور ہر طرف پہرا ہے۔ جس سمت دشمن کی فوج نظر آتی تھی ادھر سے رخ بدل دیتے تھے "دارالبیع" (خرید و فروخت کی جگہ) جو پہنچے تو خالد کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ سدِ راہ پایا۔ قصد

Presented by www.ziaraat.com

کیا کہ چپ و راست میں کسی طرف سے چلیں جائیں فکر و اضطراب میں کچھ راہ طے کی کہ دور سے محلہ کناسہ نظر آیا۔ وہاں ایک شامی کی ماتحتی میں دو ہزار سوار و پیادوں کا ہجوم تھا۔ اس عرصہ میں سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور حارثؑ نے آپ کو راستہ طے کرتے دیکھ لیا اور دارالامارہ میں خبر کی کہ مسلمؑ کا رُخ دروازہ بصرہ کی طرف ہے۔ ۵۰ سوار گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے اور جب آپ نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا سُنی تو گھوڑے سے اُتر کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور محلہ حلاج (دھنیوں کی بستی) میں خالی گھوڑا گرفتار ہو گیا۔ ابن زیادؑ کو راہوار کی گرفتاری سے مسرت ہوئی اور حکم دے دیا کہ شہر کے دروازے استحکام کے ساتھ بند رہیں اور ہر طرف منادی کرا دی کہ جو مسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام ملے گا۔ اس اطلاع سے جاہل اور لالچی عرب ہر طرف تلاش میں مصروف ہو گئے اور حضرت مسلمؑ ناواقفیت کے عالم میں ایک گلی کی طرف مڑ گئے۔ کچھ دُور جا کر معلوم ہوا کہ ادھر بھی راستہ بند ہے۔ حیرت زدہ ہو کر چہار طرف دیکھا۔ ایک شکستہ مسجد دکھائی دی اس میں پناہ لی۔ تمام دن آپ گوشۂ مسجد میں بے آب و دانہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے تا آنکہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی پھیل گئی تو مسجد سے نکلے اور بنی جبلہ کے گھروں کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرے۔

طوعہؒ کا گھر اور آخری آرامگاہ

ایک گھر نظر آیا جس کے دروازہ پر مالکۂ مکان اپنے بیٹے کے انتظار میں کھڑی تھی جو فکرِ معاش میں صبح سے گیا ہوا تھا اور اس وقت تک نہ آیا تھا۔ حضرت مسلمؑ نے سلام کیا ضعیفہ نے جواب دیا۔ پردیس کی گلیوں میں ٹھوکریں کھانے سے پیاس بھڑک گئی تھی۔ بعد سلام پانی مانگا ضعیفہ گھر سے جام

Presented by www.ziaraat.com

آب لئے ہوئے برآمد ہوئی اور پیاسے مسافر کو سیراب کیا۔ چلتے چلتے تھک چکے تھے۔ پانی پی کر سوچتے رہے کہ اب کہاں جاؤں۔ کچھ دیر ہوئی تو ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا کہا۔

طوعہؒ:۔ اے شخص اپنے عیال کی طرف جا۔ اب کیوں ٹھہرا ہے۔ میرے دروازہ پر رکنا اچھا نہیں ہے۔ مسلمؑ خاموش تھے۔ اور طوعہؒ نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا۔

مسلمؑ:۔ کنیز خدا اس شہر میں میرا مکان نہیں ہے نہ عزیز و اقارب ہیں۔ تو کچھ ثواب حاصل کرنا چاہتی ہے؟

طوعہؒ:۔ کیسے؟

مسلمؑ:۔ میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفیوں نے مجھ سے دغا کی۔

طوعہؒ:۔ آپ مسلمؑ ہیں تو یہ گھر حاضر ہے۔ تشریف لائیے۔ مسلمؑ داخلِ خانہ ہوئے اور طوعہؒ نے اپنے گھر سے ملحق جو دوسرا قطعہ مکان[1] تھا اس میں ٹھہرایا۔ بستر لگا کر کھانا پیش کیا۔ آپ نے قیام تو کیا کھانے سے انکار کیا۔ زندگی کی آخری رات یہی تھی۔ کسی قدر راحت کے بعد آپ نے چاہا تو تھا کہ رخصت ہو جائیں مگر طوعہؒ نے روکا۔ تمام مسلمانوں کو اس پردہ نشین خاتون کا احسانمند ہونا چاہیے جس نے خاندانِ رسالتؐ کے ایک فرد کا احترام کیا۔ اور اپنے گھر میں امان دی۔ ادھر رات کا حصہ تیزی کے ساتھ گذر رہا تھا۔ ادھر حضرت مسلمؑ زادِ آخرت فراہم کرنے میں مصروف تھے۔

---

[1] فدخل بیتاً فی دارھا غیر البیت الذی تکون فیہ۔ ارشاد شیخ مفید

Presented by www.ziaraat.com

نمازِ عشا کے بعد ابن زیاد لع کا خطبہ اور گرفتاری پر انعام

(۲) بزدل ابن زیاد لع ہزاروں سپاہیوں کے بیچ میں تھا اور پھر بھی اس کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ قدم قدم پر حضرت مسلم بن عقیلؑ کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تھا اور یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو ہاشمی تلوار کا سامنا ہو جائے۔ ڈھونڈنے میں ناکامی سے مزاجِ حکومت بھی برہم تھا۔ مگر نمازِ عشاء کے لئے مسجد کوفہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہ وہی مسجد کوفہ ہے جہاں چند روز پہلے حضرت مسلمؑ امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اب ابن زیاد لع نماز پڑھاتا ہے۔ نماز عشاء کے لئے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کے چپہ چپہ میں قندیلیں لے کر مسلمؑ کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی جگہ مخفی ہوں اور ان سے نقصان پہنچے۔ ساری مسجد میں آپ کو تلاش کیا اور مسجد کے نشیب میں جہاں سے طوفانِ نوحؑ شروع ہوا تھا کئی کئی بار روشنی پہنچا کر ڈھونڈا اور اطمینان حاصل ہونے پر ابن زیاد لع کو خبر دی گئی وہ دارالامارہ کے اس دروازہ سے جو مسجد کوفہ سے متصل تھا برآمد ہوا اور حکم دیا کہ تمام اہلِ کوفہ مسجد میں آئیں۔ تھوڑی دیر میں اہلِ کوفہ مسجد میں سمٹ آئے اور نماز کے بعد ابن زیاد لع نے خطبہ پڑھا اور حضرت مسلمؑ کی ذات پر ناروا حملہ کرتے ہوئے کہا۔

"فرزند عقیل جو عقل سے خالی سادہ لوح اور بالکل جاہل شخص ہے آیا اور تم نے دیکھا کہ کوفہ میں کتنے اختلافات پھیل گئے جس کے گھر میں وہ پائے جائیں گے اس کا گھر لوٹ لیا جائے گا اور خون معاف ہے۔"

Presented by www.ziaraat.com

اس حکم کے بعد عمرو بن حریث کو نشان دے کر امیر فوج بنایا اور کوفیوں کی خانہ تلاشی شروع ہو گئی۔ اور حکم عام ہوا کہ جو مسلمؑ کو پائے وہ ان کے ہاتھ باندھ کر جلد دربار میں حاضر کرے۔

حضرت مسلمؑ کے فنونِ حرب سے ماہر ہونے اور اعلیٰ سیاست کا یہ ایک قوی ثبوت ہے کہ ابن زیادلعہ کا روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اور کوفہ کی مخالف جمعیت ناکافی قرار پا کر شام کی ٹڈی دل فوج سے شہر چھلک رہا ہے۔ لیکن اس وقت تک وہ ایک تن تنہا شخص کے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے جس کے پاس نہ فوج ہے نہ سرمایہ۔ افسوس ان کی بلند و بالا فکر اور خاندانی علم و فضل میں کمال کا اعتراف کرنے کے بجائے دشمنِ انسانیت حاکم ان کو بیوقوف و جاہل کہہ کر یاد کرتا ہے۔ اگر آدمؑ کے مقابلہ میں ابلیسلعہ کی آواز "خدایا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے" صحیح ہو سکتی ~~ہے اور موسیٰ~~ بن عمرانؑ سے تصادم میں فرعونلعہ کا بنی اسرائیل سے کہنا " میں تمہارا بلند و بالا خدا ہوں" سچ ہوتا تو ابن زیادلعہ کا دعوائے برتری بھی صحیح تھا مگر تو یہ! نور و نار، ایمان و کفر، علم و جہل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر مسلمؑ کسی میزبان کے گھر یا کوفہ کی کوچہ یا شکستہ مسجد میں قتل ہو جاتے تو خاندانی شجاعت کے مظاہرہ کا کوئی موقع نہ تھا اور قتل کی اہمیت نہ رہتی، جبینِ شجاعت پر عرقِ انفعال آجاتا وہ محل اور موقع کے انتظار میں گھر گھر چھپتے پھرتے تھے اور ان کو اس وقت کا انتظار تھا کہ جنگ کا موقع ہاتھ آئے اور دنیا دیکھ لے کہ حسینؑ نے جس بہادر کو منتخب کرکے پیشرو بنایا وہ کیسا دلیر اور نڈر انسان ہے۔ وہ اپنی شجاعت کو آج تک محفوظ رکھتے رہے اور ان کو اسی دن کا انتظار تھا کہ دشمن کی طرف سے پہل ہو اور کسی طرح انتقام کا

Presented by www.ziaraat.com

حق پیدا ہو۔

وہ اپنی طاقت کو ذخیرہ کر کے اہلِ کوفہ کو یہ بتادینا چاہتے تھے کہ انہیں کربلا میں کیسے بہادر دلیر جوانوں کا سامنا ہونے والا ہے۔ دنیا کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمؑ نے طوعہؒ کے گھر میں بجز پانی پینے کے کھانا نہیں کھایا ہے۔

(۴) قارئین کو یاد ہوگا کہ طوعہؒ بیٹے کے انتظار میں دروازہ پر ٹہل رہی ہے اس کے فرزند کا نام ہلال ہے اور اس کو خاندانِ رسالتؐ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے رات کا ایک حصہ گذرنے کے بعد ماں کی آمد ورفت دیکھ کر اشتباہ ہوا اور سبب پوچھا۔ طوعہؒ نے ٹالنا چاہا۔ ہلال نے اصرار کیا۔ طوعہؒ نے مجبور ہو کر بیٹے سے اقرار کرلیا کہ اگر راز فاش نہ کرے تو میں حقیقت امر سے آگاہ کردوں۔ ہلال نے عہد کیا اور طوعہؒ نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

یہ ضروری نہیں کہ ماں بیٹے کی گفتگو معزز مہمان کے کان میں بھی پہنچی ہو وہ سجادہ پر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے میزبان کے حجرے کو خیامِ حسینی کا نمونہ بنادوں اور شبِ عاشور کی عبادت کی تصویر کو نہ میں نظر آجائے۔

بھوکے تو تھے ہی پیاسا رہنا ان کے نزدیک کچھ دشوار نہ تھا مگر مجبور تھے اسلامی آئین سے مہمان بن کر اگر پانی سے بھی انکار کرتے تو حقوق میزبان کے خلاف تھا۔ اس لئے اپنی ضد بھی پوری کی کہ کھانا نہ کھایا اور طوعہؒ کا دل بھی رکھ لیا کہ پانی پی لیا۔ اگر رشتہ میزبانی نہ ہوتا تو مسلمؑ حسینؑ کے اصحاب کی مکمل تصویر ہو جاتے۔ عبادتِ الٰہی میں آنکھ لگ گئی اور کچھ دیر کے بعد جو آنکھ کھلی تو رو دیئے۔ اس مقام پر اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ طوعہؒ نے صدائے گریہ سنی اور پانی کا کوزہ لے کر اٹھی اور سببِ اشکباری پوچھا اور دوسرا

Presented by www.ziaraat.com

بیان یہ ہے کہ جب حضرت مسلمؑ نے حجرہ کے باہر قدم رکھا تو طوعہؒ آب وضو ہاتھ میں لئے استادہ تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ طوعہؒ نے بھی شب بھر آرام نہیں کیا۔

طوعہؒ کے استفسار پر حضرت مسلمؑ نے فرمایا کہ میں سجدے میں سو گیا تھا اور ابھی اپنے چچا امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں الوحا الوحا العجل العجل مسلم! جلد دُنیا کو چھوڑ دو اور پھرتی کرو آنے میں، میں گمان کرتا ہوں کہ میری (دنیا کی) زندگی کی یہ آخری گھڑیاں ہیں اور حیاتِ آخرت کا آغاز ہے۔

ابنِ زیادؑ اور حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کا سامان

ہلال ماں کے سمجھانے سے وقتی طور پر راضی ہو گیا تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو اسی وقت ابن زیادؑ کو خبر کر دیتا۔ یہ گفتگو اس کے کان میں بھی پہنچی تھی اور وہ ماں سے پوشیدہ ہو کر دار الامارہ کی طرف بڑھا اور اپنے باپ اُسید حضرمی کو جو ابن زیادؑ کا خاص پہرہ دار تھا حضرت مسلمؑ کی اطلاع کر دی اور کہا کہ ماں نے دشمن کو پناہ دی ہے۔ اُسید نے تعجب سے پوچھا کون دشمن؟ ہلال نے کہا مسلم بن عقیل۔ اس خبر کے سننے کا تو انتظار ہی تھا، امیدیں بر آئیں اور اس خدمت کے صلہ میں ابن زیادؑ نے ایک تیز رفتار گھوڑا اور زر نگار تاج اور اپنی گردن سے سونے کا طوق اتار کر ہلال کو دیا اور محمد بن اشعثؑ کو گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ عبید اللہؑ بن عباس سلمی کو بنی قیس کے ستر آدمی دے کر روانہ کیا۔ اعثم کوفی نے اس تعداد کو ۳۰۰ اور ابو مخنف نے ۵۰۰ ظاہر کیا ہے۔ یہ مسلح فوج طوعہؒ کے گھر پہنچی اور مکان کا

لہ ریاض المصائب   لہ ناسخ التواریخ

Presented by www.ziaraat.com

محاصرہ کرلیا۔

شیرِ گرسنہ کی جنگ

(۴) ہتھیار کی جھنکار اور گھوڑوں کے نہنانے کی صدا کان تک پہنچی تو طوعہؒ سے کہا ہتھیار لا۔

طوعہؒ:۔ اے میرے سید و آقا موت پر مستحکم کمر باندھ لی ؟

مسلمؑ:۔ ہاں اب چارہ نہیں۔ یہ کہہ کر زرہ پہنی اور دشمن کی تعداد پر نظر کی اور تلوار کو ہاتھ میں لے کر چند مرتبہ ہلایا[1] اور ایک فلک شگاف نعرہ کیا۔ جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتے وقت ہمہمہ کرتا ہے۔ طوعہؒ نے اخلاقی فرض سمجھ کر روکا۔ مگر تو بہ اب ہاشمی شیر کو کون روک سکتا تھا۔

مسلمؑ:۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے گھر میں فوجیں نہ آ جائیں۔

آفرین اس ہمت مردانہ پر۔ ایسے سخت وقت میں بھی فرائض اخلاق کو فراموش نہ کیا۔ اگر طوعہؒ کے گھر میں فوجیں داخل ہو جاتیں تو اس بے حرمتی کا باعث حضرت مسلمؑ ہوتے۔ فوجوں کے آنے سے قبل اپنے برآمد ہونے کا سامان کرلیا۔

طوعہؒ:۔ خدا آپ کو بُرا وقت نہ دکھائے۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو خدا کی قسم میں بھی آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد قتل ہو کر آپ پر فدا ہو جاؤں گی۔

حضرت مسلمؑ کے پاس اس گلدستۂ عقیدت کا کوئی جواب نہ تھا۔ گھر[2] سے نکلے اور حملہ کیا۔ طوعہؒ بالائے بام سے اپنے مہمان کی جنگ دیکھ کر کلماتِ تحریص کہہ رہی ہے ...... تھوڑی دیر میں فوجوں کو زیر و زبر کر دیا۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ مسلمؑ اس عظیم الشان بہادری کے ساتھ لڑے کہ پہلوانوں کی کمر میں ہاتھ

---

[1] وجعل ینظر الی القوم و یھزّ حسامہ و عادیھم و کما یصد الاسد علی فریستہ۔ [2] فعمد مسلم الی الباب فقلعھا آپ نے دروازوں پر ٹھوکر لگائی اور دروازہ جسے بظاہر باہر سے بند کر دیا تھا گرا دیا ۱۲ ریاض۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈال کر ان کو کوٹھوں پر پھینک دیتے تھے اور وہ زمین پر پہنچتے پہنچتے تمام ہو جاتے تھے۔ ۱۸ سپاہیوں کو قتل کیا اور بقیہ فوج کو شکست ہوئی۔ محمد بن اشعث لعنہ نے جب یہ رنگ دیکھا تو ابن زیاد لعنہ سے مدد طلب کی۔ اس نے ۵۰۰ سپاہی اور بھیج دیئے۔ مسلمؑ نے تھکے ہوئے ہاتھوں سے ایک بار پھر حملہ کیا اور ایک جماعت کو اسی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بچا ہوا لشکر بھاگا۔ محمد بن اشعث لعنہ نے دوبارہ کمک چاہی اور اطلاع کی کہ مسلمؑ کی تلوار سے کوئی بچتا نظر نہیں آتا۔ جو قتل سے بچ گئے ہیں وہ ایسے زخمی ہیں کہ لڑ نہیں سکتے۔ ابن زیاد لعنہ کو غصہ آگیا اور کہا کہ ایک تن تنہا سے لڑنے کے لئے اتنے سپاہی کافی نہیں ہوئے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اس وقت کیا ہو گا جب ہم تمہیں ان سے زیادہ بہادر انسان کی طرف بھیجیں گے۔ (یہ اشارہ واقعہ کربلا کی طرف تھا)۔ محمد بن اشعث لعنہ نے جواب دیا کہ اے امیر تو گمان کرتا ہے کہ ہم کو کوفہ کے کسی بنیئے یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے۔ تو نے ہم کو شیر درندہ اور خدا کی شمشیر برہنہ کی طرف بھیجا ہے۔ غرض ابن زیاد نے ۵۰۰ سوار اور بھیجے اور اپنے مکر و فریب سے یہ تدبیر بتائی کہ مسلمؑ کو امان دو۔ بغیر اس کے ان پر قابو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ حضرت مسلمؑ نے تیسرا حملہ کیا اور رجز میں یہ شعر پڑھے۔

هو الموت فاصنع ویک ما انت صانع فانت بکاس الموت لا شک جارع

فصبرا لامر الله جل جلاله فحکم قضاء الله فی الخلق ذائع

"میدانِ جنگ میں لڑنا سہل ہے اور تنگ راستہ میں دست بدست جنگ ایک کارِ نمایاں ہے جس کا موقع کسی دلیر کو کم ملا ہوگا"۔ حضرت مسلمؑ کے ہاتھ سے کوفہ کی گلیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور دشمن کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اکثر عرب کے جنگجو افواج اپنے ساتھ لڑائی میں عورتوں کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ وہ

Presented by www.ziaraat.com

ایسی پُرجوش باتوں سے مجاہدین کا دل بڑھائیں۔ حضرت مسلمؑ کی اچانک جنگ میں اس کا موقع کہاں تھا۔ وہ تو مہمان بن کر آرام کی زندگی بسر کرنے آئے تھے مگر خدا بُرا کرے یزیدیت کا جس نے ان کی مہمان نوازی لوں کی طوعہؒ نے اس رسم کو پورا کیا اور تاریخ میں ہے کہ آپ جنگ کر رہے تھے اور وہ بالائے سطح سے جوش دلانے والے کلمات کہہ رہی تھی۔ دنیا نے دیکھا کہ عرب کی حمیت کو نفر کے نامردوں کے ہاتھوں خاک میں مل رہی ہے اور طوعہؒ عورت ہو کر میزبانی کے فرض کی تکمیل کر رہی تھی۔ رسولِ اسلامؐ کے جہاد میں نسیبہ کی وفا اور مسلمؑ کی جنگ میں طوعہؒ کی وفا یاد رکھنے کے لائق ہے۔ ابھی مسلمؑ کی خوں آشام تلوار لہو برسا رہی تھی کہ محمد بن اشعث لعینؒ نے پکار کر کہا۔ اے مسلم جہاد نہ کرو۔ امیر نے تم کو امان دی ہے۔ فرمایا کہ میں تم کو امان دینا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر حمران بن مالک خثعمی کے اشعار حسب حال سمجھ کر پڑھے۔

میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد آدمی کے سوا کسی اور کو قتل نہ کروں گا اگرچہ میں موت کو ناپسند چیز دیکھتا ہوں۔ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو دھوکا دوں یا فریب یا ٹھنڈے اور گرم کو سمو دوں۔ سورج کی کرن اپنے ٹھکانے کی سمت پلٹتی ہے۔ ہر انسان عذاب آخرت سے دوچار ہوگا۔ میں تمہیں تلواریں لگا رہا ہوں اور برائی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ میرا الٹنا اس بہادر کی طرح ہے جو کبھی جنگ سے نہیں بھاگا۔"

یہ بیان حرف بحرف صحیح ہے فرار کے مواقع پر کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوئی۔ اصحاب فیل جب خانۂ خدا کو گرانے کے لئے آئے اس وقت ابرہہ کے خوف سے مکہ خالی ہو گیا مگر صرف عبد مطلبؑ کا گھرانہ ثابت قدم رہا۔

سلہ والمرادة من فوق السطح تحرصه علی القتال

فاطمہ بنت اسدؑ کے جب دردِ زہ شروع ہوا اور کعبہ کی دیوار شق ہوئی تو گرتی ہوئی دیوار کے پاس سے ان کو بھاگنا چاہیئے تھا مگر وہ راہِ فرار اختیار کرنے کے بجائے کعبہ کے اندر چلی گئیں۔ بدر سے حنین تک جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں بنی ہاشم کے دامنِ شجاعت پر فرار کا داغ نہیں آیا۔ بجا ہے۔ اگر مسلم بن عقیلؑ اس روایتی خصوصیت پر فخر کریں اور پھر دشمن کے سامنے جو تذلیل تو کیا قتل پر آمادہ ہو۔

کوفہ اور شام کے جوان خاموشی سے رجز سنتے رہے اور ایک مصرعہ سے اختلاف نہیں کیا۔ اس رجز کے وقت بھی دشمن کی ایک جماعت قتل ہوئی۔ اس بے پناہ جنگ کے بعد یقیناً ہاتھوں کی قوت نے جواب دیدیا ہوگا۔ اب انصاف کا خون اور انتہائی بزدلی ہے اگر کوئی نبرد آزما مستقل جنگ کے ارادے سے سامنے آئے۔

پہلوان کی لڑائی

مکر و دغا تو یزیدیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ مضمحل اور ناتواں پر ہاتھ اٹھانا ان کی متین تہذیب تھی عرب کی خصوصیات کب کی ان کی بہیمیت اور بربریت کی نذر ہو چکی تھیں۔ جب مسلمؑ نے تھک کر ایک دیوار سے تکیہ کیا تو مالک مکان بکر بن حمران آلاتِ حرب سے مصلح ہو کر سامنے آیا اور انفرادی جنگ شروع ہوئی۔ بکر فوج کے مشہور پہلوانوں میں سے ہے اور بڑے کروفر سے حملہ آور ہوا۔ بکر کو غالباً اسی وقت کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔ مسلمؑ نے بھی اپنے ٹوٹے ہوئے ہاتھوں سے جوابی حملہ کیا اور کئی ضربوں کی رد و بدل ہوئی۔ بکر نے تیز دستی سے دہن مبارک پر تلوار لگائی اور اوپر کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ مسلمؑ نے سر پر حملہ کیا اور ایک کاری ضرب کے بعد اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد کوفہ کے لوگ سمجھ گئے کہ مسلمؑ پر کسی صورت سے فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہر طرف سے ان کو نہ گھیرا

Presented by www.ziaraat.com

جائے۔ اس ارادہ کے ساتھ لشکر ہر طرف تقسیم کر دیا گیا۔ فوج کا ایک حصہ کوٹھوں پر پتھروں سے حملہ کرنے کے لیئے مامور رہوا۔ تیر اندازسپاہ نے پوری طاقت سے کمانوں کا رخ یکہ وتنہا مسلمؑ کی طرف کر دیا۔ حکم کی دیر تھی ادھر کوٹھوں پر سے آگ اور پتھر برسنے لگے ادھر کمانوں سے تیروں کی بارش ہوئی۔ مسلمؑ نے سر اُٹھا کر کہا۔ "تم کو کیا ہو گیا ہے۔ پتھروں سے مجھے ہلاک کر رہے ہو جیسے کافروں کو سنگسار کرتے ہیں میں تو نبیؐ کے گھرانے سے ہوں رسولؐ کے حقوق ان کی اولاد کے ساتھ یونہی ملحوظ رکھے جاتے ہیں؟"

اس پند و نصیحت کا سُننے والا کون تھا؟ بات کہتے کہتے جناب مسلمؑ کے جسم پر اس قدر تیر پیوست ہو گئے جیسے[1] ساہی کے جسم پر خار ہوتے ہیں۔ فضائی حملہ نے سرتاپا زخم بنا دیا۔ اتنے زخموں کے بعد بھی اہل کوفہ کو ان کی شجاعت سے اندیشہ تھا۔ اس راہ میں جدھر مسلمؑ بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ایک خندق تیار کر کے خس پوش کر دیا اور طے کر لیا کہ ہم پیچھے ہٹتے چلے جائیں یہاں تک کہ مسلمؑ اس خندق میں جا پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے سب سے پہلے اپنی حفاظت کے لیے جنگ احزاب میں خندق تیار کیا تھا مگر اس سے دشمن کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا لیکن یہ خندق تو یزیدی مکر و فریب اور بزدلی کا ایک افسوسناک عملی نمونہ ہے جس کو آئین جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ پورا لشکر حملہ کرنے کے بعد پیچھے ہٹا اور مسلمؑ نے دائیں بائیں شمشیر زنی کرتے ہوئے سپاہیوں کو قتل کر کے تہ خاک پر گرانا شروع کیا اور نشیب میں گر پڑے۔ محمد بن اشعث لعنہ نے چہرے پر تلواریں لگائیں جس سے بینی مبارک کے اوپر کا حصہ اور حلقہ چشم اور داڑھوں پر کاری زخم پہنچے۔ ابھی مسلمؑ گرنے نہیں پائے تھے۔ لیث کے نیزے نے منہ کے بل زمین پر

---

[1] مقصاص جلد ۵ کالقنفذ من کثرۃ النبل ۱۲ ریاض المصائب

Presented by www.ziaraat.com

گرا یا گویا شرطِ وفا کی تکمیل پر سجدۂ شکر کیا۔

ایک وقت وہ تھا کہ ماحول کی محبت میں کوفہ کی سفارت پر خوشی سے آمادہ نہ تھے اور قدم قدم پر سفر سے عذر تھا لیکن حکمِ امامت کے تہیب نے ارادے میں وہ پختگی پیدا کی کہ پھر ان سے زیادہ کوئی استقلال پسند نہ تھا۔ اسی طرح کوفہ پہنچ کر کشت و خون سے گریز کرتے رہے۔ جہاں خونریزی کا اندیشہ ہوا اس محلہ کو خالی کر دیا۔ ابن زیاد کو قابو میں لا کر چھوڑ دیا۔ اور خود گھر گھر پناہ لی۔ مسجدوں میں پوشیدہ ہوئے۔ مگر جب وقت آ پڑا اور تلوار نیام سے کھینچی تو وہی ثباتِ قدم تھا جو شیرِ خدا کے بھتیجے میں ہونا چاہیئے۔ یہ ہے خاندانِ رسالتؐ کا رویہ جس سے دنیا کو سبق لینا چاہیئے۔ اسی انسانیت نواز تہذیب اور تمدن پر دلوں میں جذب پیدا ہوتا ہے برخلاف بنی امیہ کی ظالمانہ پالیسی کے جس پر عالمِ تہذیب میں صدائے نفرت بلند ہے۔ جب تک دست و بازو میں طاقت رہی کوئی نامرد سامنے نہ آیا۔ صبح سے عصر[1] کے وقت تک لڑتے رہے۔ جب بےشمار فوجوں کو زیر و زبر کر چکے تو کوٹھوں سے پتھر برسا کر زخمی کیا۔ برآمدوں سے دہکتی ہوئی آگ پھینک کر جلانا چاہا اور آخر چاہِ خس پوش میں گرا کر اسیر کیا۔ بزدلی اس کو کہتے ہیں۔ ان ہی بہیمانہ حرکات پر دعوائے انسانیت ہے!

اسیری اور زندگی کے آخری لمحات

(۵) حضرت مسلمؑ کے گرتے ہی ان پر چہار طرف سے نرغہ ہو گیا۔ محمد بن اشعث لعنہ نے بڑی بیدردی سے مجروح جسم سے زرہ اتار لی اور تلوار پر قبضہ کیا اور گرفتار کر کے کشاں کشاں دروازۂ دارالامارہ تک لایا جہاں ابن زیاد لعنہ کے خاص خاص ملنے والے انتظار میں تھے عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط لعنہ، عمر بن حریث لعنہ

۱؎ ولہ وبکروا القوم الیہ بکرۃ وعاد یقاتل الی وقت عصرہ ریاض

Presented by www.ziaraat.com

مسلم بن عمرؒ، کثیر بن شہابؒ، ابن زیادؒ کی اس فتح پر خوش ہوئے اور مسلمؑ خون میں ڈوبے ہوئے تنورِ حرب سے نکل کر جو قصر ابن زیادؒ کے قریب آئے ٹھنڈے پانی سے بھرے ہوئے برتن دیکھے اور ابو مخنف کا بیان ہے کہ انہوں نے دو دن سے پانی نہ پیا تھا۔ شبانہ روز رکوع و سجود میں مصروف رہے اور آب سرد دیکھ کر پانی مانگا۔

مسلم بن عمر باہلیؒ:۔ دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا پانی ہے مگر خدا کی قسم ہم اس میں سے ایک قطرہ تم کو نہ دیں گے۔ یہاں تک کہ تم دوزخ کے گرم کھولتے ہوئے پانی سے سیراب ہو۔

مسلم بن عقیلؑ: تجھ پر وائے ہو تو کون ہے؟

مسلم بن عمرؒ: میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اس عالم میں کہ تم اس سے انکار کر چکے تھے اور میں نے اپنے امام کی اطاعت کی جبکہ تم اس سے برسرِ پیکار تھے میرا نام مسلم بن عمر ہے۔

مسلم بن عقیلؑ:۔ تیری ماں تجھ کو روئے۔ کس قدر سنگدل ہے تو جہنم میں جانے والا تو ہے اور دوزخ کے آبِ گرم کا سزاوار بھی تو ہے (تذکرہ میں)

یہ ناعاقبت اندیش سمجھے تھے کہ بہشت کی تقسیم بنی امیہ کے چشم و ابرو پر ہے۔ جنت جاگیر ہے یزیدؒ کی۔ بھلا اس تنگ نظری کی بھی کوئی حد ہے کہ رسولؐ کا بھتیجہ مستحق دوزخ بتایا جائے اور ہندۂ جگر خوار کی اولاد امام ہو اور اس کے حق پر ہونے کا نثر میں قصیدہ پڑھا جائے۔ یہ اسلامی تعلیم ہے کہ پانی کافر تک کو پلاتے ہیں۔

سلہ وکان مسلم بن عقیل لو مین ما شرب فیصمن ماء لانہ کان لیلہ ونہارہ ساجداً وراکعاً۔ ریاض۔ یہ رائے سابق کے بیان سے مخالف نہیں ہے۔ طوعہؒ کے گھر میں اس کی ضیافت پر ایک مرتبہ پانی پینا ثابت ہے جو آداب میزبانی کے تحت میں تھا یقیناً وہ دو دن کے پیاسے تھے ۱۲۔ مولف

Presented by www.ziaraat.com

حضرت مسلمؑ حجت تمام کرتے تھے ورنہ ان کو اس وقت آخر میں پانی کی ضرورت نہ تھی۔ جب آپ نے لوگوں کی یہ سختی دیکھی تو دربان کو قسم دی اور کہا تجھے محمدؐ کا واسطہ پانی کا ایک گھونٹ پلا دے۔ اگر میں زندہ رہ گیا تو تیرا یہ احسان باقی رہے گا اور اگر مر گیا تو اس کی جزا خدا دے گا۔ اور پیغمبرؐ کے چچا زاد بھائی سے اجر لینا۔ دو روایتیں اس مقام پر ہیں۔ ایک تو یہ کہ دربان یہ گفتگو سن کر رو دیا اور اس نے پانی کا کوزہ بھر کر پیش کیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عمر باہلیؒ کے سخت اور عامیانہ جواب سے عمر بن حریث بھی متاثر ہوا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ایک جام آب سرد کا لائے۔ غلام نے تعمیل حکم کی اور پانی جو دہن مبارک تک پہنچا، زخم سے لہو جاری ہوا اور پانی خون آلود ہو گیا۔ دوسرا کوزہ لائے وہ بھی خون سے ممزوج ہو گیا۔ تیسری مرتبہ آگے کے دونوں دانت کاسۂ آب میں گرے۔ اس وقت شکرِ خدا کرتے ہوئے کہا الحمد للہ اگر میرے قسمت میں رزق ہوتا تو سیراب ہو جاتا۔ اس گفتگو کے بعد سنبھل نہ سکے، دیوار پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اپنی بے کسی پر روتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں اپنی جان جانے پر نہیں روتا اور نہ اپنے قتل پر مرثیہ پڑھتا ہوں۔ میں امام حسینؑ اور ان کی جماعت پر روتا ہوں جو میرے بعد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن اشعثؒ کی طرف رُخ کیا اور (طنزیہ) فرمایا کہ "میں دیکھتا ہوں تو امان دینے سے عاجز ہے تو کیا میں تجھ سے ایک نیکی کی امید کروں اور وہ یہ کہ میری طرف سے کسی کو امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ آج ہی کل میں کوفہ پہنچنے والے ہیں، ان کو آگاہ کر دے کہ مسلمؑ قید ہو گئے اور غروب آفتاب سے قبل ان کے قتل کی امید ہے اور وہ یہ (آخری) پیام

Presented by www.ziaraat.com

دیتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اپنے اہل بیت کو لے کر آپ پلٹ جائیے اور اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیے" محمد بن اشعث[1] نے ظاہری طور پر اقرار کر لیا کہ میں پیام بھیجتا ہوں اور ابن زیاد سے کہوں گا کہ میں نے مسلم[ع] کو امان دی ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابن زیاد[لعن] کا فرستادہ آپ کو لینے کے لئے آ گیا اور مسلم[ع] خون میں نہائے ہوئے دربار میں آئے۔ ابنِ زیاد[لعن] نے قہقہہ لگایا۔ جس سپاہی کی حراست میں تھے اس نے کہا امیر پر سلام کرو۔ مسلم[ع] نے فرمایا چپ بجھ پر وائے ہو وہ تو میرا امیر نہیں ہے۔ میرا امیر میرا سردار حسین[ع] ہے۔ ابنِ زیاد[لعن] پر تو وہ سلام کرے جس کو مرنے کا خوف ہو۔ ابن زیاد[لعن] نے کہا سلام کرو یا نہ کرو، بہر حال قتل ہو گے۔ فرمایا مجھے اتنی اجازت دے کہ وصیت کر لوں۔ یہ کہہ کر آپ نے دربار پر نظر کی اور عمر ابن سعد[لعن] پر نگاہ پڑی اور کہا۔

مسلم[ع]:۔ اے ابن سعد میری ایک حاجت ہے اور تجھ پر فرض ہے کہ میری تمنا پوری کرے۔ ابن سعد[لعن] نے کچھ پس و پیش کیا۔ ابن زیاد[لعن] نے کہا یہ بے رخی کیسی جو کچھ کہیں اسے سُن۔ عمر سعد[لعن] اٹھا اور مسلم[ع] کو تخلیہ میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری پہلی وصیت یہ ہے کہ خدائے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد[ص] اس کے رسول اور علی[ع] ولی ہیں۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میں نے تمہارے شہر سے ہزار[2] درہم قرض لیے تھے میری زرہ[3] بیچ کر ادا کر دینا۔ تیسرے میرے سردار حسین[ع] بن علی[ع] کو لکھ دینا کہ واپس جائیے۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ اپنے اہل بیت[ع] کو لے کر روانہ ہو چکے ہیں ان کا

---

[1] فتیبہ ابن زیاد صاحب کا ریاض المصائب [2] منہ [3] سات سو درہم ۱۲ ارشاد شیخ مفید [4] تلوار فروخت کر کے ۱۲ ارشاد شیخ مفید۔

Presented by www.ziaraat.com

بھی میرا ایسا انجام ہوگا۔ چوتھی وصیت یہ ہے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری لاش کو ابن زیادؔ سے لے لینا تاکہ وہ مجھے مثلہؔ[1] نہ کرے۔

ابن سعدؔ:۔ تم نے کلمہ شہادت کے بارے میں جو کچھ کہا ہم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں اور زرہ فروخت کرنے میں ہم کو اختیار ہے کہ چاہے قرض ادا کریں یا نہ کریں۔ اور جو کچھ حسینؑ بن علیؑ کے لئے کہا ہے تو وہ اس طرف آ کر رہیں گے اور ہمارے ہاتھ سے ضرور سختیوں میں پھنسیں گے۔ یہ کہہ کر ابن زیادؔ کی طرف رُخ کیا اور اپنا اعتبار قائم کرنے کے لیئے کہا۔ مجھے معلوم ہوا کہ مسلم نے کیا کہا اور کیا جواب پایا۔ پوری گفتگو دہرا دی۔

ابن زیادؔ نے کہا امانت دار کبھی خیانت نہیں کرتا۔ خدا تجھے رسوا کرے۔ اگر مجھے امین قرار دیتے تو ان کے راز کو چھپاتا اے پسر سعد تو نے جو یہ خیانت کی تو ہی پہلا وہ شخص ہوگا جو حسین بن علی سے لڑائی کا فرمان حاصل کرے گا۔ اس کے بعد ابن زیادؔ نے حضرت مسلمؑ کی طرف رخ کیا اور یہ سخت گفتگو شروع ہوئی۔

ابن زیادؔ:۔ کیوں عقیل کے بیٹے تم اپنے حلقۂ اطاعت سے باہر ہوئے اور فتنۂ خفتہ کو بیدار کیا۔

مسلمؑ:۔ اے فرزند زیادؔ تو جھوٹا ہے مسلمانوں میں تفرقہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزیدؔ نے ڈالا ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے فتنہ برپا کیا جو بنی حلاج کے ثقفی گروہ کا غلام تھا۔ میں تو اس بات کا امیدوار رہا ہوں کہ شریر ترین مردم کے سامنے قتل ہوں باپ کا پوست کندہ حال سُن کر ابن زیادؔ کو غصہ آیا اور کچھ سخت گفتگو کی حضرت مسلمؑ نے بات کاٹ کر پوچھا۔

---

[1] ریاض الجنان مولوی اشرف علی مثلہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ پیغمبر خداؐ نے جانور کے اعضا پارہ پارہ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلام میں حضرت حمزہؑ کی نعش مثلہ کی گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

مسلمؑ:۔ اے پسرِ مرجانہ تو ہی بتا مستحقِ خلافت کون ہے؟

ابن زیادؒ:۔ یزید بن معاویہ۔

مسلمؑ:۔ ہمارے تمہارے درمیان میں خدا فیصلہ کرے گا۔

ابن زیادؒ:۔ تم گمان کرتے ہو کہ خلافت میں تمہارا حصہ بھی ہے؟

مسلمؑ:۔ خدا کی قسم گمان نہیں بلکہ یقین ہے۔

ابن زیادؒ:۔ اچھا یہ بتاؤ کوفہ میں کیوں آئے؟ لوگوں میں اتحاد و اتفاق تھا۔ تم نے افتراق پیدا کیا۔

مسلمؑ:۔ میں اس لئے تو نہیں آیا کہ انقلاب ہو۔ تم نے برائیوں کا مظاہرہ کیا اور اچھائیوں کو دفن کر دیا اور لوگوں کی رضا کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے اور تم نے ان میں قیصر و کسریٰ کی ایسی زندگی بسر کی تو ہم ان کے درمیان میں اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے اُٹھے اور کتاب و سنت کی طرف دعوت دی اور ہم اس کے اہل بھی تھے کھری کھری باتیں سُن کر ابنِ زیاد کو پھر غصہ آیا اور بہیمانہ انداز میں کہا۔

ابن زیادؒ:۔ اے فاسق تو خود ستائی کرتا ہے اور مدینہ میں شراب خوری کرتا تھا۔

مسلمؑ:۔ میں اور شراب پیوں! خدا جانتا ہے کہ تو سچا نہیں ہے اور میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تو سمجھتا ہے۔ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ تجھے حق ہے۔ تو نے تو مسلمانوں کی خونریزی کی ہے[1]

ابن زیادؒ کا غصہ اور زیادہ ہوا اور جذبۂ انتقام میں اور ناگفتہ بہ الفاظ

---

[1] ابن زیادؒ کے شراب خور ہونے کا ثبوت تاریخ طبری میں موجود ہے۔ یزیدؒ نے بادہ و پیمانہ کے سلسلہ میں جو اشعار نظم کئے ان میں ایک شعر یہ ہے اسقنی شربۃ تروی مشاشی ثم مل فاسق مثلہا ابن زیاد۔ مجھے ایک ایسا جام دے جو میرے جسم کے ایک ایک جوڑ کو سیراب کر دے پھر (اے ساقی) کھڑے ہو کر ایسا ہی ایک جام ابن زیاد کو پلا۔ (تاریخ الامم والملوک)

Presented by www.ziaraat.com

جناب امیر المومنینؑ اور حسنینؑ اور عقیلؑ کی شان میں استعمال کئے اور مسلمؑ نے پھر وہی جواب دیا اس کا حق تجھے اور تیرے باپ کو زیادہ ہے۔ اب وہ وقت آیا کہ ابن زیادلعن نے قتل کا ارادہ کیا۔

ابن زیادلعنہ۔ خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں جس طرح اسلام میں آج تک کوئی قتل نہیں ہوا۔

مسلمؑ:۔ تجھی کو یہ حق ہے کہ جو بات اسلام میں نہ ہوئی ہو وہ کرے؟

ابن زیادلعن نے حکم دیا کہ "بکر ابن حمران احمری لعن کو لاؤ"۔ اس پر مسلمؑ نے تلوار لگائی تھی جب وہ شقی سامنے آیا تو پوچھا تو مسلمؑ کو قتل کرے گا۔ اس نے اقرار کیا۔ کہا "مسلم کو بالائے قصر لے جاکر قتل کرو"۔ حضرت مسلمؑ نے کہا "اگر تو ولدالزنا نہ ہوتا تو کبھی میرے قتل کا حکم نہ دیتا"۔

سفاک ابن زیادلعن کے حکم سے حضرت مسلمؑ بالائے بام لائے گئے اس شان سے کہ ہر گام پر تسبیح و استغفار کر رہے تھے اور بارگاہِ صمدیت میں شکوہ سنج تھے۔ بار الہا میرے اور اس قوم کے درمیان میں حکم کر جس نے ہم کو فریب دیا اور ہماری تکذیب کی اور ہمیں چھوڑ دیا اور قتل کیا۔ توحید پرست ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی خدا کو نہیں بھولتے۔ قتل سے پہلے دو رکعت نماز کی اجازت مانگی قاتل نے انکار کیا۔ اس وقت آپ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے:-

جزی اللہ عنا قومنا شر ما جزی ... شرار الموالی بل اعق و اظلما

ھم منعونا حقنا و تظاھروا ... علینا و راموا ان نذل و نرغما

اغاروا علینا یسفکون دمائنا ... ولم یرقبوا فینا زماما ولا دما

نحن بنو المختار لا خلق مثلنا ... نبی ابت ارکانہ ان تھدما

فانتم لولا جیئکم آل مذحج ... و فرسانھا والسیف فیھا المقدما

Presented by www.ziaraat.com

شہادت

مسلمؑ کس کے ہاتھ سے کیونکر اور کہاں شہید ہوئے ہر ہر جزو میں اختلاف ہے۔ واقعہ کے بعض اجزا مورخین میں تسلیم شدہ بھی ہیں۔ ہم دیانت کے ساتھ تمام اقوال درج کرتے ہیں۔ ان کے قاتل کا نام اکثر نے بکر بن حمران[۱] بتایا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں مسلمؑ کے قتل کرنے کی آرزو تھی۔ آپ کو اپنے قابو میں پا کر پہلے تو اس شقی نے شکر کیا اور کہا میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے تم پر مجھے مسلط کیا۔ یہ کہہ کر تلوار لگائی' وار خالی گیا۔ اب بھی حضرت مسلمؑ کی جبین پر شکن نہ تھی۔ قاتل نے دوسرا وار کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ وہ سراسیمہ بالائے قصر سے اُترا۔ ابن زیاد لع نے پوچھا کہ اے بکر تجھے کیا ہو گیا ہے۔ بکر نے جواب دیا مسلمؑ کو قتل کرتے وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص مہیب[۱] صورت دانتوں میں انگلی دبائے کھڑا ہے۔ میں کبھی اس طرح سے نہیں ڈرا جیسا کہ آج خوف طاری ہوا۔ ابن زیاد لع نے کہا جو دہشت طاری ہو گئی تھی یہ اس کی خیالی تصویر ہے۔

بعض اہل تحقیق کا بیان ہے کہ جب بکر لع نے قتل کا ارادہ کیا تو ہاتھ نہ اٹھ سکا اور بقولے اس کا ہاتھ[۲] خشک ہو گیا اور وہ ناکام پلٹا۔ ابن زیاد لع کو خبر کی۔ اس نے دوسرا شخص بھیجا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ پہلو میں پیغمبر خداؐ کھڑے ہیں وہ ڈر کر گرا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ آخر کار ایک شامی نے قتل کیا۔ اور بعد شہادت سر بریدہ اور لاش کوٹھے سے گرا دی گئی۔ اِن اقوال کا مقصد یہ ہے کہ شہادت کے بعد لاش کو گرا دیا۔ میرے نزدیک فاضل وطواط کی رائے تمام بیانات میں مکمل ہے۔ ان کی تحریر سے قاتل کے نام کی بھی تصحیح ہوتی ہے۔

پھر ابن زیاد لع نے کثیر بن حمران[۳] کو حکم دیا کہ وہ مسلمؑ کو سقفِ[۴] دارالامارہ پر لے جائے اور وہاں سے نیچے گرا دے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی لیکن بالائے قصر

۱؎ جلاء العیون علامہ مجلسی ۲؎ منہ ۳؎ و غرر الخصائص الواضحہ و عرر النقائص الفاضحہ مولفہ امام اہلسنت ابو اسحاق برہان الدین ابراہیم بن یحییٰ بن علی کتبی معروف بہ وطواط صہ ۲۱ مطبوعہ مصر ۱۳۱۸ھ

Presented by www.ziaraat.com

سے نیچے گرانے کے بعد حضرت مسلمؑ زندہ تھے۔ اس وقت ان کی گردن زدنی کا حکم ہوا۔ اور سر کاٹ کر لاش کو سُولی دی گئی۔ ابن زیادؒ نے جو کہا تھا وہی کیا۔ کسی سلطنت نے سخت سے سخت جرم کرنے والے کے لیے قتل میں یہ وحشیانہ انداز ہرگز اختیار نہیں کیا کہ وہ بالائے قصر سے نیچے گرادیا جائے اور استخواں ٹوٹ جانے کے بعد بھی زندہ رہے، تو تلوار سے گردن کاٹی جائے اور پھر بھی جذبۂ انتقام ختم نہ ہو۔ لاش کو سُولی دی جائے۔

مرثیہ شاعر اہلبیت حضرت دبیر مرحوم نے اس جگر خراش داستانِ مصیبت میں پورا مرثیہ نظم کرکے اپنے فریضۂ عقیدت کو ادا کیا۔ اور ہم ان کے بلند پایہ تخیلات کو نظر انداز کرنا اصولِ تالیف کے منافی سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ تخیلات نہ ہوں اور فاضل شاعر نے کسی مقتل سے تصویر کشی کی ہو۔ پیغمبر خداؐ[1] مدینہ میں موعظہ فرما رہے ہیں اور ان کا مظلوم بھائی جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا ہے۔ مرسلؐ کے سامنے سے حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور بھائی کو بھائی کا آخری دیدار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ رسولؐ کا معجزہ ہے تو حسینؑ بھی پیکر رسالتؐ کا جزو ہیں۔ ممکن ہے کہ مسلمؑ کو وقتِ آخر آپ نے زیارت سے محروم نہ رکھا ہو۔ مرزا صاحب طاب ثراہ غالباً اسی نظریہ کے تحت میں فرماتے ہیں :۔

تب دھیان میں شبیرؑ کے مسلمؑ یہ پکارے
کعبہ میں ہو یا راہ میں صدقے میں تمہارے
اب کٹتا ہے سر لوگ تماشائی ہیں سارے
دیکھو مرے آقا مری حسرت کے نظارے
اعجاز سے پردے مری آنکھوں سے اٹھادو
یا سبطِ نبیؐ آخری دیدار دکھادو
کعبہ سے اسی روز روانہ ہوئے تھے شاہ
مسلمؑ تو لبِ گور تھے شبیرؑ سرِ راہ
جبرئیلؑ نے کوفہ کی زمیں سے کہا ناگاہ
ہاں حکم خدا ہے تو بلند اتنی ہو واللہ
مسلمؑ شہہِ مظلومؑ کی تصویر کو دیکھے
شبیرؑ اسے دیکھے یہ شبیرؑ کو دیکھے

---

[1] حیات القلوب

Presented by www.ziaraat.com

کوفہ کی زمیں نے سر رفعت کیا پیدا ۔۔۔ پر ساری زمینوں پہ ہوا زلزلہ برپا
چلنے سے رکا راہ میں اسپ شہ والا ۔۔۔ اور تھم گئے سب اشتر ذریت زہراؑ
ہاتف نے ندا دی یہ محمدؐ کے خلف کو ۔۔۔ یا سبط نبیؐ دیکھیے کوفہ کی طرف کو
کوفہ کی طرف شاہ نے منہ اپنا پھرایا ۔۔۔ سیدانیوں نے محملوں سے پردہ اٹھایا
اللہ نے مسلمؑ کا جمال ان کو دکھایا ۔۔۔ بیٹھا ہوا تلوار کے نیچے نظر آیا
پیہم تھی نظاروں میں صدا ہائے اخی کی ۔۔۔ یاں فاطمہؑ روتی تھیں وہاں روح علیؑ کی
چہروں پہ طمانچے حرم شہؑ نے لگائے ۔۔۔ ملنے کے لئے ہاتھ رقیہؑ نے بڑھائے
چلائی کہ لو اماں وہ بابا نظر آئے ۔۔۔ سب کہتے تھے بابا نے وہاں شہر بسائے
نے فرش پہ نے سایۂ دیوار کے نیچے ۔۔۔ بابا تو مرے بیٹھے ہیں تلوار کے نیچے
شبیرؑ پکارے ترا بابا ہے بہت دور ۔۔۔ پر خالق مختار کو اب یوں ہوا منظور
قاتل سے وہاں کہنے لگے مسلمؑ رنجور ۔۔۔ حسرت مری پوری ہوئی اے ظالم مقہور
اب کاٹ کے سر کو یہی مرنے کا مزہ ہے ۔۔۔ آقا مرا اس وقت مجھے دیکھ رہا ہے

یہ دلدوز واقعہ ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اس سے ایک دن قبل امام حسینؑ نے مکہ چھوڑا تھا۔

حمایت مسلمؑ میں سب سے بڑی چوتھی قربانی ہانی کی شہادت اور مرنے کے بعد مصائب میں اشتراک

(ح) مہمان کو قتل کرنے کے بعد میزبان پر ظلم کے پہاڑ گرائے گئے ابن زیادلعین نے حکم دیا کہ اب ہانیؒ بھی قتل ہوں۔ محمد بن اشعث لعین نے کہا کہ اے امیر ہانی کا جو اعزاز اس شہر میں ہے وہ تو جانتا ہے۔ ان کے قوم و قبیلہ کا بھی تجھے تعارف ہے۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کوفہ بھر دشمن ہو جائے۔ ہانی کو مجھے دیدے۔ ابن زیادلعین نے اسی تحریک کو مصلحتاً منظور تو کیا مگر درپردہ حکم دیدیا کہ جب لوگ گوسفندوں کی خرید و فروخت میں مشغول ہوں، اس وقت ہانی بھی قتل کر دیئے جائیں۔ ہانیؒ رسن بستہ آئے۔ یہ وہ شخص ہے کہ چار ہزار سوار

Presented by www.ziaraat.com

زرہ پوش اور ہزار پیادے ہانیؒ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور جب قبیلہ کندہ یا دیگر قبائل سے کبھی مدد طلب کی تو ہزار زرہ پوش جوان لبیک کہتے تھے۔ لیکن آج جب بازار سے قید ہو کر چلے تو ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر پکارتے تھے مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔

زمانہ کی انقلابی حالت سے ہانیؒ کو اور زیادہ طیش آیا اور زور کر کے ہاتھوں کو بندِ رسن سے چھڑا لیا اور پکار کر کہا کہ کاش کوئی چھری یا لکڑی، پتھر مجھے مل جائے تو جہاد کروں۔ ملازمین ابنِ زیادؑ نے دوبارہ ہاتھوں میں رسّی باندھی اور ابن زیادؑ کے غلام نے جس کا نام رشید ترکی بتایا جاتا ہے انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔ ہانیؒ کی زبان پر شہادت سے پہلے یہ فقرات تھے۔ "ہم کو خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے بارِالٰہا تیری رضا اور رحمت کی طرف آتا ہوں"۔

ہانیؒ کو قتل کر کے ابن زیادؑ نے حکم دیا کہ مسلم و ہانی کے سر کوفہ کے بازاروں میں پھرائے جائیں اور جس محلہ میں گوسفند فروخت ہوتے ہیں وہاں دونوں (مظلوموں) کو الٹا کر کے سُولی پر چڑھایا جائے۔[1]

سولی سے پہلے یا بعد لاشوں پر یہ مصیبت بھی پڑی کہ کوفہ کے حیوان صفت ظالم انسان پیروں کو ہاتھ میں لے کر گلی گلی کھینچتے پھرے بالآخر سر تو یزیدؑ کے پاس روانہ کیا گیا جو اس نے دمشق[2] کے دروازہ میں لٹکا دیا اور لاشوں کو سُولی سے اتار کے قبیلہ مذحج نے غسل دیا نماز پڑھی اور سپردِ خاک کیا فرزدق یا عبداللہ بن زبیر[3] اسدی نے ایک جگر خراش مرثیہ نظم کیا۔ "اگر تم جانتے ہو کہ موت کیا چیز ہے تو ہانیؒ اور فرزندِ عقیلؑ کی طرف بازار میں دیکھو۔ اس بہادر کی سمت نگاہ کرو جس نے چہرہ پر تلواریں کھائیں اور پھر دو کوٹھے سے گرا کر قتل کیا گیا حکم حاکم ان پر نافذ ہوا اور ان دونوں نے یوں صبح کی کہ ان کی مظلومیت کی داستان راستہ چلنے والوں کی زبان پر ہے۔ وہ فریب کار جو ہانیؒ کو ابن زیادؑ کے پاس لے گئے کیوں آرام سے گھوڑوں پر سوار ہیں حالانکہ قبیلۂ

---

[1] امر لبصلبھا منکوسًا ۱۲ ا مناقب ابن شہر آشوب [2] جلاء العیون
[3] الزبیر الاسدی بفتح الزاو کسر الباء الموحدہ تاریخ کامل۔

Presented by www.ziaraat.com

مذحج ان کی تلاش میں ہے اور خون کا بدلہ لینے کے درپے ہے۔

تو اس جسم کو دیکھتا ہے جس کے رنگ کو موت نے بدل دیا۔ اور ہر طرف لہو بہتا ہے۔ بنی مراد اسے گھیرے ہوئے ہیں اور دیت کے منتظر ہیں اور انہیں کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اے قوم اگر تم اپنے بھائی کے خون کا عوض نہ لو تو تمہارا حال اس زناکار عورت کا ایسا ہوگا جو تھوڑی رقم پر راضی ہو جاتی ہو۔" قبیلہ مذحج کے جوانوں نے ہانیؓ اور مسلمؑ کے خون کا انتقام لینے کے لیے تین دن تک پیہم جنگ کی۔ اس جنگ ہی کا نتیجہ تھا کہ لاشیں حاصل ہوئیں ورنہ مجروح جسم بھی نہ ملتے۔[1]

پانچویں اور چھٹی قربانی گذشتہ بیان میں عبد الاعلی بن یزید کلبیؓ اور عمارہ بن صلخبؓ کی گرفتاری سے قارئین باخبر ہو چکے ہیں جو نصرت مسلمؑ کے ولولہ میں گھروں سے چلے تھے۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ یہ دونوں جانباز بھی مسلمؑ و ہانیؓ کی شہادت کے بعد ابن زیاد لعین کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے۔[2] اور ان کے دل کی آرزو دل ہی میں رہی۔

گرفتاریاں شیعیان اہل بیتؑ اور حسینؑ بن علیؑ کے ہمدرد جو مٹھی بھر سے زیادہ نہ تھے اس وقت عجیب عالم میں تھے۔ ان کو چھپنے کیلئے گوشوں کی تلاش تھی جن کا ملنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ابن زیاد لعین کو معلوم تھا کہ عنقریب حسینؑ بن علیؑ تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ ہمتیں پست ہو چکی ہیں لیکن ان کے آنے سے کہیں پھر انقلاب پیدا نہ ہو جائے لہٰذا اس نے تلاش کر کے جن جن اشخاص سے اندیشہ ہو سکتا تھا انہیں قید کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مختار ابو عبیدہ ثقفیؓ جو مسلمؑ کے خروج کے موقع پر کوفہ میں موجود نہ تھے اور اسی دن اطلاع پا کر آئے لیکن ایسے وقت پہنچے کہ مسلمؑ کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور عمر بن حریث نے رایت امان بلند کیا تھا جو

---

[1] واقتتلوا اقتتالاً شدیداً ثلاثة ایام فاخذنا هما منهم وغسلوهما وکفنوا هما ودفنوهما ۱۲ ریاض۔ [2] قاتلان حسینؑ کا مذہب تیسرا ایڈیشن اپریل ۱۹۳۳ء از تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ ۱۸

شخص اس کے نیچے چلا آئے اس کا جان و مال محفوظ ہے لیکن مختارؒ کو امان نہ مل سکی اور وہ پابہ زنجیر کر دیئے گئے اور اسی طرح عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص کے قید و بند کا سلسلہ جاری ہو گیا اور جیلخانے قیدیوں سے چھلکنے لگے۔

اس سیاست کی نوعیت کا اندازہ ابن زیادؑ کی اس تقریر میں جو یزیدؑ کی ہلاکت کے موقع پر اس نے کی ہے اس فقرہ سے ہوتا ہے "کوئی ایسا شخص نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانے کے اندر ہے"۔[1]

سر مسلمؑ یزیدؑ کے سامنے

ہانیؒ ایسے با اقتدار شخص کے قتل اور اتنی گرفتاریوں کے بعد اب کوفہ میں ابن زیادؑ کے خلاف کوئی ظاہری بےچینی نہ تھی۔ مسلمؑ کا سر دمشق بھیجنے کے لیے عمر بن نافع کو بلایا گیا اور ابن زیادؑ نے حکم دیا کہ مسلم و ہانی کا حال لکھ کر یزید کو اطلاع دی جائے۔ پس نافع نے تحریر میں غیر معمولی طول دیا۔ اور یہ وہ پہلا شخص ہے جو خطوط میں طول دینے کو حسن سمجھتا تھا۔ ابن زیادؑ نے خط کو ناپسند کیا اور حکم دیا کہ یوں لکھو۔ "شکر ہے اس خدا کا جس نے امیر المومنین (یزیدؑ) کے حق کو محفوظ رکھا اور دشمن کی سختی کو دفع کیا۔ واضح ہو کہ مسلم نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر میں پناہ لی اور میں نے ان پر جاسوس اور نگہبان مقرر کیئے اور دونوں کو گرفتار کر کے ان کے سر کاٹے جو ہانی بن ابی حبہ وداعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ روانہ کر رہا ہوں۔ یہ ہماری جماعت کے خاص آدمی ہیں۔ ان سے مفصل حالات پوچھے جا سکتے ہیں۔ والسلام۔

دونوں سر دمشق پہنچے۔ یہ شام کا پایہ تخت ہے۔ یزیدؑ نے سروں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر شاہراہ[2] کے اس تنگ راستہ پر لٹکا دیا جو عام گذرگاہ تھی اور ہر شخص ادھر سے گذرتا تھا۔

---

[1] ما ترکت لکم ذا ظنۃ اخا فہ علیکم و ھو فی سجنکم۔
[2] فنصب راسین فی درب من دمشق المدخل الضیق لانہ کالباب ۱۲

Presented by www.ziaraat.com

آٹھواں باب

نامہ بر کی سرفروشی، خطوط پر قبضہ کرنیکی کوشش

شہادتِ مسلمؑ کے بعد کیا ہوا؟

(۱) یزیدی دورِ حکومت میں اگر ایک مدعو شدہ مہمان کا قتل ہو جانا ممکن ہے تو خانہ کعبہ میں کسی حاجی پر قاتلانہ حملہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یزیدؔ نے ماتحت حکومتوں کو قتلِ حسینؑ پر بالکل تیار کر دیا۔ مکّہ کی حکومت یحییٰ بن حکم بن صفوان بن امیہ کے ہاتھ میں تھی اس سے بنی ہاشم کو کافی خطرہ تھا۔ امام حسینؑ زمانہ کے نشیب و فراز کو عمیق نظروں سے دیکھ رہے تھے اور جس ڈر میں ان کو اپنا وطن مدینہ چھوڑنا پڑا تھا وہی ڈر مکّہ سے ہجرت کا باعث ہوا۔ اگر ایک دن اور رہ جائیں تو حجاج کے مجمع میں ان کا قتل ہونا یقینی تھا اور اسلام کے دامن پر وہ بدنما داغ پڑتا جو دھوئے نہ چھوٹتا۔ بقرعید کی آٹھویں کو منگل کے دن اچانک چل کھڑے ہوئے، ابن عباسؓ، محمد حنفیہؒ جو یزیدی چال سے آگاہ نہ تھے ان پر اس ارادہ کی تبدیلی کا خاص اثر پڑا لیکن حسینؑ بن علیؑ کے استقلال میں ذرہ بھر کمی نہ ہوئی دیکھا کہ جس دن آپ نے مکّہ چھوڑا اس کے دوسرے دن کوفہ میں مسلم بن عقیلؑ شہید ہوئے یہ قافلہ حج سے محروم منزلِ حاجر پر پہنچا اور آپ مکّہ سے دُور اور کوفہ سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ منزل ٹھیک جنگل کے بیچ میں واقع ہے اور حجاج یہاں ضرور قیام کرتے ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر اہلِ کوفہ کو ایک خط لکھا اور قیس بن مسہر صیداویؒ کے ہاتھ روانہ کیا قادسیہ میں جو کوفہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حصین بن نمیرؔ کے زیرِ قیادت امام حسینؑ کو گرفتار کرنے کے لیے

Presented by www.ziaraat.com

فوجیں کافی تعداد میں پڑی ہوئی تھیں۔ قیسؓ کو آتے دیکھ کر حصین لعؔ نے گرفتار کیا اور ابن زیاد لعؔ کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ بالائے قصر جا کر (العیاذ باللہ) کذاب بن کذاب حسین بن علی پر لعنت کرو۔ قیسؓ بظاہر تعمیل حکم کے لیے دارالامارہ کی سقف پر پہنچے اور وہاں جا کر خدا کی حمد و ثنا کی اور پکار کر کہا کہ حسینؑ کائنات میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ ہیں اور میں انہیں کا پیامبر ہوں۔ میں نے ان کو حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی آواز پر لبیک کہو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد لعؔ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لیے استغفار کر کے اپنی تقریر کو ختم کیا۔"

ساتویں قربانی

ابن زیاد لعؔ نے چاہا تھا کہ قیسؓ حسینؑ کا دوستدار ہو کر کوٹھے پر چڑھ کر جب ان پر لعنت کرے گا تو میرے ارادوں میں اور زیادہ قوت پیدا ہو گی۔ لیکن آفرین قیسؓ کی عقل و فراست پر کس حکمت عملی سے اپنے مقصد کو پورا کیا۔ اگر لعنت کا نام سن کر برافروختہ ہوتے تو فورا قتل کر دیئے جاتے اور جو مقصد لے کر آئے تھے وہ رہ جاتا۔ ابن زیاد لعؔ نے قتل کا حکم دیا اور بات کہتے کہ وہ تہ تیغ ہو گئے۔ یہ تھے حسینؑ کے اصحاب جو حسینیت پر مر مٹنے میں فخر کرتے تھے اور آخری نفس تک مقصد کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

(۲) امامؑ کے دوسرے نامہ بر کا نام عبداللہ بن یقطرؓ ہے ان کو لطن رمہ سے عہدۂ رسالت پر مامور کیا ابن جذری نے تاریخ میں دونوں خطوں کو نقل کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ منزل زبالہ پر پہنچ کر اس نامہ بر کی خبر شہادت سُنی۔ جس واقعہ

۱؎ ان الحسین بن علیؑ خیر خلق اللہ ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا رسولہ الیکم و قد فارقتہ بالحاجر فاجیبوہ ثم لعن ابن زیاد و اباہ و استغفر لعلی۔ تاریخ کامل ص۱۷

نگار نے بھی عبداللہ بن یقطرؓ کا نام پیش کیا ہے وہ ان کی یہ خصوصیت بھی بتاتا ہے کہ عبداللہؓ حضرت سید الشہداؑ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ مجھے اس فضیلت کے تسلیم کرنے میں عذر ہے اور نص[1] موجود ہے کہ امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا بنابریں رضاعت شرعی تو یقیناً نہ تھی یا یہ ممکن ہے کہ عبداللہؓ کی ماں نے اپنا فضل و شرف سمجھتے ہوئے ایک آدھ بار دودھ پلا دیا ہو اور اس بنا پر عبداللہؓ مجازاً برادر رضاعی مشہور ہو گئے ہوں۔

یہ خط خاص[2] حضرت مسلمؑ کے نام تھا اور عبداللہؓ بھی منزل قادسیہ پر پہنچ کر حصین لعنہ کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ ہم اس واقعہ کو ناسخ التواریخ سے نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن یقطرؓ، حسین بن علیؑ کے خط کو سر عزت و احترام پر رکھ کر روانہ ہوئے اور قادسیہ پہنچ کر حصین بن نمیر لعنہ کے جاسوس نے گرفتار کیا۔ عبداللہؓ نے فوراً خط کو چاک کر ڈالا تاکہ دشمن راز پر مطلع نہ ہو۔ حصین لعنہ نے خط کا مطالبہ کیا عبداللہؓ نے انکار کیا۔ انکار کے بعد ان پر اور زیادہ سختی کی گئی اور دونوں ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر دارالامارہ لائے۔

ابن زیاد لعنہ:۔ تم کون ہو اور یہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟

عبداللہؓ:۔ میں امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے فرزند حسینؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔

ابن زیاد لعنہ:۔ جو خط لایا تھا وہ کیوں چاک کیا؟

عبداللہؓ:۔ اس لیے کہ تجھے خبر نہ ہو اس میں کیا لکھا ہے۔

ابن زیاد لعنہ:۔ کس کا خط تھا اور کس کے نام تھا؟

عبداللہؓ:۔ حسینؑ کا خط، اہل کوفہ کے نام۔

---

[1] عن الصادق انہ قال لم یرضع الحسین من ثدی فاطمۃ ولا من انثیٰ بل کان یوتی بہ النبی فیضع ابہامہ فی فیہ (ریاض الجنان) [2] سرحہ الی مسلم بن عقیل۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن زیاد لعنہ اللہ :- کس کس کے نام تھا؟

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ :- میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیاد لعنہ اللہ :- (غصہ سے سرخ ہو کر) جن کے نام تھا تم کو بتانا پڑے گا اور حسینؑ اور ان کے باپ بھائی پر لعنت کرنا ہوگی۔ اگر اس حکم سے سرتابی کی تو جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ :- میں اس جماعت کے نام ہرگز نہ بتاؤں گا، البتہ منبر پر جا کر لعنت کر سکتا ہوں۔

ابن زیاد لعنہ اللہ نے منبر پر جانے کا حکم دیا اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و نعتِ الٰہی کے بعد اہلِ بیت اطہارؑ پر درود بھیجا اور ابن زیاد لعنہ اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور بنی امیہ کے نام لے لے کر ہر جابر پر تبرا بھیجا۔ اس زلزلہ فگن خطبہ کا یہ اثر تھا کہ مجمع ہمہ تن تصویر تھا اور ابن زیاد لعنہ اللہ کا کوئی ایک حاشیہ نشین بھی قطعِ سخن پر آمادہ نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن یقطر رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر یہ بھی کہا کہ "اے اہلِ کوفہ میں حسینؑ کی طرف سے تمہاری طرف پیامبر بن کر آیا تھا ان کو بطنِ رمہ میں میں نے چھوڑا ہے، تم کو چاہیئے کہ اپنے امامؑ کی صدا پر لبیک کہو۔"

آٹھویں قربانی

یہ حسینؑ کا معجزہ تھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ جب مطلب کی بات کہہ چکے تو ابن زیاد لعنہ اللہ نے حکم دیا کہ منبر سے اتار کر ہاتھ پاؤں باندھ کر بالائے قصر لے جاؤ، اور اوپر سے گرا دو۔ مجمع بغض و عناد میں بھرا بیٹھا تھا اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی حالت میں کوٹھے پر پہنچائے گئے اور ان کو بے دردی کے ساتھ اوپر سے گرا دیا گیا۔ تمام جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ ایک رمق حیات باقی تھی کہ عبدالملک بن عمیر لعنہ اللہ آگے بڑھا اور اس نے عبداللہ کا سر کاٹ لیا۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیا حرکت تھی تو اس سنگدل نے جواب دیا کہ میں نے راحت دی۔

Presented by www.ziaraat.com

(نوٹ) قیس بن مسہرؒ اور عبد اللہ بن یقطرؒ کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ کر شیخ مفید علیہ الرحمہ[1] اور دوسرے اہل قلم کو اشتباہ[2] ہوا ہے کہ یہ واقعہ قیس بن مسہرؒ ہی کا ہے۔ ہم نے واقعات کی تدوین میں تاریخ کامل کو شمع راہ قرار دیا ہے۔

(۳) کوفہ میں حضرت مسلمؑ کا قتل اس قدر اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا کہ ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور سنجیدہ اہل کوفہ نے جو جیل جانے سے بچ گئے تھے طے کر لیا تھا کہ اب یزیدیت نواز کوفی حسینؑ سے وفا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا نصرت حسینؑ کا اگر کچھ بھی جذبہ ہے تو رفتہ رفتہ کوفہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت حضرت مسلمؑ کی خبر آقائے کونینؑ کو مختلف لوگوں کے ذریعہ سے ہوئی۔

(۱) عبد اللہ بن سلیمان اور منذر بن اسمٰعیل دو اشخاص کا بیان ہے کہ ہم نے حج سے فراغت پائی تو دل میں ٹھان لیا کہ امام حسینؑ سے ملحق ہو کر رہیں گے اور معلوم کریں گے کہ وہ کس عالم میں ہیں جلد جلد راستہ طے کرتے ہوئے منزل زرود پر پہنچے اور حسینی سپاہ سے ملحق ہوئے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شخص آرہا ہے اور لشکر دیکھ کر راستہ کاٹ دیا۔ امامؑ چاہتے تھے کہ آنے والے سے کچھ پوچھیں مگر جب اس نے راہ بدل دی تو آپ بھی خاموش ہو گئے۔ عبد اللہ اور منذر چشم و ابرو کا اشارہ پا کر دوڑے اور سوار کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور پوچھا کہ

---

[1] لما بلغ الحاجر من بطن الرمہ بعث قیس بن مسھر الصیداوی ویقال انہ بل بعث اخاہ من الرضاعۃ عبد اللہ بن یقطر ۱۲ ارشاد شیخ مفید ۲۰۲ حتیٰ اتو ابذات الرمل فبعث الحسینؑ عبد اللہ بن یقطر وقیل قیس بن مسھر الصیداوی رسولاً الی الکوفہ ریاض المصائب ص۲۷۵

Presented by www.ziaraat.com

تو کون اور کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں بنی اسد سے ہوں اور میرا نام بکر ہے۔ کہا ہم بھی اسدی ہیں یہ تو بتاؤ کہ کوفہ کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑا! اس سوال سے اس دلی تعلق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو عبداللہ اور منذر کو خاندانِ رسالت سے تھا، بکر نے بیساختہ کہا کہ میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر اس وقت جب مسلم بن عقیلؑ و ہانی بن عروہؓ کو مقتول دیکھ نہیں چکا (ظالم) ان کے پیروں کو ہاتھ میں لے کر بازاروں میں کھینچتے پھرتے ہیں۔ عبداللہ و منذر یہ خبر بد سُن کر اُلٹے پاؤں پلٹے اور منزل زبالہ پر پہنچ کر امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک خبر ہے۔ اگر کہیے تو سب کے سامنے کہیں ورنہ اکیلے میں عرض کریں۔ آپ نے باوفا اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ان سے کا ہے کا پردہ ہے۔ عرض کیا کہ ہم نے اس آنے والے سوار سے سُنا کہ مسلمؑ و ہانیؓ قتل ہو گئے۔ امامؑ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔

دنیا تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ کا کوفہ کی طرف رُخ ہے۔ اسی ظاہر پر بنا کر کے عبداللہ اور منذر نے کہا کہ یا ابن رسول اللہؐ بہتر ہوگا کہ آپ وطن کی طرف پلٹ جائیے کوفہ میں آپ کا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔ امامؑ نے فرزندانِ مسلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مسلم تو قتل ہو گئے اب تمہاری کیا رائے ہے۔ عرض کیا خدا کی قسم جب تک ہم ان کے خون کا انتقام نہ لے لیں گے یا خود نہ مر جائیں گے دم نہ لیں گے۔

عبداللہ اور منذر نے محسوس کر لیا کہ حسینؑ کے ارادہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اب مدینہ واپس جانا قریب ناممکن ہے۔ اس ضمیر کو دریافت کیا اور یہ دونوں اسدی رخصت ہو گئے۔ خبرِ شہادتِ مسلمؑ سُن کر امامؑ نے یہ اشعار پڑھے جن کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "یقیناً اگر دنیا شئی نفیس ہے تو ثواب کا اُخروی گھر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور اگر جسموں کی ساخت مرنے کے لیے ہوئی ہے تو خدا کی راہ میں جوانمرد کا مر جانا سب سے بہتر اور برتر ہے اگر روزی مقدر میں مقرر

Presented by www.ziaraat.com

اور معین ہے تو کسب معاش کی لالچ میں کمی سب سے اچھی بات ہے۔ اگر مال کا جمع کرنا چھوڑنے کے لیے ہے تو انسان ایسی چیز پر کنجوس کیوں بنتا ہے۔ میں عنقریب گذر جاؤں گا اور مرد کو مرنے سے ذلت نہیں جبکہ وہ حق پر ہو اور اسلام کی حالت میں جنگ کرے نیک آدمیوں کی دل سے مدد کرے اور ناداروں اور گنہ گاروں سے الگ تھلگ رہے اگر میں قتل ہو گیا تو مجھے شرمندگی نہ ہوگی اور اگر جیتا رہا تو قابل ملامت نہ ہوں گا۔ خاک مذلت پر ناک رگڑتے اور ذلت و خواری سے مجھے مرجانا کافی ہے۔"

زمانہ کا گوناگوں حال دیکھ کر امام حسینؑ نے اپنی رائے کو محفوظ رکھا تھا۔ اور لوگ اہل کوفہ کی دعوت سے خود یہ رائے قائم کرتے تھے کہ آپ کا کوفہ کی طرف جانا یقینی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مسلم اور آپ میں فرق ہے۔ اگر کوفہ کا سفر ہو تو اب بھی لوگ رجوع کریں اور دشمنوں کو دفع کریں جو جس کی سمجھ میں آتا تھا وہ کہہ رہا تھا مگر آپ مشیت ایزدی کے تابع تھے۔

دختر مسلمؑ صرف تیرہ برس کی تھی اور امام زادیوں کے ساتھ رہ کر تربیت پائی تھی۔ امام حسینؑ خیمہ میں آئے تو صاحبزادی کو بلایا اور غیر معمولی نوازش سے پیش آئے۔ شاہزادی کو یقین ہو گیا کہ یہ شفقت تو بے پدر بچوں پر کی جاتی ہے۔ گھبرا کر پوچھا:

یا بن رسول اللہؐ! آپ یتیموں کی ایسی مرحمت فرما رہے ہیں۔ کیا بابا میرے شہید ہو گئے۔ حضرت کو یارائے ضبط نہ رہا، رونے لگے اور فرمایا اے دختر اندوہگیں نہ رو اگر مسلمؑ نہیں ہیں تو میں باپ کی جگہ ہوں۔ میرے بیٹوں کو اپنا بھائی اور لڑکیوں کو بہن سمجھنا۔ دختر مسلمؑ نے فریاد کی اور یتیم بچوں نے عمامے سر سے اتارے، اہل حرم میں کہرام پڑ گیا۔ یہ بیان تو سپہر کاشانی کا تھا۔ صاحب ضیاء الابصار نے اس غم انگیز محل پر جو الفاظ اپنے معتبر ترین مقتل میں نقل کیے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے "شہادت

Presented by www.ziaraat.com

مسلمؑ کی خبر سن کر ــــ پھر (امامؑ) جگہ سے اُٹھے اور خیمہ کی طرف گئے اور دخترِ مسلمؑ کو پکارا، اس بچیؑ کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ جب وہ نزدیک آئی اور قریب پہنچی تو آپ نے دو گوشوارے طلب کئے اور اپنے ہاتھ سے کانوں میں پہنائے پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے جس طرح کہ یتیموں کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ بچیؑ اس شفقت پر رو دی۔ ضیاء الابصار کا خطی نسخہ ایک برٹش میوزیم میں ہے دوسرا مصنف کی اولاد کے پاس اور تیسری نقل بخط نستعلیق میرے کتب خانہ وقف مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے۔

(ب) ہلال بن قیس نافع بجلیؓ اور عمر بن خالدؓ نے نصرت امام کے جذبہ میں ساتھ کو نہ چھوڑا اور راستہ میں ملحق ہوئے اور مسلمؑ وہانیؓ کی خبر قتل سے آگاہ کیا۔ حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر پوچھا کہ تمہیں میرے نامہ بر کا بھی کچھ علم ہے؟ عرض کیا ہاں[1] وہ بھی قتل ہوگیا۔ آپ نے پھر انا للہ کہا اور ایلچی کو دعا دی[2]۔ خدایا اس کے لیے بہشت کو اس خدمت کا ثواب قرار دے۔

(ج) فرزدق شاعر نے بھی جناب مسلمؑ کی خبر بڑے دلدوز طریقہ سے دی۔ حضرت آبدیدہ ہوگئے۔ اور فرمایا خدا مسلمؑ پر رحمت نازل کرے وہ روح وریحان کی سمت پہنچے اور رضائے باری سے لطف اندوز ہوئے ان پر جو ہونیوالا تھا ہوا اور جو ہم پر ہونے والا ہے وہ ہوگا۔

اس قیامت زا خبر کے بعد امامؑ نے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ہمارے نام نہاد شیعوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو اب جو شخص پلٹ جانا چاہے وہ واپس ہو سکتا ہے۔ اس پر میری طرف سے کوئی بار نہیں۔ یہ سننا تھا کہ لوگ داہنے اور بائیں پراگندہ ہونا شروع ہوگئے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ باقی رہ گئے جو مکہ سے چلے تھے۔

---

[1] ثم قال للرکب ولکم علم من رسولی قالوا نعم قتلہ [2] جعل اللہ لہ الجنۃ ثوابًا اللھم اجعل لنا ولشیعتنا منزلًا کریمًا انک علی کل شیء قدیر۔

Presented by www.ziaraat.com

نواں باب

اولاد

(۱) جناب مسلمؑ کی عالم غربت میں شہادت ابھی بالکل تازہ واقعہ تھا اور اس کا اثر امامؑ کے دل پر بہت زیادہ تھا اس لئے شب عاشور آپ نے اپنے اصحاب سے جو خطبہ فرمایا اس میں اولادِ عقیلؑ سے خاص طور پر کہا کہ تمہارے لیے مسلمؑ کا قتل ہو جانا کافی ہے تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ "بھلا لوگ ہم کو کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے سردار اور سید کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر مارا نہ نیزہ لگایا نہ تلوار چلائی اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گذر گئی ہرگز ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال آپ پر فدا کریں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو کیونکہ خدا غارت کرے اس زندگی کو جو آپ کے بعد ہو۔" یہ نونہال مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کربلا تک سفر کی تمام سختیوں میں ساتھ رہے اور ان کو یہ بے پناہ عزت حاصل ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے انہوں نے اپنی قربانی پیش کی۔

عبداللہ بن مسلمؑ

جناب رقیہؑ کے بطن سے تھے اس لحاظ سے عبداللہ کو امام حسینؑ کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا۔ ایک تو چچازاد بھائی کے بیٹے تھے اور پھر بھانجے۔ ان کی عمر صرف چودہ سال کی تھی تازہ یتیم تھے ولولہ اور امنگ کا زمانہ تھا۔ مدینہ سے چلنے والے افراد میں بھی عبداللہ بن مسلمؑ کا ذکر ہے۔ تقاضائے سن تھا کہ شوق شہادت میں ہم سنوں پر سبقت لے جانے کا دل و دماغ میں خیال ہو خدا نے ارادہ

---

(۱) تنقیح المقال ج ۲ صہ ۲۱ (۲) جلاء العیون

Presented by www.ziaraat.com

میں کامیاب کیا۔ باپ کی بیکسی اور غربت کی تصویر ہر وقت نظروں میں پھرتی تھی۔ ان کے خونِ ناحق کا انتقام لینے پر کربلا میں پہنچنے سے پہلے تلے ہوئے تھے جس طرح باپ کو ہراول فوج ہونے کا فخر حاصل تھا اسی طرح خود بھی بنی ہاشم میں پہلے شہید قرار پائے اور سب سے پہلے جو آلِ ابوطالبؑ سے میدان میں آئے وہ یہی عبداللہ تھے بیوہ ماں نے کیونکر رخصت کیا چچا زاد، ماموں زاد بھائیوں نے کس طرح وداع کیا بھائیوں نے کیونکر صدمۂ فراق برداشت کیا۔ بہن نے کیا کہہ کر دل کو سمجھایا، اس کا ہمیں علم نہیں، واقعات کا فقدان ہے، امامؑ کے قلب پر رانڈ بہن کے اکلوتے فرزند کو مرنے کی اجازت دیتے وقت جو گذری وہ اس جواب سے واضح ہے جب انصار کام آ چکے تو اس نو عمر مجاہد نے اپنی خدمات پیش کیں، امامؑ نے فرمایا کہ مسلمؑ کی شہادت کو ابھی بہت دن نہیں ہوئے۔ میری رائے ہے کہ ضعیف ماں کا ہاتھ پکڑ کے کربلا چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ عبداللہؓ نے عرض کیا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو دُنیا کی چندروزہ زندگی کو حیاتِ جاودانی پر قربان نہ کر دیں دل تمنا ہے کہ میری قربانی کو قبول کیجئے مبدءِ فیض سے اذنِ جہاد ملا اور بچہ اس طرح میدان میں آیا کہ چہرے پر گردِ یتیمی ہونٹوں پر پیاس کا بے پناہ اثر دست و بازو میں اتنی ہی طاقت جو چودہ برس کے بچہ میں ہونا چاہیئے مگر دل اتنا قوی کہ ٹڈی دل فوج پر رجز پڑھ کر حملہ کیا :۔

الیوم القیٰ مسلماً وھو ابی   وفتیۃً بادوا علی دین النبیؐ
لیسو لقوم عرفوا بالکذب   لکن خیارٌ کرام النسب
من ہاشم السادات اہل الحسب

باپ سے ملنے کی آرزو، صدق مقال، حسب و نسب میں امتیاز پر لوگوں کو گواہ

Presented by www.ziaraat.com

بنا کے تلوار کھینچی - گھوڑا مہمیز کیا - تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار عمر بن صبیح اور اسید بن مالک کے ہاتھ سے شہید ہو گئے - زیارت شہداء میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے۔

السلام علی القتیل بن القتیل عبداللہ بن مسلم بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و رامیہ

سلام ہو عبداللہ بن مسلم بن عقیل اس کشتۂ جفا پر جو خود بھی شہید اور جس کا باپ بھی شہید ہے خدا ان کے قاتل اور ان پر تیر پھینکنے والے پر لعنت کرے۔

اس شہزادے کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ ان کے جہاد کا ذکر امام زین العابدین کی حدیث میں موجود ہے - طبری نے عبداللہ بن مسلم کی شہادت حضرت علی اکبر کی سرفروشی کے بعد لکھی ہے اور ان کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ عبداللہ اس قدر کم سن تھے کہ لڑنے کے قابل نہ تھے - شہادت علی اکبر کے ہنگامہ میں دیگر بچوں کے ساتھ ان کی شہادت پیشانی پر تیر پڑنے سے ہوئی اور بچہ کا دست نازک پیشانی سے جدا نہ ہو سکا - دوسرے تیر نے سینہ پر پہنچ کر کام تمام کیا - اس بیان کی صحت پر کوئی دلیل میرے سامنے نہیں ہے - بظاہر راوی نے نام کے تعیین میں غلطی کی ہے۔

محمد بن مسلم

یہ عبداللہ کے مختلف البطن بھائی تھے ماں ان کی کنیز تھیں۔ عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی - عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد ایک قول تو یہ ہے کہ اولاد ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا اور امام نے آواز دی ہاں میرے چچا کے فرزندو موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دوسرا قول ہے کہ منتیں کر کے امام سے اذن جہاد حاصل کیا اور زخمی شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا اور سیف و سناں سے چند پہلوانوں کو قتل کیا۔ آخر ابو جرحم ازدی اور لقیط ابن ایاس جہنی کے نیزے سے شہید ہوئے - کم سنی کے سبب سے

لہ جلاء العیون ۲ے تنقیح المقال

Presented by www.ziaraat.com

رجز اور جہاد کی تفصیل سے مقاتل خالی ہیں جلاء العیون میں ہے "محمد برادر او بجنگاہ در آمد و بطلب خون برادر جمعے ازاں بدبختاں را بقتل آورد" زیارت شہداء میں اس کا ذکر نہیں ہے بجائے اس کے ابی عبداللہ بن مسلمؑ کا نام موجود ہے۔ ممکن ہے کہ محمد ہی کی کنیت ابوعبداللہ ہو۔ اس شہزادے کو یہ فخر حاصل ہے کہ کلام معصوم روایت امام محمد باقر علیہ السلام میں ان کی شہادت کا ذکر موجود ہے۔

قبر یہ دونوں نونہال گنج شہیداں میں بنی اسد کے تعاون سے امام زین العابدین علیہ السلام کے روبرو اور شہدائے کربلا کے ساتھ دفن کیئے گئے۔ انصارِ حسینؑ کی زیارت میں زائر کا ضمنی سلام ان پر بھی پہنچتا ہے۔

باب المراثی

قطب شاہی دور کا شاعر اور قدیم اردو احمد

دیکھو یاراں معصوماں پر وقت کیسا آپڑیا
پردیس جانی طفلاں او پہ کیا مشکل آکپڑیا
دونوں فرزند مسلمؑ کے تھے چھپ کر قاضی پاس
دو کرقاضی کا پڑیا گھر سوں پکڑ اپنی چھپ کے پاس
کو تو الیاں نے لائے پکڑ کر عبیداللہ کوں دے خبر
بھیجیا انکوں بندی خانا کہیا رکھو قید کر

ہاشم علی المتوفی ۱۱۴۶ھ

دہ دو صغیر موت اپس کی دیکھی عیارہ
کہتے تھے بیکسی سوں کہ اے حارث الامان
زلفاں کوں کاٹ بیچ ہمن کوں جو بندیاں
منظور ہے اگر تجھے سیم و طلا کتیں

(مخطوطات دکھن)

فصیح

اقربائے شہ بیکس کی جو باری آئی
پہلے اولاد میں مسلمؑ کی ہوئی تیاری
ان کی مادر تھی رقیہؑ جو ستم کی ماری
وہ بھی تھی حیدر کرارؑ کی بیٹی پیاری
شہ مظلومؑ پہ جان اپنی فدا کرتی تھی
رات دن ماتم مسلمؑ میں بُکا کرتی تھی

Presented by www.ziaraat.com

انیسؔ

آیا جو عزیزوں کے لئے موت کا پیغام   فرزندوں نے جعفرؑ کے بڑے رن میں کیئے نام

اولادِ عقیلؑ آچکی شبیرؑ کے جب کام   لڑنے گئے تب مسلمؑ بیکس کے گل اندام

محشر تھا بپا ندیاں بہتی تھیں لہو کی   بچوں نے اُلٹ دی تھیں صفیں فوج عدو کی

وحیدؔ

شہؑ سے مسلمؑ کے جگربندوں نے رخصت پائی   کس دلیری سے گئے فوج پہ دونوں بھائی

مونسؔ

اے زیدؑ و قیس و عابس و عامر مدد کو آؤ   مسلمؑ کے لال لو دمِ آخر مدد کو آؤ

نفیسؔ

دہنی طرف تھے قاسمؑ و اکبرؑ بصد جلال   بائیں طرف تھے جعفرؑ و مسلمؑ کے نونہال

شمیمؔ

دی جان بخوشی نصرتِ شاہ دوسرا میں   دو لال ہیں مسلمؑ کے بھی فرد شہدا میں

خنجرؔ

صفِ اعدا میں تلاطم ہے ڈرے جاتے ہیں   تیغے تولے ہوئے مسلمؑ کے پسر آتے ہیں

عیشؔ پاروی

مسلمؑ کے نونہالوں نے یوں شہؑ پہ جان دی   ننھے سے سن میں لڑکے بڑا نام کر گئے

اعدا میں یہ تھا شور کہ شیروں کے شیر ہیں   مسلمؑ کے پسر ہیں یہ بہت ہی دلیر ہیں

یکتا امروہوی

سمجھو نہ ہمیں خورد جری اور نڈر ہیں
اے بزدلو ہم حضرتِ مسلمؑ کے پسر ہیں

Presented by www.ziaraat.com

طفلانِ مسلمؑ کی شہادت

(۲) پسرانِ مسلمؑ جو حارث کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کے حالات اربابِ تاریخ میں بہت کم افراد نے لکھے ہیں، سپہر کاشانی نے اعثم کوفی اور تاریخ روضۃ الشہداء سے ان دلدوز حالات کو نقل کیا ہے۔ حبیب السیر کا ماخذ بھی غالباً روضۃ الشہدا ہے۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے نکلے تو بچوں کو قاضی شہر کے سپرد کیا اور شریح نے ان کو مدینہ جانے والے ایک قافلہ کا پتہ دے کر باعزاز و اکرام رخصت کیا اور بچے قافلہ کو نہ پا کر گرفتار ہو گئے۔ اور آخر میں حارث کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ اس بیان میں مجھے چند عذر ہیں :۔ (۱) ایسے پر آشوب زمانہ میں بچوں کو اپنے ساتھ رکھنا خلافِ مصلحت ہے عقل نہیں قبول کرتی کہ مسلمؑ بچوں کو لے کر چلے ہوں۔ (۲) اس روایت میں ان صاحبزادوں کو قاضی شریح کی طرف سے سو دینار سرخ سے امداد کا بھی ذکر ہے۔ قاضی شریح کو ہرگز یہ ہمدردی خاندانِ رسالتؐ سے نہ تھی اور ایسے کم عمر بچوں کو جو تنہا سفر کر رہے ہوں مسافرت میں اس قدر زرِ خطیر دینے کی کوئی وجہ ہے۔ اس روایت کا اختراع بظاہر قاضی شریح کا پوزیشن صاف کرنے کے لئے ہوا ہے اور روایت بے بنیاد ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ بچے کربلا سے گرفتار ہوئے۔ اور اسرائے اہل بیت کی روانگی سے پہلے ان کو اسیر کر کے قید تنہائی میں رکھا گیا یہی تحقیق ہمارے بلند پایہ عالم جناب صدوق علیہ الرحمہ کی ہے لہٰذا ہم جناب ممدوح کا دلدوز بیان دیگر تاریخوں سے مناسب اضافہ کے بعد درج کرتے ہیں تاکہ موضوع تشنۂ تفصیل نہ رہے۔

"شہادتِ حسینؑ کے بعد (اولادِ حضرت مسلمؑ سے) دو بچے (جن کا سن ۸ - ۷ برس کا تھا) پسر سعدؒ نے گرفتار کر کے کوفہ روانہ کر دیئے۔ ابن مرجانہؒ نے جب ان یتیموں کو دیکھا تو جذبۂ انتقام میں قید خانۂ کوفہ کے جیلر کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو ایک تنگ و تار حجرہ میں قید کر اور خبردار ان کو اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا۔ بچے دن کو روزہ رکھتے تھے

Presented by www.ziaraat.com

اور جب رات ہوتی تھی تو زندان بان دو روٹیاں جَو کی اور گرم پانی کا کوزہ لے کر آتا اور شاہزادے افطار کرتے۔ ان سختیوں میں سال بھر گذر گیا تو بھائی نے بھائی سے کہا کہ مدّتِ اسیری بڑھتی جاتی ہے اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) یوں ہی عمر کٹ جائے گی اور جسم سڑ جائیں گے (لہٰذا بہتر ہوگا کہ) جب زندان بان کھانا لے کر آئے تو اس کو اپنے تئیں پہنچوائیں اور پیغمبرِ خدؐا سے جو قرابت ہے اس سے آگاہ کریں ممکن ہے کہ وہ کھانے کی مقدار کچھ بڑھا دے اور پانی پینے کا زیادہ کر دے۔ مردِ پیر جس کا نام بعض تاریخوں میں مشکور بتایا جاتا ہے وہی قیدیوں والا کھانا لیئے آیا اور شہزادوں نے گفتگو شروع کی۔

یتیمانِ مسلمؑ:۔ اے شیخ تو (جناب) محمد (مصطفیٰؐ) کو بھی جانتا ہے؟"

مشکورؒ:۔ بھلا میں ان کو کیونکر نہ پہچانوں۔ وہ میرے نبی ہیں۔

یتیمانِ مسلمؑ:۔ جعفر بن ابی طالبؑ کو بھی جانتا ہے؟

مشکورؒ:۔ ہاں خدا نے ان کو دو بازو دیئے ہیں جن کی مدد سے وہ بہشت میں جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

یتیمانِ مسلمؑ:۔ تو (جناب) علی بن ابی طالبؑ کو بھی پہچانتا ہے؟

مشکورؒ:۔ میں ان کو کیونکر نہ جانوں گا وہ پیغمبرِ خدؐا کے چچازاد بھائی ہیں۔

یتیمانِ مسلمؑ:۔ ہم تیرے نبی کے خاندان سے ہیں اور مسلم بن عقیلؑ ہمارے باپ ہیں قیدیوں کا انتظام تیرے ہاتھ میں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اچھا کھانا ہم کو ملا کرے۔

یہ سنتے ہی زندان بان قدموں پر گر پڑا اور پیر چوم کر عرض کیا کہ "میری جان تم پر فدا ہو دروازہ قیدخانہ کا کھلا ہوا ہے جدھر چاہو چلے جاؤ۔" رات ہوئی اور آب و طعام سے سیر کر کے قیدخانہ کا دروازہ کھول دیا کہ رات کو چلنا اور دن کو کہیں چھپ رہنا۔ یہاں تک کہ خدا مدد کرے۔

نویں قربانی

سال بھر تک جن کو آزادی کی ہوا نہ لگی تھی وہ بیکس آج رہا بھی ہوئے تو سنِ طفولیت میں کدھر جائیں نہ راستوں سے واقف نہ پیروں میں

Presented by www.ziaraat.com

طاقت اگر اپنا شہر ہوتا تو راہ جانتے کس سے راستہ پوچھیں اور ہمدردی کون کرے زمانہ پُر آشوب ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ یتیموں پر کیا گذری۔ ابھی بچے کسی منزل پر نہ پہنچے تھے کہ ان کے قید خانہ سے گم ہو جانے کی شہرت ہوئی۔ ابن زیادؔ ایسے ظالم فرمانروا کو اپنی انتظامی کمزوری پر طیش آیا اور اس خیال میں کہ میرے زیر حکومت ایسا سنگین واقعہ ہو جائے سب سے پہلے مشکورؒ کو طلب کیا گیا اور وہ مرد میدان بالکل بے خوف ہو کر سر بکف جانثار کے سامنے آ گیا۔ ممکن تھا کہ مشکورؒ روپوش ہو جاتا یا وہ بھی راتی رات ہجرت کر جاتا مگر تو بہ اہل بیتؑ کے موالی بھی فرار کو ننگ و عار سمجھتے ہیں اور ان کو مرنے کا انتظار رہتا ہے۔

خود قضا آتی نہیں اہل وفا کے سامنے
یہ چلے آتے ہیں آپ اپنی قضا کے سامنے (یکتا امروہوی)

ابن زیادؔ: مشکور بتا کہ مسلمؑ کے بچے کیا ہوئے؟

مشکورؒ (دلیرانہ لہجہ میں):۔ میں نے ان کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔

ابن زیادؔ:۔ مجھ سے نہ ڈرا؟

مشکورؒ:۔ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اے پسر زیادؔ تو نے ان کے باپ کو قتل کیا۔ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟

ابن زیادؔ:۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ تیرا سر تن سے اڑا دیا جائے۔

مشکورؒ:۔ جو سر رسولؐ کی راہ میں نہ ہو اس کو میں چاہتا بھی نہیں۔

ابن زیادؔ نے حکم دیا کہ اس بوڑھے مجاہد کو ۵۰۰ تازیانے لگا کر گردن اڑا دو۔ یہ ظالمانہ حکم انتظام کی شیطنت اور طاغوتیت کا ایک اعلان تھا جس کو یاد کر کے آئندہ نسلیں بھی قاتل پر نفرین اور مقتول سے ہمدردی کرتی رہیں گی۔ دیندار مشکورؒ پر جب پہلا تازیانہ پڑا تو کہا بسم اللہ اور جب دوسرا تازیانہ لگا تو دعا کی کہ میرے معبود مجھے

Presented by www.ziaraat.com

طاقتِ صبر دے تیسرے تازیانہ پر شکوہ کیا کہ خدایا مجھے فرزندِ رسولؐ کی محبت میں قتل کرتے ہیں۔ چوتھے تازیانہ پر کہا کہ خداوندا مجھے پیغمبرؐ اور ان کے فرزندوں کی خدمت میں پہنچا۔ یہ کہہ کر خاموش ہوئے اور ۵۰۰ تازیانے کھاتے رہے مگر اُف نہ کی۔ جب سزا ختم ہو چکی تو مشکورؓ نے پانی مانگا۔ ابن زیادؒ نے کہا پانی نہ دینا۔ ہم پیاسا قتل کریں گے۔ عمر بن حارث نے سفارش کر کے قتل سے بچایا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں علاج کر کے اچھا کر لوں گا لیکن مشکورؓ کو غش آچکا تھا۔ جب غش سے چھوٹے تو اتنا کہا کہ میں اب کوثر کے پانی سے سیراب ہونگا۔ یہ کہہ کر دم نکل گیا۔ آفریں اس ہمتِ مردانہ پر کہ خود قربان ہو گئے مگر اولادِ رسولؐ کو قید سے رہا کر دیا۔

فرزندانِ مسلمؑ کی سراغ رسانی

جذبۂ انتقام میں مشکور کو قتل کرنے کے ساتھ ہی بچوں کی سراغ رسانی کی کوشش بھی شروع ہو چکی تھی اور ایسے بے دست و پا مظلوموں کا ڈھونڈ لینا کچھ زیادہ دشوار بھی نہ تھا۔ یہ معلوم ہے کہ آلِ رسولؐ کے لیے دنیا امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جب امتحان شروع ہو چکا ہو تو تعاون بھی ان کے لیے سمِ قاتل ثابت ہو گا۔ قید سے نکلے اور گرفتارِ بلا ہوئے۔ پہلی رات تو خیریت سے گذری دوسری شب آئی تو ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے اور بھولے پن سے بغیر اطمینان حاصل کئے ہوئے ایک ضعیفہ سے اس طرح بات چیت شروع کی۔

فرزندانِ مسلمؑ :- اے ضعیفہ ہم پردیسی ہیں اور راستہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ صرف آج کی رات تیرے مہمان ہو جائیں۔ جب دن چڑھے گا تو چلے جائیں گے۔

عورت :- سا رے پیار و تم کون ہو تمہارے جسموں سے تو ایسی خوشبو آتی ہے[1] کہ

---

[1] بچوں نے دورانِ اسیری میں پانی کی کمی کا شکوہ کیا ہے۔ عقل بتاتی ہے کہ ان کو نہانے دھونے کیلئے بھی پانی نہیں ملتا تھا مگر یہ محیر العقول خاندانی عزت تھی کہ باایں ہمہ جسموں سے خوشبو آرہی تھی دنیا اس خصوصیت پر غور کرے اور اسلام کی حقیقت کی گواہ ہو۔

میں نے کبھی نہیں دیکھی ۔

فرزندانِ مسلمؑ :۔ اے بڑھیا ہم تیرے نبیؐ کے گھرانے سے ہیں ۔ ابنِ زیاد کے خوف سے قید خانہ سے نکل آئے ہیں ۔

عورت :۔ اے پیارو ۔ میرا داماد[1] نہایت کینہ پرور فاسق و فاجر ہے جو واقعۂ کربلا اور ابنِ زیاد کی سپاہ میں شریک تھا ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تم کو ضرر پہنچائے ۔

فرزندانِ مسلمؑ :۔ (کوئی دوسری صورت ان کے سامنے نہ تھی مجبوراً کہا) ہم رات بھر ٹھہرنا چاہتے ہیں صبح کو چلے جائیں گے ۔

عورت نے مہمان کیا اور کھانا لانے گئی ۔ بچوں نے پھر ایک مرتبہ سیر ہو کر کھانا کھایا اور فرش خواب پر آرام کرنے کے لئے آئے ۔ چھوٹے صاحبزادے نے بڑے صاحبزادے سے کہا (کیوں بھائی) ہم امید کرتے ہیں کہ یہ رات تو چین سے گذرے گی ۔ جدائی سے پہلے بھائی نے بھائی سے معانقہ کیا اور گلے میں بانہیں ڈال کر سو رہے ہے ۔ رات کا ایک حصہ گذرنے کے بعد حارث آیا اور آہستہ سے کنڈی کھٹکھٹائی ۔ ضعیفہ نے چاہا کہ دروازہ نہ کھولے ۔ اجنبی بن کر پوچھا ۔ کون ہے؟ اس نے نام بتایا ۔

عورت :۔ ناوقت آنے کا کیا سبب ہے، یہ تو آنے کا وقت نہیں ہے ۔

حارث :۔ وائے ہو تجھ پر دروازہ تو کھول تعب سے میرا بُرا حال ہے ۔

عورت :۔ آخر تجھے کیا ہو گیا ہے ۔

حارث :۔ دو بچے قید خانہ سے چلے گئے ہیں اور امیر نے حکم دیا ہے جو ان میں ایک کا سر لائے گا اس کو ہزار درہم اور جو دونوں کا سر لائیگا اسے دو ہزار درہم ملیں گے ۔ میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا ہوں ۔

---

۱ شہرت یہ ہے کہ حارث نامی اس عورت کا شوہر تھا جس کے ظلم سے اس کو اندیشہ تھا ۲: ناسخ التواریخ اور ایک قول ہے کہ فرزند تھا ۔

Presented by www.ziaraat.com

عورت: روزِ قیامت پیغمبرؐ خداؐ کے برسرِ خصومت ہونے سے ڈر۔

حارث لعین: مجھے پرواہ ہو پھر دنیا کیونکر ملے گی۔

عورت: دنیا لے کر کیا کرے گا۔ جب آخرت نہ ہو۔

حارث لعین: میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کی حمایت کرتی ہے اٹھ اور ابن زیاد لعین کے پاس چل۔

عورت: میرے ساتھ اس بڑھاپے میں کیا سلوک کرے گا۔ یہ گفتگو دروازہ کھولنے سے پہلے ہوئی اور ضعیفہ نے در پردہ میزبانی کے حق کو ادا کر دیا۔ آخر کار وہ بچھر کر بولا کہ دروازہ کھول تاکہ میں آرام کروں اور صبح کو ڈھونڈنے نکلوں مجبوراً دروازہ کھولا اور سامنے کھانا رکھا۔ وہ ظالم دستر خوان سے اٹھ کر بستر پر آیا۔

کچھ دیر کے بعد بچوں کی صدائے تنفس سُنی تو دیوانہ وار بستر سے اُٹھا۔ اُدھر شاہزادوں[1] نے ایک مایوس کن خواب دیکھ کر گفتگو شروع کی۔ محمدؑ نے ابراہیمؑ کو جگایا اور کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جناب رسالت مآبؐ اور علی مرتضیٰؑ اور سیدۂ عالمؑ اور حسنین علیہم السلام بہشت میں ٹہل رہے تھے اور دور سے ہمیں اور آپ کو دیکھ کر بابا کی طرف رُخ کر کے فرماتے ہیں کہ مسلمؑ! تم نے کیوں اپنے بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ بابا نے جواب دیا کہ یہ عنقریب حاضر خدمت ہوتے ہیں اور صبح کو میرے پاس ہوں گے۔

ابراہیمؑ نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پردیس میں موت کی خبر نے رُلا دیا اور صدائے گریہ پر حارث لعین اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا قریب آیا۔ چھوٹے شہزادے پر ہاتھ پڑا۔ بچے نے پوچھا۔ تم کون ہو تو جواب دیا کہ گھر کا مالک۔ یہ ڈراونی صدا سُن کر بھائی نے بھائی سے کہا جس بات کا دھڑکا تھا۔ اس کا سامنا ہو گیا۔ حارث لعین نے گفتگو شروع کی۔

حارث: تم کون ہو؟

---

[1] ناسخ التواریخ

یتیمانِ مسلمؑ :- اگر سچ کہہ دیں تو امان دے گا ـــــ ؟

حارث لعین :- ہاں

یتیمانِ مسلمؑ :- ہم تیرے نبیؐ کی ذریت مسلمؑ کے فرزند ہیں۔

حارث لعین :- مرنے کے ڈر سے نکلے تھے۔ آخر موت سے دوچار ہو گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تم پر فتحیاب کیا۔

یہ کہہ کر بازوؤں میں رسن باندھی۔ میزبان عورت کبھی اس کے آگے ہاتھ جوڑتی تھی اور کبھی قدموں پر گرتی تھی۔ ظالم نے ایک نہ سنی اور بچے رات بھر رسی میں بندھے ہوئے کھڑے رہے۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو اپنے سیاہ فام غلام کو جس کا نام فلیح تھا بلا کر کہا۔ ان بچوں کو فرات کے کنارے لیجا کر قتل کر اور مجھے سر دے تاکہ میں دو ہزار درہم امیر سے حاصل کر لوں۔

دسویں قربانی

غلام نے تلوار اٹھائی اور بچوں کو قتل کے لیئے لے چلا۔ عورت نے پھر منتیں کرنا شروع کیں اور حارث لعین سے لپٹ گئی۔ اس نے غصہ میں آ کر تلوار سے حملہ کیا اور مومنہ زخمی ہو گئی۔ اس کے بیٹے نے عورت کو بچانا چاہا حارث لعین نے اس کو قتل کر دیا۔ غلام یتیموں کو لیئے ہوئے چلا۔ تھوڑی راہ طے کی تھی کہ بچوں نے کہا اے غلام تیرے چہرے کی سیاہی بلالؓ موذنِ رسولؐ کے چہرے سے کتنی ملتی ہوئی ہے۔ غلام نے کہا بچو تم کون ہو جو میرے آقا نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے ؟ کہا ہم تیرے نبی کی عترت ہیں۔ زندانِ کوفہ سے قتل کے ڈر میں نکل کھڑے ہوئے اور اس ضعیفہ نے ہماری میزبانی کی لیکن آقا تیرا ہمیں قتل کیئے دیتا ہے۔ غلام قدموں پر گر پڑا اور پیروں پر بوسہ دیا اور کہا میری جان تم پر فدا ہو خدا کی قسم بروز قیامت میں پیغمبرؐ کو اپنا مخالف بنانے پر تیار نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور وہ فرات میں اتر کر پیرتا ہوا پار نکل گیا۔ حارث لعین نے کہا اے غلام (یاد رکھنا)

لہ بعض مقاتل میں ہے کہ غلام باوفا بھی حارث لعین کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

تو نے میری نافرمانی کی ۔ غلام نے کہا اطاعت کا تعلق اسی وقت تک ہے جب تک اطاعت الٰہی سے تصادم نہ ہو ۔ حارث لعین نے جھنجھلا کر دوسرے بیٹے کو آواز دی اور کہا اب تو ان دونوں کو لے جا کر قتل کر ۔ بیٹا اس شقی کا آگے بڑھا اور بچوں کی حسرت آمیز گفتگو نے اس کو بھی تلوار پھینکنے پر مجبور کیا اور غلام کی طرح وہ بھی فرات سے عبور کر گیا ۔ حارث لعین نے طیش میں آکر کہا میرے سوا کوئی تمہیں قتل نہ کرے گا ۔ یہ کہہ کر تلوار اٹھائی ۔ بچے برہنہ شمشیر دیکھ کر سہم گئے ۔

یتیمانِ مسلمؑ :۔ (آنسو بھر کر) اے شیخ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ لے اور پیغمبرؐ کو بروز قیامت اپنا دشمن نہ بنا ۔

حارث لعین :۔ نہیں نہیں ۔ میں تم دونوں کو قتل کروں گا اور تمہارے سر ابن زیاد کو تحفہ دوں گا ۔

یتیمانِ مسلمؑ :۔ ہم کو جو قرابت رسولِ خداؐ سے ہے اس کی بھی رعایت نہ کریگا ؟

حارث لعین :۔ تم کو رسولؐ سے کوئی قرابت نہیں ہے ۔

یتیمانِ مسلمؑ :۔ ہم کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل تاکہ وہ ہمارے بارے میں فیصلہ کرے ۔

حارث لعین :۔ میں تمہارا خون بہا کر تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔

یتیمانِ مسلمؑ :۔ کیا ہماری کم سنی پر بھی رحم نہیں آتا ؟

حارث لعین :۔ تمہاری طرف سے میرے دل میں بالکل رحم نہیں ہے ۔

یتیمانِ مسلمؑ :۔ اگر قتل ہی کرنا ہے تو اتنی مہلت دے کہ دو دو رکعت نماز پڑھ لیں ۔

حارث لعین :۔ اگر تم کو نماز کچھ فائدہ دے تو پڑھ سکتے ہو ۔

بچوں نے نماز پڑھ کے ہاتھ اٹھائے اور کہا "یا حیّ یا حکیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا و بینہ بالحق" اے احکم الحاکمین ہمارے اور قاتل کے

Presented by www.ziaraat.com

درمیان تو فیصلہ کر۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اس نے بڑے بھائی پر حملہ کیا، سر کاٹ ڈالا۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور زبان پر یہ حسرت آمیز کلمات تھے "یوں ہی بھائی کا خون منہ پر مل کر رسول خدا سے ملاقات کروں گا۔" حارث لعنہ نے جواب دیا۔ کہ میں ابھی بھائی سے ملاتا ہوں۔ یہ کہہ کر چھوٹے بچے کا بھی سر کاٹ لیا اور لاشیں دریا میں ڈال دیں۔ خون آلودہ سر لیئے ہوئے ابن زیاد لعنہ کے پاس روانہ ہوا۔

ستم ایجاد کے دربار میں اس سے پہلے سر حسینؑ آچکا۔ اہل بیت رسولؐ کو غل و زنجیر میں مقید دیکھنا اس کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ عبداللہ بن عفیفؓ ایسے بوڑھے اور نابینا کا قتل بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کوفہ کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد سے آج پہلا دن ہے کہ اس بدبخت کو رحم آتا ہے۔ تخت حکومت پر کروفر سے بیٹھا تھا کہ دفعۃً حارث لعنہ کٹے ہوئے سر لیئے پہنچا۔ دونوں سروں کو پانی سے دھو کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ ابن زیاد لعنہ ان بھولی بھالی صورتوں کو دیکھتے ہی اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اور غصہ میں حارث لعنہ سے خطاب کیا۔

ابن زیاد لعنہ:۔ تجھ پر وائے ہو ان بچوں پر کیونکر قابو پایا؟

حارث لعنہ:۔ یہ ضعیفہ کے مہمان تھے۔

ابن زیاد لعنہ:۔ مہمان کی بھی رعایت نہ کی؟

حارث لعنہ:۔ نہیں!

ابن زیاد لعنہ:۔ (وقت آخر) ان بچوں نے کچھ کہا تھا؟

حارث لعنہ:۔ (ہاں) یہ کہا تھا کہ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ ڈال اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھا، رسولؐ کو اپنا دشمن نہ بنا۔

ابن زیاد لعنہ:۔ پھر تو نے کیا کہا؟

حارث لعنہ:۔ میں نے کہا کہ تجھے تو تمہارے سر لے جا کر امیر سے دو ہزار درہم لینا ہیں۔

۱؎ ناسخ التواریخ

Presented by www.ziaraat.com

ابن زیاد لعین:۔ پھر کیا ہوا ؟

حارث لعین:۔ پھر کہا کہ ہم کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل۔

ابن زیاد لعین:۔ تو نے کیا جواب دیا ؟

حارث لعین:۔ میں نے کہا کہ مجھے تو تمہارے خون بہا کا تقرب حاصل کرنا ہے۔

ابن زیاد لعین:۔ اگر تو ان کو زندہ لے آتا تو دوتے انعام کا مستحق تھا اور میں تجھے چار ہزار درہم دیتا۔

حارث لعین:۔ بچوں نے پھر یہ بھی کہا کہ پیغمبر سے ہماری قرابت کا لحاظ کر۔

ابن زیاد لعین:۔ اس کا کیا جواب دیا ؟

حارث لعین: میں نے کہا تم کو رسولؐ سے کوئی قرابت نہیں۔

ابن زیاد لعین: وائے ہو تجھ پر، پھر کیا کہا ؟

حارث لعین: پھر یہ کہا ہمارے بچپنے پر رحم کر۔

ابن زیاد لعین: اس کا کیا جواب دیا ؟

حارث لعین:۔ میں نے کہا میرے دل میں تمہاری طرف سے رحم چھو نہیں گیا ہے۔

ابن زیاد لعین:۔ کچھ اور کہا تھا ؟

حارث لعین:۔ (ہاں یہ بھی) کہا کہ ہم کو دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔ میں نے کہا کہ اگر تم کو نماز کچھ فائدہ دے تو پڑھ لو۔ انہوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیاد لعین:۔ نماز پڑھ کے کیا کہا ؟

حارث لعین:۔ ہاتھ اٹھا کے دعا کی اور کہا یا حی یا حکیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا و بینہ بالحق۔

ابن زیاد لعین:۔ احکم الحاکمین نے تیرے لیے جو فیصلہ کیا ہے اسے دیکھ۔ یہ کہنے پایا تھا کہ (اشارہ پاکر) ایک شامی اٹھا۔ ابن زیاد نے کہا۔ اسے اسی مقام پر لے جا کر قتل کرو جہاں بچے ذبح کیئے گئے ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ اس شامی کا نام مقاتل اور دل سے اہل بیت حسینؑ سے محبت رکھتا تھا۔ ابن زیاد لعین کو ایسا فہمیدہ آدمی ملتا نہ اس لیئے

Presented by www.ziaraat.com

وہ اس کے جدا کرنے پر تیار نہ ہوا۔ مقاتل نے ابن زیاد سے کہا کہ امیر اجازت دے کہ میں جس طرح چاہوں اس شقی کو قتل کروں۔ غرض ہاتھ حارث کے گردن سے باندھے گئے اور اس کو سر برہنہ بازار کوفہ سے کشاں کشاں کھینچتے ہوئے فرات کے کنارے پر لائے۔ راستہ میں نقیب حارث کا تعارف کرا رہا تھا اور جدھر سے گذرتے تھے لوگ لعنت بھیجتے تھے۔ حارث کو جب یقین ہو گیا کہ میری جان نہ بچے گی تو مقاتل سے کہا کہ دس ہزار اشرفیاں لے کر میری جان بچا لے۔ مقاتل نے کہا اگر ساری دنیا تیری ملکیت ہو جائے اور تو وہ مجھ کو دیدے تو اس وقت بھی جان نہ چھوڑوں گا۔ مجھے تیری جان کے عوض میں بہشت میں جگہ لینا ہے۔

باتیں ختم ہوئیں اور قتل گاہ پہنچ کر یہ دلخراش منظر دیکھا کہ ادھر عورت زخم کی اذیت سے تڑپ رہی ہے ادھر دوسرا لڑکا جس نے عورت کو بچانا چاہا تھا ذبح کیا پڑا ہے۔ بے گناہ بچوں کا خون ناحق دیکھ کر مقاتل کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ حارث کے ہاتھ پاؤں قطع کرے۔ پھر آنکھیں کان سر سے نکال کر ذبح کر دے اور دونوں کان کاٹ کے قطع شدہ اعضا اور شکم چاک کر کے اس میں رکھ دے اور پتھر باندھ کر دریا میں بہا دے۔ تین مرتبہ اس لاش کو پانی میں بہانا چاہا مگر دریا نے قبول نہ کیا اور لاش ساحل پر پھینک دی۔ اسی طرح تین مرتبہ کنوئیں میں ڈالا اور خس و خاشاک سے چاہ کو بند کر دیا مگر زمین نے بھی لاش پھینک دی۔ اس وقت جسم کو نذر آتش کر دیا اور راکھ کو ہوا میں منتشر کر دیا۔

اس کے بعد یتیمان مسلم کے دونوں سر بریدہ دریا میں تیراتے کا ارادہ کیا تھا کہ لاشیں ابھر کر سطح آب پر آئیں اور سروں سے ملحق ہو کر تہ نشین ہو گئیں۔ بنابریں شہزادوں کی قبر کا وجود نہیں ہے۔ جس مقام پر حارث نے بے گناہ بچوں کو ذبح کیا تھا وہاں دو قبے بطور یادگار بنا دیے گئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

باب المراثی

میاں دلگیر

روئے حارث لعین دیکھتے تھے اسطرح مسلمؑ کے لال　　صید وقت ذبح دیکھے جیسے منہ صیاد کا

ضمیر

دو یتیموں کے سر اک ضرب میں کاٹے ہے غضب　　سخت تھا کیا ہی کلیجہ حارث لعین ناپاک کا

دبیر

مسلمؑ شب تاریک میں مغموم و حزیں تھے　　پردیس میں فرزند کہیں آپ کہیں تھے

انیس

چلاتے تھے مسلمؑ کے پسر قتل نہ کر　　مظلوم ہیں اور بے پدر قتل نہ کر

عشق

رہا ایک پر ایک دل سے فدا　　نہ شب کو جدا تھے نہ دن کو جدا
محبت کی بس ہو گئی انتہا　　رہے ساتھ فرزند مسلمؑ سدا

تو لاشے بھی دریا میں باہم رہے

فصاحت

شب کو زنداں سے نکل آئے جو مسلمؑ کے یتیم　　ہائے دونوں کو پھرایا گردش تقدیر نے

تمنا

بے جرم کے مارا بچوں کو دریا کی روانی شاہد ہے　　بے آب تھا خنجر حارث لعین کا بہتا ہوا پانی شاہد ہے

خنجر

بھولے گی نہ دنیا کبھی حارث لعین کے مظالم　　مسلمؑ کے جگر بندوں کا افسانہ رہے گا

عیش بہاروی

اٹھائی تھی نہ تیغ ظلم اے حارث لعین یتیموں پر　　کہ جن کی بیکسی پر موت کو خود پیار آتا تھا

یکتا امروہوی

ہزار منتیں حارث لعین سے کیں یتیموں نے　　کسی طرح مگر اس کو نہ ان پہ رحم آیا

Presented by www.ziaraat.com

ساتواں باب

خاتمۂ کلام

روضہ مسجد کوفہ کی بائیں سمت قبلہ کی طرف ضریح مبارک حضرت مسلمؑ واقع ہے جس پر کاشانی قبہ بنا ہوا ہے اور پائیں یا دوسرے رُخ پر روضۂ ہانیؓ ہے۔ دروازۂ رواق پر قرآن مجید کی آیت "فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ" تحریر ہے اور یہ دو جگر خراش شعر لکھے ہوئے ہیں۔

زدیدہ رواں است ہمچو دجلہ و نیل — کہ اہل کوفہ بکشتند مسلم ابن عقیل
فغانِ آہ کہ مسلم بکوفہ گشت شہید — بحکم زادہ مرجانہ آں لعین پلید

ضریح نقرئی ہے جس پر سوزن کار شامیانہ نصب ہے اندرون حجرہ آئینہ بندی ہے دروازہ حجرہ کا چوبی ہے۔ حضرت ہانیؓ کی ضریح پیتل کی ہے دونوں مزاروں پر زیارت کی تختی معلق ہے۔ یہ روضہ مسجد کوفہ سے اس قدر قریب ہے کہ اشتباہ ہوتا ہے مبادا جزو مسجد نہ ہوں۔ سید طباطبائیؒ علیہ الرحمہ نے اپنے فتوے سے اس حصّہ کے جزوِ مسجد ہونے کی نفی کی ہے۔ عروۃ الوثقیٰ صہ ۵۴

کرامات یہ روضہ بھی زیارت گاہِ خلق ہے اور ضریح سے خوارق عادات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ زائروں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور بسا اوقات وہ پیچیدہ مقدمے جن کا فیصلہ کرنے سے حکومت عاجز ہوتی ہے حضرت مسلمؑ سے تمسک کے بعد طے ہو جاتے ہیں۔ میں نے عراق کی ثقات سے سُنا ہے کہ عربوں نے اپنی مشکلات حل کرنے کے لیئے یہ تقسیم عمل کی ہے کہ بغداد کے لوگ روضہ حضرت سیّد محمد پر اور کربلا کے روضہ ابی الفضلؑ پر اور کوفہ کے روضۂ مسلمؑ پر داد رسی کے لیئے حاضر ہوتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱) میرے دوست اور قوم شیعہ کے محسن اعظم نواب حسین علی خاں صاحب دام اقبالہ نے بیان کیا ہے کہ ۱۹۲۷ء میں ہم نے سفر عراق کیا اور ذی الحجہ میں عتبات عالیات پہنچ گئے۔ ہمارے کوفہ پہنچنے کے چند ہی روز پہلے روضہ حضرت مسلمؑ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ ایک عورت مسجد کوفہ کے نزدیک غسل کر رہی تھی۔ اس پر کسی سپاہی کی نظر پڑ گئی اور بارادۂ بد آگے بڑھا۔ عورت نے اپنی عصمت بچانے کے لیئے روضۂ حضرت مسلمؑ میں پناہ لی اور حضرت سے فریاد کی ادھر وہ عسکر حدود روضہ میں داخل ہوا اور بقدرت خدا عورت ہو گیا۔

(نوٹ) مرد کا عورت ہو جانا ناممکن بات نہیں ہے۔ ستمبر ۱۹۳۲ء میں اخبارات میں یہ خبر آئی تھی کہ خالصہ کالج امرتسر کا ایک طالب علم عورت ہو گیا اور میو ہسپتال لاہور میں لایا گیا۔

(۲) ایک شیخ اور سیّد میں اختلاف شدید ہو گیا اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچی۔ عدالتِ عالیہ میں پہنچ کر یہ طے پایا کہ حضرت مسلمؑ کو حکم قرار دیدیا جائے فریقین کے وکیل مع اپنے ثبوت کے پہنچے۔ کاغذات ضریح مبارک کے سامنے پڑھ کر سنائے گئے اور حکم صادر ہونے کا انتظار شروع کیا۔ دیر گذر گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ فریقین کسی قدر مایوس ہو کر روضہ سے چلے۔ شیخ نے ایک قدم روضہ کے باہر نکالا تھا اور ایک اندر تھا کہ دفعتاً اس کا شکم چاک ہو گیا۔ سیّد کی حقیت کا یقین ہوا۔ ایسی ہی بکثرت کرامات ہیں جن کو یکجا کرنے سے پوری کتاب مرتّب ہو سکتی ہے۔

نقل روضہ

لکھنؤ کو یہ شرف حاصل ہے کہ شہر کے طول و عرض میں تمام مشاہد مقدسہ کی نقلیں موجود ہیں فرزندان حضرت مسلمؑ کے مزار کی شبیہہ بنوانے کا فخر منشی فضل حسین خاں مرحوم کو حاصل ہے جنھوں نے اپنے دور میں اس عمارت کی بنیاد قائم کی۔ یہ متبرک جگہ لکھنؤ میں منشی فضل حسین صاحب کی کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ وکٹوریہ گنج کے شاہی

Presented by www.ziaraat.com

ہسپتال سے جو راستہ کربلا تالکٹورہ جاتا ہے وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر داہنی جانب یہ روضہ موجود ہے جس میں دروازہ سے داخل ہوتے ہی روبرو ایک پختہ مسجد ہے اور بائیں سمت یتیمانِ مسلمؑ کے دو سر بلند گنبد ہیں۔ اس عمارت کے رقبہ میں مومنین کی قبریں ہیں۔ ایام عزا میں مقامی اہلِ ایمان خصوصیت سے زیارت کو جاتے ہیں اور لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

تابوت اس میں کیا شک ہے کہ عزاداری مذہب شیعہ کی بقا کا ذریعہ ہے اور ہندوستان میں دینِ جعفری کی تاسیس کے ساتھ عزائے حسینؑ نے بھی رفتہ رفتہ ترقی کی۔ شاہانِ اودھ نے اپنی مذہب نوازحکومت میں تعزیہ داری کو معراجِ کمال پر پہنچایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ عہدِ شاہی میں حضرت مسلمؑ کا تابوت کس شان وشوکت کے ساتھ اٹھتا تھا۔ میرے خیال میں دورِ حاضر میں سب سے پہلے لکھنؤ کے ایک غریب عزادار مرزا محمد عسکری صاحب کتاب خوان مرحوم نے آج سے ۴۰ سال قبل غسلخانہ پاٹانالہ لکھنؤ سے تابوتِ حضرت مسلمؑ اٹھانا شروع کیا جو ۹ ذی الحجہ کو عصر کے وقت برابر اٹھتا ہے شہر کے دیگر حلقوں میں بھی اب مجلس وتابوت کثرت سے اُٹھتے ہیں اور روز بروز اس غم آفریں تاریخ کی رونق بڑھتی جاتی ہے۔ اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ اگر ان کے دل میں حسینی محبت ہے اور وہ ایام عزاداری میں اپنا سرمایہ صرف کررہے ہیں تو پہلے ان کو حضرت مسلمؑ کی عزا پر توجہ مبذول کرنا چاہیئے۔ امام حسینؑ مصیبتوں کا شہر ہیں تو مسلمؑ دروازہ۔

اختتامی تبصرہ اور حضرت مسلمؑ کی تعلیمات اس ساری بحث کا نتیجہ کیا ہے اور گذشتہ قلم فرسائی سے قوم کو کیا سبق ملتا ہے۔ یہ باب طویل ہے۔ مختصر طور پر پہلے حضرت کی شخصیت میں چند اہم خصوصیات اور ذاتی کمالات کا یقین رکھنا چاہیئے۔ پھر ان کو انسانِ کامل مان لینے کے بعد کہاں تک ان کی تعلیمات پر عمل نہ ہوگا۔ یہ مقصد دو نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱) اے مسلم بن عقیلؑ آپ نے پردیس میں حق کی حمایت کرتے ہوئے جان دے کر بتایا کہ مجھ میں امامت کے سوا کسی کمال کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے چاہا تھا کہ امامت کی جگہ عصمت کا لفظ قلم سے نکلے مگر آپ سے منافیٔ عصمت کوئی فعل نہیں دیکھا، اس لیۓ اس لفظ سے ذات کا تعارف نہ ہوتا۔ ان میں اوصاف انبیاؑ کی جھلک تھی وہ امتحان میں مرسلینؑ کے دوش بدوش تھے۔ ان کی مشکلات صحابہ اور تابعین کی مشکلات سے سخت تھیں۔ آدمؑ فراقِ جنت میں مبتلا، و مسلمؑ سردار جوانانِ جنت کی فرقت میں بیقرار، ان کی جنتِ فردوس حسینیت تھی جس سے وقتی طور پر وہ علیحدہ کر دیۓ گئے تھے۔ نوحؑ کا بیڑا طوفان عذاب سے پار ہوا مسلمؑ نے حسینیت کی کشتی کو گرداب فنا سے نکالا، ادریسؑ آسمان پر بلند ہوئے مسلمؑ کو سماء شہادت پر رفعت ہوئی۔ صالحؑ کا ناقہ پے ہوا، ان کے بچے ذبح ہوئے۔ یعقوبؑ نے بیت المقدس کی خدمت کی، مسلمؑ نے مسجد کوفہ کو بسایا جو بیت المقدس سے کم نہیں۔ وہ فراقِ فرزند میں آٹھ آٹھ آنسو روئے ہمسلمؑ بچوں کی جدائی میں صبر کرتے رہے۔ یوسفؑ کنویں میں گرائے گئے، مسلمؑ کی راہ میں خس پوش کنواں ان کی جنگ ختم ہونے کا سبب ہوا۔ ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے، مسلمؑ پر کوفے کے کوٹھوں سے آگ برسائی گئی۔ اسمٰعیلؑ کا لقب مجازاً ذبیح ہے مگر مسلمؑ حقیقتاً ذبیح ہیں۔ اسمٰعیلؑ صادق الوعد نے وعدے کی سچائی سے بے پناہ عزت حاصل کی تو مسلمؑ نے بھی جان دے کر حسینؑ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ خضرؑ نے دیوار اٹھائی، مسلمؑ نے اسلامی جدار میں قوت پہنچائی۔ انہوں نے سفینہ کو عیب دار کر دیا، مسلمؑ نے سفینۂ مذہب کو بے عیب بنایا وہ آبِ حیات سے سیراب ہوۓ اور ان کو مرتے وقت بھی پانی تر دیا گیا۔ انہوں نے حیاتِ مذہب پر اپنی جان نثار کی وہ موسیٰ بن عمرانؑ کے بھی مثیل تھے حضرت موسیٰؑ فرعون کے سامنے آئے اور مسلمؑ ابن زیادؑ کے روبرو۔ فرعونؑ ولد الزنا ہوتا تو موسیٰؑ کو قتل کرتا مگر فرعونِ کوفہؑ ولد الحرام تھا۔ اگر موسیٰؑ نے سفر کی سختی کا شکوہ کیا "لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا" تو مسلمؑ نے بھی سفر کی ابتدائی منزل کا

Presented by www.ziaraat.com

گلہ کیا۔ مسلمؑ میں ہارونیت بھی موجود تھی، بھائی کا ساتھ دینے میں حضرت ہارونؑ سے کسی قدر آگے رہے وہ دانیالؑ کے ایسے خوش بخت نہ تھے کہ درندے ان کی پرورش کرتے۔ ان کا امتحان ایسا سخت تھا کہ میزبان انسانوں نے حیوانیت کا مظاہرہ کیا۔ یونسؑ نے قوم سے گریز کیا مگر مسلمؑ کو فرار کی نوبت ہرگز نہیں آئی۔ وہ عالم بحر بحری تاریکی میں یہ دریائے غم میں۔ سلیمانؑ نے بنی جان پر وقتی حکومت کی اور مسلمؑ کا ماتم انسان اور جن ہر طبقہ میں آج تک رہے۔ زکریاؑ کی عبادت مشہور ہے تو مسلمؑ کی وداعی عبادت دنیا بھول نہیں سکتی۔ یحییٰؑ کا زہد اور مسلمؑ کا تقویٰ معصوم اور غیر معصوم ہونے سے مساوی نہ ہو تو سر کٹنے میں تو دونوں مظلوم ایک منزل پر ہیں۔ عیسیٰ بن مریمؑ دار پر چڑھانے سے محفوظ رہے مگر مسلمؑ کو سولی دی گئی۔ پیغمبر آخر الزماںؐ کے دندانِ مبارک پر ضرب شدید آئی تو مسلمؑ کے بھی دانت تلوار کی ضرب سے توڑ دیے گئے۔ اپنے ہاتھ سے یداللہ نے خیبر کا در اکھاڑا اور مسلمؑ نے ٹھوکر سے طوعہؒ کا دروازہ توڑ کر گرا دیا۔ یقیناً آپ سلف صالحین کی یادگار تھے۔ کربلا والوں کی شب آخر عبادت اور مسلمؑ کا رات بھر خانہ طوعہؒ میں محو طاعت رہنا بھولتا نہیں۔ انصارِ حسینؑ پیاسے تھے تو مقدر نے ان کو بھی تشنہ و گرسنہ رکھا وہاں جو کارِ نمایاں بہتّر نے مل کر کیا تھا وہ یہاں تن تنہا نے کیا۔ تاریخ بتا چکی کہ مسلمؑ عصر کے وقت تک لڑے جس طرح امامؑ کی جنگ وقت عصر ختم ہوئی مسلمؑ نے بھی عصر کے وقت ہاتھ روکا، ان کی شہادت نشیب میں اور ان کو بھی گڑھے میں گرایا۔ اگر اس دلدوز حادثہ کے بعد شہادتِ حسینؑ نہ ہوتی تو دنیا کبھی ایسی محیر العقول جنگ کو فراموش نہ کرتی۔ واقعہ کربلا نے اہمیت کو دبا دیا دنیا کوفہ کو بے وفا کہے مگر یہ کوفہ ہی کے وفا شعار شیعہ تھے جنہوں نے امام مسجد کوفہ کی باری باری حفاظت کی ورنہ ایک شخص محیر کی طرح قتل ہو جاتا۔ ہانیؒ نے مسلمؑ کو مہمان کر کے وہ درجہ خدا سے حاصل کیا جو شعیبؑ کو موسیٰؑ کی میزبانی میں ملا۔

تعلیمات

(۲) اگر آپ کے صبر، استقلال، شجاعت، بہادری، ایثار و مواسات سے دنیا سبق لے تو شاہراہِ ترقی تک پہنچ جانا کچھ دشوار نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ کی زندگی کی بیشمار تعلیمات میں دنیا کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ایسا استقلال پیدا کرے اور جذبات پائمال کرے۔ انسانی نفس کہتا تھا کہ ساتھی کے مرجانے اور ہرن کے پنجۂ صیاد میں دیکھنے کو شگون بد سمجھیں مگر امامؑ کی طرف سے جواب پاتے پر پھر ہمیشہ کے لیئے دل سے خیال کو نکال دیا وہ ایسے شریف النفس تھے کہ دشمن کو قابو میں پاکر میزبان کے گھر میں قتل نہیں کیا وہ مصیبتوں میں پڑنے کو آسان سمجھتے تھے اور دھبہ دامن تک آنے نہیں دیا کہ غیر کے مکان میں کشت و خون ہو۔ ابتدا بجنگ ان کا شیوہ نہ تھا اور خاندانی رویہ ان کو پابند بنا چکا تھا کہ تلوار جب کھینچنا مدافعانہ انداز میں جنگ میں دشمن پر سبقت کسی طرح روا نہیں۔ ان کی زندگی سے جذبۂ اطاعت کا تعارف ہوتا تھا وہ ویسے نام نہاد اصحاب میں نہ تھے جن کو رسولؐ لشکر ترتیب دے کر روانہ کرے اور وہ اس جذبہ میں کہ رسولؐ کا وقت آخر ہے ہم اس وقت ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے کہاں مانیں جیش اسامہ کا جو انجام ہوا وہی موقع حضرت مسلمؑ کے سامنے تھا ان کے دل میں حسینؑ کی سچی محبت و عظمت تھی مگر وہ محبت پر بقا امامؑ کی اطاعت کو سمجھتے تھے۔ لاکھ دل چاہتا تھا کہ حسینؑ کو نہ چھوڑو مگر نفس کشی کی اور جس امر پر مامور ہوئے تھے اس کو پورا کر دیا انہوں نے واجبات کی بھی اہمیت بتائی ماہ رمضان میں مرکز سے روانہ ہوئے تھے سفر میں روزہ ساقط ہے کوفہ میں قیام کرنے پر پیہم مصائب کا سامنا ہوا لیکن اس عالم مسافرت میں بھی قضا روزے رکھ لیئے۔ اگر مشغول الذمہ ہوتے تو چار سو درہم قرضہ کی ادائیگی کی وصیت کے ساتھ روزے کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ وصیت کرتے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ امامؑ کی محبت میں انسان گھر بار چھوڑ دے تو عین سعادت ہے۔

کوفہ کے اہل ایمان نے ایک مسئلہ کو اور حل کیا۔ شہید پر غسل و کفن نہیں ہے ہانیؒ و مسلمؑ کا شہید ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ پھر گذشتہ بیان میں یہ کیوں گذرا کہ دونوں لاشوں کو غسل دیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ لاشوں کو بازار کوفہ میں کھینچنے سے بظاہر خارجی نجاستیں پہنچ گئی تھیں جس کی طہارت اور ازالۂ نجاست کے لئے غسل دیا ہو۔ العالم۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت مسلمؑ کے پسماندگان

اولادِ نرینہ سے تو یقیناً مسلمؑ کی نسل قطع ہو گئی۔ دو بچے کوفہ میں اور دو کربلا میں شہید ہو گئے۔ اولاد کہاں باقی رہی یہ ممکن ہے کہ یتیمۂ مسلمؑ سے نسل بڑھی ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں جناب عقیلؑ کی نسل بیشک دورِ امام جعفر صادقؑ تک تھی۔ ہشام بن حکم مشہور نوجوان مناظر کی آمد کے موقع پر امام جعفر صادقؑ کے چہرے سے جو خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خدا کے کعبہ کی قسم ہشام (آرہے ہیں) اس کوشش کر جاسوسی وقت راوی کا بیان ہے کہ ہمیں گمان ہوا اولادِ عقیلؑ[۱۰] سے ایک شخص ہشام بڑا دوست حضرتؑ کا تھا وہی ہوگا۔" یہ شخص کس کی اولاد سے تھا؟ اس کی صراحت نہیں ہے۔

ایسا حادثہ بھی دنیا میں کم ہوا ہوگا کہ مرنے والے کے بعد پسماندگان بھی سفرِ آخرت کر گئے۔ جناب مسلمؑ کے بھائیوں میں جعفرؑ، عبدالرحمنؑ[۲]، عبداللہؑ[۳]، موسیٰؑ[۴]، عونؑ[۵]، علیؑ[۶] کا واقعہ کربلا میں اذنِ جہاد حاصل کر کے لڑنا اور پھر شہید ہونا مقاتل میں موجود ہے اور بھتیجوں میں جعفرؑ[۷]، احمدؑ[۸] جو آپ کے بھائی محمد بن عقیلؑ کے فرزند تھے اور محمدؑ[۹] جو آپ کے دوسرے بھائی سعید بن عقیلؑ کے بیٹے تھے ان کی لڑائی اور شہادت بھی موجود ہے۔ سراقہ باہلی نے آلِ علیؑ کے مرثیہ میں غالباً انہی کی طرف اشارہ کیا ہے " اے آنکھ[۱۱] نالہ و فریاد کے ساتھ ساتھ آنسو بہا اور اگر نوحہ کرنا ہے تو آلِ رسولؐ پر نوحہ کر۔ نو[(۹)] ان میں علیؑ کے صلب سے تھے جو قتل ہوئے اور (۹) اولادِ عقیلؑ سے ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی صاحبِ اولاد ہو اور اس کی نسل بڑھ کر دورِ صادقؑ تک پہنچی ہو یا ان کے علاوہ کسی اور بھائی بھتیجہ کی نسل ہو۔ واللہ العلیم۔

۱۰۔ ارشاد ص ۱۶۶ ام لقمانؑ اور زینبؑ بھی حضرت عقیلؑ کی بیٹیاں تھیں ممکن ہے ان کی نسل ہو۔

۱۱۔ (جلاء العیون) ص ۳۲ تسعۃ منہم لصلب علی قد و ابنتہ او تسعۃ لعقیل۔

Presented by www.ziaraat.com

مقتولین کی فہرست

اُن شیعہ مقتولین کی فہرست جو شہادتِ مسلمؑ کے سلسلہ میں قبل و بعد قتل ہوئے۔

نمبر شمار	نام مقتولین	مقام قتل	سزائے موت کی وجہ
۱	دارعؒ	بصرہ	امام حسینؑ کا خط بصرہ پہنچانا
۲-۳	محمد بن کثیرؒ مع فرزند	کوفہ	حضرت مسلمؑ کی میزبانی
۴	ہانی بن عروہؒ	کوفہ	حضرت مسلمؑ کی میزبانی
۵	عبدالاعلیٰ بن یزید مکی	کوفہ	نصرتِ حسینؑ کا ارادہ
۶	عمارہ بن صلخبؒ	کوفہ	نصرتِ حسینؑ کا ارادہ
۷	قیس بن مسہرؒ	کوفہ	امامؑ کی نامہ بری
۸	عبداللہ بن یقطرؒ	کوفہ	امامؑ کی نامہ بری
۹	مشکورؒ جیلر کوفہ	کوفہ	یتیمانِ مسلمؑ کو جیل سے رہا کر دینا۔
۱۰	فرزند حارث	کوفہ	میزبان عورت کو شمشیر حارث لعین سے بچانا

یہ وہ قربانیاں ہیں جو قتلِ مسلمؑ کے سلسلہ میں ہوئیں۔ کیا شہداء کربلاؑ کے سالانہ نذر نیاز کے موقع پر آپ ان سرفروش حضرات کو یاد رکھیں گے اور ان کی پاک روحوں کو اپنے اعمال خیر کا ثواب ہدیہ کریں گے۔ اس پراگندہ فوج کے سپہ سالار حضرت مسلمؑ ہیں وہ اور ان کے دو نونہال کوفہ کو اپنی کربلا بنا گئے۔

شہادتِ حضرت مسلمؑ پر علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی المتوفی ۱۹۳۶ء مدیر اودھ پنچ لکھنؤ کے تاثرات

ذیل میں ہم اس فاضلانہ مقالہ کو درج کر کے کتاب ختم کرتے ہیں جو "سرفراز"

Presented by www.ziaraat.com

محرم نمبر ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔ ہم کو ذاتی طور پر علم ہے کہ ادارۂ سرفراز کی تحریک پر یہ مضمون اس طرح مرتب ہوا کہ علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی مرحوم بولتے جاتے تھے اور ادیب عصر شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری لکھتے جاتے تھے۔

مظلوم کربلاؑ کے قافلہ کا ہراول شہادت مسلمؑ میں بیکسی حسینؑ کا عکس ایک عالم علوم مشرقی کے قلم سے

یہ جلیل الشان مجاہد جس نے اپنے خون سے وفاداری اسلام کا باغ سینچا ان یگانہ بہادروں میں سے ایک فرد ہے جس سے امام حسینؑ کا مختصر لشکر مرتب ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ میدان کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے تو مثل حضرت عباسؑ لشکر شام پر بلائیں نازل کرتے مگر تقدیر نے تنہا ان کے لیئے قبل از واقعۂ کربلا ایک میدان آراستہ کیا تھا جس کے سر کرنے میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہ تھا۔ واقعات مشہور ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان کی تصویر وضاحت سے دکھائی جائے مگر افسوس کہ سلسلہ ان واقعات کا یاشاں ہے کتب انساب میں ان کا ذکر اس قدر ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے منجھلے بھائی عقیلؑ کے صاحبزادے تھے اور یہ کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کی حقیقی بہن ان کے حبالۂ عقد میں تھیں اور اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہادت مسلمؑ سے حضرت امام حسینؑ پر اپنی بہن کی بیوگی کا یہ پہلا داغ نہایت گراں گزرا مسلمؑ کا ارادہ تھا کہ اس فوج کے سردار بن کر خروج کریں مگر ہانیؒ نے اجازت نہ دی حکمت عملی کی راہ سے مسلمؑ کی رائے صائب تھی یعنی اگر حملہ ہو جاتا تو جوش کی تازگی غالباً کامیابی پر ختم ہوتی اور یہ نوبت بھی نہ پہنچتی کہ مجمع منتشر ہو جاتا اور مسلمؑ یکہ و تنہا رہ جاتے لیکن اس وقت امر حق ایسا منجلی نہ ہوتا جیسا کہ شہادت سے ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ امر حق وفات پیغمبرؐ کے بعد ہی سے مشتبہ ہوا یعنی بعد وفات پیغمبرؐ حضرت علیؑ نے صبر کیا۔ مسلمؑ لڑتے تو کیا ہوتا وہی جو علیؑ کی لڑائی سے ہوا۔ اچھا ہوا کہ لڑائی

Presented by www.ziaraat.com

نہ ہوئی ورنہ دشمن یہی کہتے کہ یزیدیوں نے اپنی جان کی حفاظت کی اور یہ جنگ مدافعانہ تھی۔

واقعات اس مضمون کے مناقب ابن شہر آشوب سے ماخوذ ہیں۔ اس کتاب میں مسلمؑ کے ان دو چھوٹے بچوں کا تذکرہ نہیں ہے جو باپ کے ساتھ سے چھوڑ گئے تھے۔ دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ یہاں ہمیں ان دو غریب سیّدزادوں کا حال لکھنا مقصود نہیں ہے۔ مسلمؑ کو دشمن کے گھر میں پناہ ملی مگر یہ جائے پناہ خود ہی ایک جال بن گئی جس میں یہ اجل رسیدہ طائر پھنس گیا۔ طوعہؒ کے بطن سے اسید حضرمی کا ایک لڑکا بلال نامی تھا وہ مسلمؑ کے حال سے واقف ہوگیا اور دربار میں اپنے سوتیلے باپ کو خبر دینے پہنچا۔ ایک دیا سلائی تھی جس نے کینہ اور حسد کے بارود میں آگ لگا دی۔ گروہ گروہ دستہ دستہ جوق جوق فوجیں اس تن تنہا مسافر پر وار کرنے کے لئے طوعہؒ کے گھر پر روانہ ہوئیں جس میں ۱۴۱ آدمی مسلمؑ کے ہاتھوں کھیت رہے اور ۲۹ جان لے کے بھاگے۔ ابن زیادؑ نے دوسری فوج بھیجی یہ بھی خائب و خاسر بھاگی اور اس میں سے ۱۲۱ آدمی مقتول ہوئے۔ بقیۃ السیف نے پھر کمک طلب کی۔ ابن زیادؑ جھلاّ گیا اور کہنے لگا کہ ایک فرد سے اتنی بڑی فوج کا گھونگھٹ کھانا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ لوگوں نے کہا کسی بنئیے بقال کا معاملہ نہیں ہے یہ بیشہ شجاعت مرتضوی کا شیر دلیر ہے۔ اس کے منہ چڑھنا سہل نہیں ہے۔ فوج ٹڈی دل کی صورت میں بھیجی گئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے ان میں سے تلوار و نیزہ و تیر لے کے حملہ کرنے والے اپنا وار کرتے تھے مگر بس نہ چلتا تھا آخر ڈھیلے پتھر کی نوبت آئی۔ مسلمؑ پشت فرس پر قائم نہ رہ سکے اور اسیر ہوگئے۔ سرتن سے جدا کیا پھر جسد اطہر کو نیچے گرا دیا گویا نویں ذی الحجہ کو امام حسینؑ شہید ہوگئے۔ (ص ۲۸ لغایت ص ۳۰)

Presented by www.ziaraat.com

علامہ کنتوری مولانا سید غلام حسنین طاب ثراہ کے تاثرات

علامہ نے شہادتِ مسلمؑ پر جو محققانہ بحث فرمائی ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

(۱) حضرت مسلمؑ میں چند خصلتیں ایسی تھیں جو کسی اور صحابی اور اہل بیت میں نہ تھیں۔ رسولؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ مسلمؑ فرزند عقیلؑ میرے فرزند حسینؑ کی محبت میں قتل کیا جائے گا۔ جو مومن میری اُمّت میں ہیں ان کی آنکھیں مسلمؑ کی مصیبت پر روئیں گی اور ملائکہ حضرت مسلمؑ پر درود بھیجیں گے یا یہ معنی ہیں کہ ان کے جنازے پر نماز پڑھیں گے۔ لفظ صلواۃ سے اگر دعا کے معنی لیئے جائیں یعنی ملائکہ درود پڑھیں گے، اس سے تو فضیلت آپ کی ثابت ہے اور اگر لفظ صلواۃ سے نماز جنازہ کے معنی مراد ہیں تو باوجود فضیلت کے یہ حدیث حضرت کی تنہائی و غریبی پر بھی دلالت کرتی ہے یعنی ایسے مقام پر تنہا شہید کیئے جائیں گے جہاں ان کے جنازے پر کوئی نماز بھی نہ پڑھے گا۔ دوست بخوف تقیہ اور دشمن براہ عداوت پس ملائکہ مقربین ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ معنی صلواۃ کے یہی مراد لیئے جائیں۔

(۲) جناب فاطمہ زہراؑ ان کی خون آلود لاش پر روئیں اور اس لاش کو جس کے اعضاء صدمہ سے ٹھوکروں کی راہ کے پتھروں سے پارہ پارہ ہو گئے تھے اپنی گود میں لیا جیسا کہ حُر بن یزید ریاحیؓ نے اس کیفیت کو خواب میں دیکھا ہے اور ماتمی کپڑے عزاداری میں حضرت مسلمؑ کے پہنے جس طرح اپنے فرزند حضرت امام حسینؑ کی تعزیت میں جناب سیدہؑ عزادار ہوئی تھیں۔

(۳) حضرت مسلمؑ کی شہادت کوفہ میں اور روانگی امامؑ کی مکہ سے یہ دونوں ایک ہی دن ہوئے۔ اب امام حسینؑ کے اس قول کی تاویل اچھی طرح ہو جاتی ہے جو آپ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ میں پہنچ کر عراق جانے کا

Presented by www.ziaraat.com

خدا سے استخارہ کروں گا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا ہے کہ اُن جناب نے ایک بات کی مجھ کو وصیت کی ہے جس کو میں کسی سے بیان نہ کروں گا جب تک میں اپنے نانا سے جا نہ ملوں۔ اب معلوم ہوا کہ شہادتِ مسلمؑ کی گویا مقدمہ اور تمہید تھی۔ جناب امامؑ کی شہادت کی اور کچھ دور نہیں کہ رسولؐ نے عالمِ رویا میں بھی وصیت کی ہو کہ جب مسلمؑ شہید ہو جائیں تو آمادۂ شہادت ہونا۔

(۴) حضرت مسلمؑ کو پوری قدرت حاصل ہو گئی تھی قتلِ ابنِ زیادؑ پر۔ آپ نے بنظرِ احتیاط اسے قتل نہیں کیا۔ وہ عالمِ امن میں تھے۔ لڑائی میں فریب دینا شریعت میں جائز ہے اور بدون لڑائی کے بہ غفلت قتل کرنا اور بات ہے۔

(۵) جناب امیرؑ نے خواب میں آکر حضرت مسلمؑ کو ان کی خبرِ شہادت دی۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس سے بڑھ کر آدمی کے واسطے کوئی فضیلت نہیں اس لیئے کہ کافی میں حُرَیزؑ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی امامؑ کا وقت رحلت قریب آتا ہے جناب رسولِ خداؐ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں خبرِ مرگ لیکر، چونکہ مسلمؑ کو امامؑ نے اپنا نائب کیا ہے اور وہ امام نہ تھے مگر نائبِ خاص تھے اس لیئے رسولِ خداؐ تو نہیں اُن کے وصی حضرت امیرؑ مسلمؑ کو خبر دینے آئے میں امید کرتا ہوں کہ اس (اثباتِ فضیلت) کے صلہ میں رسولِ خداؐ میری بروزِ حشر شفاعت کریں گے۔

حضرت مسلمؑ کو یقین تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار کربلا میں ضرور شہید ہوں گے اور اپنی نسبت یہ خیال تھا کہ میں کوفہ میں شہید ہوں گا تو شاید شہدائے کربلا کے مراتب کو نہ پہنچوں۔ اس آرزو میں کوفہ جانے سے مستعفی ہوئے تھے اور یہ خیال بہت درست اور بجا بھی تھا اس شبہ کے دفع کرنے کے لیئے امام حسینؑ نے اپنے آخری استغاثہ میں سب سے پہلے فرمایا ہے اے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؒ (اٹھو اور میری مدد کرو) ان دونوں بزرگوں کا نام لینا شہدائے کربلا کے ساتھ اس غرض سے تھا کہ دونوں شہدائے کربلا میں داخل ہیں۔ ابن زیادؑ نے میثم تمارؓ (صحابی امیر المومنینؑ) کو کوفہ میں قتل کر دیا۔ دس روز پہلے داخلہ امام حسینؑ سے عراق میں بنا بر اس روایت کے

Presented by www.ziaraat.com

شہادت میثمؓ بعد شہادت مسلمؑ قرار پائی۔ مگر امامؑ نے اس استغاثہ میں میثمؓ کو نہیں پکارا۔ میثمؓ اگرچہ دوستی اہل بیت میں قتل ہوئے مگر ان کی شہادت کا تعلق ان خاص امور سے نہیں ہے جو شہدائے کربلاؑ سے مخصوص تھیں۔

(۷) امامؑ نے جبن کی نسبت جناب مسلمؑ کی طرف لبطور اہانت کے نہیں دی بلکہ نفی کی نسبت دی اور کلام کو اس عبارت میں نہیں وارد کیا جس سے قطعاً نسبت جبن کی حضرت مسلمؑ کی طرف ثابت ہو بلکہ جبن نہ واقع ہونے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور جبن واقع ہونے کا احتمال مرجوع معلوم ہوتا ہے۔ پس امامؑ کو ناگوار ہوا کہ جبن کی نسبت اپنے بھائی کی طرف لبطور اثبات فرمائیں بلکہ جبن کا ذکر اس طریقہ پر کیا کہ جس سے نفی جبن کی ثابت ہوئی۔

(۸) امام حسینؑ کا یہ فرمانا کہ اے بھائی مسلمؑ تم میرے اہل بیت میں ہو ہم تمہاری مصیبت کو فالِ بد نہیں سمجھ سکتے یہ کلام ان معنوں سے حضرت مسلمؑ کے کمال مرتبہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کے مدارج کی بلندی اس سے ظاہر ہوتی ہے لازم ہے کہ مومن اس باب کو خوب غور سے دیکھے اور سمجھے۔

(منتہیٰ فی مقتل الحسینؑ)

ریگزارِ مصر میں شجاعتِ مسلمؑ کے جوہر

صفین میں میمنہ فوج کی سرداری

واقعہ کربلا میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ان کی ذاتِ گرامی صحیفۂ شہادت کی بسم اللہ ہے اور ان کے عزائمؑ کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو ایمان سے معمور دل سینہ میں رکھتا ہو۔ ہم نے اس شہید اوّل کی مسلسل سوانح حیات کتابی صورت ڈیڑھ سو صفحات میں لکھ کر آج سے ۷ برس پہلے شائع کی اور اس وقت ناظرین الواعظ کی ضیافت طبع کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ وہ کتاب مذکور

Presented by www.ziaraat.com

کے مستدرک کی حیثیت ہے لینی جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کے سوا لکھنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مستحق مدح افراد کی ثنا وصفت انسانیت کا فرض اولین ہے اور کمال میں جو جذب قدرت نے عطا کیا ہے وہ خود مقتضی ہے کہ ستائش کرنے والے اپنی کوتاہی کا اعتراف کریں اور حق مدح ادا نہو۔ نوشیروان کا عدل، حاتم کی سخاوت، رستم کی بہادری، یوسف کا حسن صدیوں سے زیر بحث ہے اور ثنا گستر یہ محسوس کرتا ہے کہ ہم نے اوصاف جمیلہ کا صحیح تعارف نہیں کیا۔

حضرت مسلم اگر کسی ایک صفت کے حامل ہوتے تو مدح وثنا کی سزاوار تھے مبدء فیاض نے ان کو صفات کمال کا مجموعہ قرار دیا ہے، حسب ونسب ذاتی خصوصیات بلند اور اعلیٰ کردار طاقت وبہادری، علم وعمل زہد وورع شہادت وہ صفتیں ہیں جو ان کے حالات زندگی کے سنہرے باب ہیں۔ اولاد کی نجابت وشرافت میں ماں باپ کی شرافت نسب کو بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت مسلم کے ماں باپ عرب کے شریف ترین خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عقیل کا نام عربی ادب میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے پیغمبر خدا کو ان سے بہت محبت تھی۔ قرآن حکیم نے ان کی مدح وثنا کی اور یہ دو آیتیں جن محترم اور معزز افراد کی شان میں ہیں ان میں جناب عقیل بھی ہیں۔

اخواناً علی سرر متقابلین پ۱۴ حجر۔ هو الذی ایدك بنصره وبالمؤمنین (انفال پ۱۰)

ان دونوں آیتوں میں وہ ذات جو تائید رسول سے مخصوص اور اخوت کی منزل پر ہے حضرت امیر المومنین اور عقیل میں فضیلت مشترک ہے۔ دونوں بھائیوں میں (دیکھو مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص۱۰۸ وارجح المطالب ص۸۲)

دربار رسالت میں عقیل کی بڑی وقیع حیثیت تھی۔ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی میں جب معصومۂ کونین کی سواری حضرت علی کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو عقیل ساتھ تھے۔ بنت نبی کے جنازہ کی مشایعت میں جو وفادار مسلمان یکجا تھے ان میں عقیل کا نام بھی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

واقعہ کربلا سے نو دس برس پہلے ان کی وفات واقع ہو چکی تھی اور اگرچہ وہ شریک نصرت نہ تھے مگر ان کی اولاد زیادہ سے زیادہ تعداد میں کام آئی اور اولادِ عقیلؑ کے خون سے کربلا کی زمین رنگین ہوئی۔ عقیلؑ کی روح پر واقعہ کربلا کا اثر تھا اور وہ بہشت عنبر سرشت میں بے چین تھے ان کی روحانی تکلیف کا ثبوت ہند زوجہ یزیدؑ کا خواب ہے جو بحار الانوار کی دسویں جلد میں موجود ہے ہند کے دل میں آلِ محمدؐ کی محبت تھی اور یہ مسلّم حقیقت ہے کہ وہ آسیہ صفت دشمن کے گھر میں رہ کر اس گھر کا کلمہ پڑھتی تھی اس کو واقعہ کربلا کے بعد سے خواب و خور حرام تھا۔ اس کا بیان ہے جب مجھے بستر پر نیند آ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے ہیں اور فرشتے جوق جوق سرِ حسینؑ پر اترتے ہیں اور ان کی زبانوں پر ہے السلام علیک یا ابا عبد اللہؑ السلام علیک یا ابن رسول اللہؐ میں اس عالم میں تھی کہ آسمان سے ایک ابر نازل ہوا اس میں بہت سے مرد جو سوار تھے اترے اس مجمع میں ایک چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہرے کے بزرگ بڑھے اور دوڑ کے لب و دندانِ حسینؑ کو چومنے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے **یا ولدی قتلوک ومن شرب الماء منعوک اتراھم ما عرفوک** - اے بیٹا تجھے قتل کیا اور تجھ پر پانی بند کیا۔ انہوں نے کیا تجھے نہیں پہچانا یا ولدی انا جدک محمد ن المصطفیٰ وھذا ابوک علی المرتضیٰ وھذا اخوک الحسن وھذا عمک جعفر وھذا عقیل وھذا حمزۃ وھذا العباس اے فرزند میں تمہارا نانا محمد مصطفیٰؐ ہوں اور یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ اور وہ تمہارے بھائی حسنؑ اور تمہارے چچا جعفرؑ اور عقیلؑ و حمزہؑ و عباسؑ ہیں۔ قالت ھند فانتبھت من نومی فزعتہ مرعوبۃ فاذا بنور قد اشرق علی راس الحسین فجعلت اطلب یزید وھو قد دخل الی بیت وقد ورد وجھہ الی الحائط وھو یقول مالی والحسین۔ ہند کہتی ہے میں ڈرتی ہوئی نیند سے خوف زدہ بیدار ہوئی تو دیکھا کہ سرِ حسینؑ سے ایک نور چمک رہا ہے۔ یزیدؑ کو جو ڈھونڈا تو ایک حجرے میں یوں پایا کہ رُخ اس کا دیوار کی طرف تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھے کیا ہوا تھا میں نے حسینؑ کو کیوں قتل کیا۔ اس خواب سے یہ بھی واضح ہے کہ نہ صرف

Presented by www.ziaraat.com

روزِ جزا حضرت عقیلؑ دربارِ نبویؐ میں ہوں گے۔ آج برزخ میں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حضرت مسلمؑ اسی مقربِ بارگارہ رسالتؐ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی رگ رگ میں شجاعت و بہادری، وفا و عقیدت سرایت کر چکی تھی۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کا وہ سایہ عطوفت اور تعلیمات جو محمد بن ابی بکرؓ کو بہادر ترین انسان بنادیں جن کی صحبت سے مالک اشترؓ فخرِ روزگار بہادر سمجھے جائیں ناممکن ہے کہ اس بزم میں جب اغیار زیورِ کمال سے آراستہ ہوں تو خاندان کے نونہال ایسے بزرگ کے سایہ میں کیا کچھ کمال حاصل نہ کریں گے۔ مسلم بن عقیلؑ فنونِ حرب و ضرب میں اس بلند مرتبہ تک پہنچ گئے جس کی کہ ان سے امید تھی اور ان کی جنگی خدمات سے خاندانِ رسالتؐ کے مخالفین نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ ہر خلافت کو بنی ہاشم کی طرف سے اس کی علمی و سیاسی مشکلات میں برابر مدد پہنچتی رہی اور یہ تعاون صرف اس لیئے تھا کہ اسلام عام نظر میں سبک نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ نے کوئی سیاسی غلطی کی تو جانشین پیغمبرؐ نے ان کو ٹوک دیا۔ اگر کسی علمی لغزش کی نوبت آئی تو خود اس عقدہ کو حل کر دیا۔ مسائل قضا یا علمی استفسارات میں شیخین کا آلِ محمدؐ سے رجوع کرنا حدِ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور مسلمانوں کو اس زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں اس میں بھی حضرت امیرؑ کا مشورہ شریک تھا چنانچہ مصر کی طرف فوج کشی میں دماغی مشوروں کے ساتھ ساتھ نفوس سے بھی مدد کی اور اولادِ عقیلؑ کے کئی نوجوانوں کو مسلمانوں کی فوج میں بھرتی کر کے بھیجا ان کے رجز اور جنگی خدمات تاریخوں میں موجود ہیں۔ آنحضرتؐ نے جس گرمجوشی اور ولولہ سے دائرہ اسلام کو وسعت دی اس کے دیکھنے والے کم ہیں اور ظاہر پرست ہی کہتے ہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں اسلام بہت کچھ آگے بڑھا مگر یاد رہے بالغ نظروں سے کام لینے والے گوشہ گیر حاکم کو نہیں دیکھتے، فوج کو دیکھتے ہیں جس نے کارِ نمایاں کیئے اہل سنت کے علامہ شیخ محمد بن محمد مصر میں مسلمانوں کی فتوحات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں واللہ در مسلم بن عقیل واخوتہ لقد قاتلوا قتالا شدیداً حتی کانت الدماء

علی دراعیھم کانھا اکباد الابل ۔ (کتاب قصۃ البہنسا ومافیہا من العجائب والغرائب وما وقع الصحابہ فیہا رضوان اللہ علیہم ص۹۴ چھاپ بمبئی ۱۳۸۶ھ) قابل تبریک ہیں مسلم بن عقیل اور ان کے بھائی انہوں نے اس محاذ پر بہت ہی سخت جنگ کی۔ ان کی زرہوں پر خون جاری ہونے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ کے جگر کے خون آلود ٹکڑے ہیں۔

اب کون کہے کہ فتح کا سہرا کس کے سر ہے۔ خلوص سے کام کرنے والے لاکھ چاہیں کہ ان کا نام پردۂ خفا میں رہے مگر قدرت ان کی خدمات کی نشر و اشاعت پر خود تیار رہے اور صدائے تعجب اس طبقہ کے دہن سے نکلتی ہے جو بزعم خود مسلم بن عقیلؑ کے گھرانہ کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔

مصر فتح ہونے کے بعد کیا مسلمان اولاد عقیلؑ کی بہادری کو بھول گئے ہوں گے اس عظیم قربانی کے بعد کیا مسلمؑ کی ذات مسلمانوں میں محتاج تعارف ہے؟ یہ عنفوان شباب کا جہاد تھا خلافت کا دوسرا اور تیسرا دور گذرا عنان حکومت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھ میں آئی اور شام کے گورنر معاویہ کی سازش سے مسلمانوں میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ صفین و جمل و نہروان میں زبردست لڑائیاں ہوئیں جن میں لاکھوں مسلمان کام آئے۔ ان غزوات میں اول الذکر جنگ میں پھر مسلم بن عقیلؑ کا نام نامی نظر آتا ہے۔ فلما استہل صفر سنۃ سبع وثلثین امر علی فنودی بالشام بالاعذار والانذار ثم عبی عسکرہ فجعل علی میمنتہ الحسن والحسین وعبداللہ بن جعفر ومسلم بن عقیل وعلی میسرتہ محمد بن الحنفیہ ومحمد بن ابی بکر وہاشم بن عتبہ وعلی القلب عبداللہ بن العباس وعباس بن ربیعہ بن الحارث والاشتر والاشعث وعلی الجناح سعد بن قیس الھمدانی وعبداللہ بن بدیل بن ورقہ الخزاعی ورفاعہ بن شداد البجلی وعدی بن حاتم وعلی الکمین عمار بن یاسر وعمرو بن الحمق وعامر بن واثلہ الکنانی وقبیصہ بن جابر الاسدی (مناقب آل ابی طالب ص۹۸ ج۳ طبع بمبئی) جب صفر ۳۷ھ کا چاند ہوا اور حضرت امیرؑ کی طرف سے لشکر شام کو وعظ و نصیحت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو آپ نے فوج کی ترتیب شروع کی۔ میمنہ پر

Presented by www.ziaraat.com

دستِ راست کی طرف (اپنے فرزندان) حسنینؑ اور (داماد) عبداللہ بن جعفرؓ اور مسلمؑ بن عقیلؑ (بھتیجہ) کو مقرر کیا اور میسرہ پر بائیں ہاتھ کی طرف (دوسرے فرزند) محمد حنفیہؒ اور گود کے پالے) محمد بن ابی بکرؓ اور ہاشم بن عقبہؓ کو معین کیا اور جناح لشکر پر سعد بن قیس ہمدانیؓ اور عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعیؓ اور رفاعہ بن شداد بجلیؓ اور عدی بن حاتمؓ کو تعینات کیا اور کمیں گاہ میں عمار یاسرؓ عمر بن حمق خزاعیؓ اور عامر بن وائلہ کنانیؓ اور قبیصہ بن جیاد اسدیؓ معین ہوئے۔ یہ ترتیب کیا امیرالمومنینؑ کی حقانیت کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ میدانِ نبرد میں اپنے گھرانے کے تمام نوجوانوں کو لے آئے۔ بیٹا، بھتیجہ، داماد، بھائی کسی کو باقی نہیں رکھا۔ ثابت ہوا کہ مسلم بن عقیلؑ ان جگر کے ٹکڑوں میں تھے جنھوں نے فرزندانِ رسولؐ حسنینؑ کے پہلو میں جگر پائی اور صفین میں ان کے جنگی خدمات حاصل کئے دشمن کی ٹڈی دل فوج کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ یہ جوانی کا جہاد تھا جس سے شام کا بچہ بچہ واقف ہے جنگ صفین میں شرکت کے ۲۳ سال بعد واقعہ کربلا ظہور میں آیا اور اب یقیناً مسلم بن عقیلؑ کا عالم شباب نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ میں فتوحات مصر سے ان کی سیفِ آبدار کا تعارف ہوتا ہے۔ پھر صفین میں تلوار کے جوہر نمایاں ہوئے۔ واقعہ کربلا تک فنونِ جنگ کا تجربہ ہاتھ کی صفائی شمشیر زنی میں کمال ہونا لازم تھا۔ بنی ہاشم کے انہیں شیروں کا نہیب تھا کہ یزیدؔ نے فرزند رسولؐ پر چڑھائی سے پہلے اہالیانِ کوفہ و شام کو ہمنوا بنالیا اور اپنے نزدیک حسینیت کے مٹا دینے کی پوری کوشش کی پھر بھی مُتلبی گھرانے میں نوجوانوں کے علاوہ محمد بن حنفیہؒ، مسلم بن عقیلؑ، عون بن علیؑ، ابوالفضل العباسؑ ایسے نبرد آزما موجود ہیں جن میں کا ایک ایک بہادر ہزاروں پہلوانوں کے مقابلہ میں کافی تھا اور رحمۃ اللعالمینؐ کا پروردۂ آغوش امامؑ لاکھ چاہتا تھا کہ اُمتِ جد کے مقابلہ میں سامانِ جنگ فراہم نہ کرے مگر یہ چاروں بھائی یزیدیت کا سر کچلنے کے لئے کافی تھے اور دنیا کی تمام طاقتوں سے فرزند رسولؐ کی طاقت بڑھی ہوئی تھی اور یہ بھی ناممکن تھا کہ حسینؑ میدانِ جنگ میں قدم رکھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اور عناصر اربعہ ساکت نہ دیں یہ مشکل کشاؑ کے فرزند کے لیئے اس صعوبت کا حل بڑا آسان تھا محمد بن حنفیہؒ ایک بھائی کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا مسلم بن عقیلؑ کو اپنا خصوصی نائب قرار دے کر کوفہ بھیج دیا۔ عباسؑ کو مشک و علم دے کر فرات سے پانی لانے کی خدمت تفویض کی اور تسبیح فاطمہؑ کے دانے چار طرف بکھر گئے مسلم بن عقیلؑ کے جہاد کا لطف اس وقت تھا جب ان سے فرزند رسولؐ کے سامنے شجاعت و بہادری کے جوہر ظاہر ہوتے اور بھائی کی جنگ بھائی دیکھتا افسوس ہے کہ پردیس، تنہائی، مسافرت میں بے آب و دانہ ہونا ایک اجنبی کے گھر میں مہمان رہ کر ساری رات جاگنا اور شب بیداری کا تعب، بچوں کی جدائی کا صدمہ بیعت کرنے والوں کی بے وفائی کا دکھ جیسی سخت ترین مصیبتیں تھیں جو داہنے بائیں تحت و فوق عقب و روبرو سے گھیرے ہوئے تھیں اور حضرت مسلمؑ کی تلوار نصرت دین میں مشغول رہی ابھی تک نہ ان کا ایسا اطمینان دیکھا تھا نہ وہ شجاعت کی تصویر دیکھی۔ کوفہ کی ٹڈی دل فوج میں گھر کے پہلے حملہ میں ۱۸۰ دشمنوں کو قتل کیا۔ صبح سے عصر تک لڑتے رہے۔ تاریخ عالم میں اس جہاد کی نظیر نہیں ہے۔ محمد بن اشعث لعنہ نے ابن زیاد لعنہ کے جواب میں کہا کہ یہ گمان نہ کر کہ تو نے ہم کو کسی سبزی فروش یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے ہم شیر درندہ اور خدا کی برہنہ تلوار سے لڑ رہے ہیں اور زیارت مسلم بن عقیلؑ اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ شہدائے بدر کی منزل پر فائز ہیں "اشهد انك مضيت على ما مضى عليه البدريون" (مفاتیح الجنان) فرزند رسول الثقلینؐ کے دل پریشان کی شہادت کا غیر معمولی اثر اور بھائی کے یتیموں کی بھولی بھالی صورتیں دیکھ کر اور زیادہ مرنے والے کی یاد تازہ ہوتی تھی (الواعظ بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۰ء)

حضرت امیر المومنین کا ایک اشارہ

وہ مولاؑ کا واعظانہ کلام اور یہ ارشاد کہ اسے حارث ہمدانی کوئی مومن و کافر ایسا نہیں جو مرتے وقت مجھ کو نہ دیکھے اہل بیت سامنے رکھو اور تاریخ کی روشنی میں دیکھو ہمدان

Presented by www.ziaraat.com

مرکز ایمان اور حارث آپ کے پہلو نشیں اور مخاطب تھے۔ ضرورت شعر میں آخری حرف کو گرا دینے کے معنی تھے کس تقریر میں سامعین کو یہ بتائے حارث لعنۃ اللہ قاتل ہے ان کے سگے بھتیجہ فرزندان مسلم کا اس لیئے پورا نام زبان پر نہ لائے اور قاتل کو نظر انداز کیا۔

(۲) مولوی سید سخاوت حسین صاحب مرحوم بزرگ خاندان اجتہاد جو ایک کتبخانہ چھوڑ کر دنیا سے گئے ان کے دو فرزند مولوی کاظم حسین اور مولوی ناظم حسین صدر الافاضل کمسنی میں عبائیں پہنے ہوئے کسی راہ سے گذر رہے تھے ایک مرد مومن نے دونوں بھائیوں کی عالمانہ وضع قطع دیکھ کر محبت سے کہا فرزندان مسلمؑ جا رہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے برجستہ کہا حارث لعنۃ اللہ عقب میں ہے پھبتی کسنے والا دم بخود ہو گیا۔

آداب زیارت

زائران نجف اشرف مسجد کوفہ کے اعمال سے فارغ ہو کر حضرت مسلمؑ کی زیارت پڑھتے ہیں۔ روضہ کے قریب پہنچ کر یہ اذن پڑھنا چاہیئے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِيْنِ الْمُتَصَاغِرِ لِعَظَمَتِهٖ جَبَابِرَةُ الطَّاغِيْنَ الْمُعْتَرِفِ بِرُبُوْبِيَّتِهٖ جَمِيْعُ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِيْنَ الْمُقِرِّ بِتَوْحِيْدِهٖ سَائِرُ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الْكِرَامِ صَلٰوةً تَقَرُّ بِهَا اَعْيُنُهُمْ وَيَرْغَمُ بِهَا اَنْفُ شَانِئِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَجْمَعِيْنَ سَلَامُ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَسَلَامُ مَلٰٓئِكَتِهِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاَنْبِيَآئِهِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَئِمَّتِهِ الْمُنْتَجَبِيْنَ وَعِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ وَجَمِيْعِ الشُّهَدَآءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالزَّاكِيَاتُ الطَّيِّبَاتُ فِيْمَا تَغْتَدِيْ وَتَرُوْحُ عَلَيْكَ يَا مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَقُتِلْتَ عَلٰى مِنْهَاجِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ حَتّٰى لَقِيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَ

Presented by www.ziaraat.com

اشهد انك وفيت بعهد الله وبذلت نفسك في نصرة حجة الله وابن
حجته حتى اتاك اليقين اشهد لك بالتسليم والوفاء والنصيحة لخلف
النبي المرسل والسبط المنتجب والدليل العالم والوصي المبلغ والمظلوم
المهتضم فجزاك الله عن رسوله وعن امير المؤمنين وعن الحسن
والحسين افضل الجزاء بما صبرت واحتسبت واعنت فنعم
عقبى الدار لعن الله من قتلك ولعن الله من امر بقتلك ولعن
الله من ظلمك ولعن الله من افترى عليك ولعن الله من جهل
حقك واستخف بحرمتك ولعن الله من بايعك وغشك وخذلك
واسلمك ومن الب عليك ولم يعنك الحمد لله الذي جعل النار
مثواهم وبئس الورد المورود اشهد انك قتلت مظلوما وان الله
منجز لكم ما وعدكم جئتك زائرا عارفا بحقكم مسلما لكم تابعا لسنتكم و
نصرتي لكم معدة حتى يحكم الله وهو خير الحاكمين فمعكم
معكم لا مع عدوكم صلوة الله عليكم وعلى ارواحكم واجسادكم
وشاهدكم وغائبكم والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته قتل الله امة
قتلتكم بالايدي والالسن۔

یہ اذن پڑھ کر داخل ہو اور ضریح سے لپٹ کر یا بروایتے ضریح کی طرف
اشارہ کر کے یہ زیارت پڑھے۔

السلام عليك ايها العبد الصالح المطيع لله ولرسوله و
لامير المؤمنين والحسن والحسين عليهم السلام الحمد لله وسلام
على عباده الذين اصطفى محمد وآله والسلام عليكم ورحمة الله
وبركاته ومغفرته وعلى روحك وبدنك اشهد انك مضيت على
ما مضى عليه البدريون المجاهدون في سبيل الله المبالغون في

Presented by www.ziaraat.com

جِهَادِ اَعْدَائِهِ وَنُصْرَةِ اَوْلِيَائِهِ فَجَزَاكَ اللّٰهُ اَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَاَكْثَرَ
الْجَزَاءِ وَاَوْفَرَ جَزَاءِ اَحَدٍ مِمَّنْ وَفٰى بِبَيْعَتِهِ وَاسْتَجَابَ لَهُ
دَعْوَتَهُ وَاَطَاعَ وُلَاةَ اَمْرِهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَالَغْتَ فِي النَّصِيحَةِ وَاَ
عْطَيْتَ غَايَةَ الْمَجْهُودِ حَتّٰى بَعَثَكَ اللّٰهُ فِي الشُّهَدَاءِ وَجَعَلَ رُوحَكَ
مَعَ اَرْوَاحِ السُّعَدَاءِ وَاَعْطَاكَ مِنْ جِنَانِهِ اَفْسَحَهَا مَنْزِلًا وَاَفْضَلَهَا
غُرَفًا وَرَفَعَ ذِكْرَكَ فِي عِلِّيِّينَ وَحَشَرَكَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيقًا اَشْهَدُ اَنَّكَ لَمْ تَهِنْ
وَلَمْ تَنْكُلْ وَاَنَّكَ قَدْ مَضَيْتَ عَلٰى بَصِيرَةٍ مِنْ اَمْرِكَ مُقْتَدِيًا بِالصَّالِحِينَ
وَمُتَّبِعًا لِلنَّبِيِّينَ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَبَيْنَ رَسُولِهِ وَاَوْلِيَائِهِ فِي
مَنَازِلِ الْمُخْبِتِينَ فَاِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۔

یہ زیارت پڑھ کر دو۲ رکعت نماز سرہانے پڑھے اور حضرت مسلمؑ کی روح
مبارک کو ہدیہ کرے اور یہ دعا پڑھے ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ
وَلَا تَدَعْ لِي فِي هٰذَا الْمَكَانِ الْمُكَرَّمِ وَالْمَشْهَدِ الْمُعَظَّمِ ذَنْبًا اِلَّا
غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا مَرَضًا اِلَّا شَفَيْتَهُ وَلَا عَيْبًا اِلَّا
سَتَرْتَهُ وَلَا رِزْقًا اِلَّا بَسَطْتَهُ وَلَا خَوْفًا اِلَّا اٰمَنْتَهُ وَلَا شَمْلًا اِلَّا
جَمَعْتَهُ وَلَا غَائِبًا اِلَّا حَفِظْتَهُ وَاَدْنَيْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ لَكَ فِيهَا رِضًى وَلِي فِيهَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ ۔ اگر یہ زیارت وداع ہو تو مذکورہ بالا اعمال کے ساتھ یہ فقرات
بھی زبان پر جاری کرے ۔

اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ وَاَسْتَرْعِيكَ وَاَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَبِرَسُولِهِ وَبِكِتَابِهِ وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ فَاكْتُبْنَا مَعَ
الشَّاهِدِينَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِيَارَتِي قَبْرَ ابْنِ اَخِي

Presented by www.ziaraat.com

رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَارْزُقْنِي زِيَارَتَهُ اَبَدًا مَا اَبْقَيْتَنِي وَاحْشُرْنِي مَعَهُ وَمَعَ اٰبَائِهِ فِي الْجِنَانِ وَعَرِّفْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُوْلِكَ وَاَوْلِيَائِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَوَفَّنِي عَلَى الْاِيْمَانِ بِكَ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِكَ وَالْوِلَايَةِ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ وُلْدِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْبَرَائَةِ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَاِنِّيْ قَدْ رَضِيْتُ يَا رَبِّيْ بِذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ۔ اپنے اور برادران مومن کے لئے دعا کرے۔

زیارت حضرت ہانیؒ

حضرت ہانیؒ کی قبر کے پاس جائے اور یہ زیارت پڑھے۔

سَلَامُ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَصَلَوَاتُهٗ عَلَيْكَ يَا هَانِيَ بْنَ عُرْوَةَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ النَّاصِحُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَشْهَدُ اَنَّكَ قُتِلْتَ مَظْلُوْمًا فَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ وَاسْتَحَلَّ دَمَكَ وَحَشٰى قُبُوْرَهُمْ نَارًا اَشْهَدُ اَنَّكَ لَقِيْتَ اللّٰهَ وَهُوَ رَاضٍ عَنْكَ بِمَا فَعَلْتَ وَنَصَحْتَ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ دَرَجَةَ الشُّهَدَاءِ وَجُعِلَ رُوْحُكَ مَعَ اَرْوَاحِ السُّعَدَاءِ بِمَا نَصَحْتَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ مُجْتَهِدًا وَبَذَلْتَ نَفْسَكَ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ وَمَرْضَاتِهٖ فَرَحِمَكَ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْكَ وَحَشَرَكَ مَعَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَجَمَعَنَا وَاِيَّاكَ مَعَهُمْ فِيْ دَارِ النَّعِيْمِ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

پھر دو رکعت نماز پڑھے اور ہانیؒ کی روح کو اس کا ثواب ہدیہ کرے۔

(مفاتیح الجنان)

Presented by www.ziaraat.com

باب المراثی

مرزا فصیح علیہ الرحمۃ

لے چلے مسلمؑ کو ظالم بام پر جب بہرِ قتل
اک تزلزل قصر کے اس وقت زینہ میں ہوا

ابنِ مرجانہ نے مسلمؑ پر کیا ترک سلام
آشکارا فرق اشراف و کمینہ میں ہوا

دلگیر

جب سرِ بام قتلِ مسلمؑ کو
لے کے یک زادۂ حرام آیا

خوب رویا وہ اس کی غربت پر
جو کہ اس وقت زیرِ بام آیا

ضمیر

وادریغا سر مسلمؑ کو جدا کر ڈالا
زیر بام اُن کا تنِ پاک اٹھا کر لایا

دبیر[1]

چپ بیٹھے تھے مسلمؑ وہاں صمصام کے نیچے
تھی خلق تماشے کو کھڑی بام کے نیچے

انیس

مسلمؑ سے کوفیوں نے بڑی بیوفائی کی
گاڑی نہ لاش بھی مرے مظلوم بھائی کی

انس

بھائی کے بعد زیست پہ دنیا کی خاک ہے
مسلمؑ کی بیکسی پہ جگر چاک چاک ہے

تعشق

کوٹھے پہ تہ تیغ یہ فرماتے تھے مسلمؑ
اب نام ہے خورشید لب بام ہمارا

عشق

سب شہر والا نے مسلمؑ سے کہا فردِ شہادت میں
ہمارا نام آخر ہے تمہارا نام اوّل ہے

---

[1] مرزا صاحب کا پورا مرثیہ حضرت مسلمؑ کے حال میں موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے:۔
ع کوفہ میں بہار آئی جو گلگشتِ چمن کو

Presented by www.ziaraat.com

وحید

قتل کرنے لائے ہیں کوٹھے پہ مسلمؑ کو لعین — وقتِ آخر ہے لب بام آفتاب آنے کو ہے

کامل[1]

جفا پسندوں نے یہ قدر کی نمازی کی — زمینِ کوفہ پہ کھینچی ہے لاش غازی کی

آغا شاعر

راہ میں اہلِ حرم کو یہ خبر فضہؑ نے دی — بے بیو مسلمؑ بھی تو مارے گئے ہانیؒ کے ساتھ

ثمر لکھنوی

وفا میں فرد تھا مسلمؑ سے بے عدیل کا نام — پسر کے نام سے روشن ہوا عقیلؑ کا نام

خبیر

شانِ حیدرؑ سے لڑے کوفہ میں کیا کیا مسلمؑ — پھر بھی وہ تین ہزار اک تن تنہا مسلمؑ

فدا علی خنجر لکھنوی

اے پیش رو شہیدوں کے اے مسلمؑ غریب — تیرا لہو ہے زینتِ عنوانِ کربلا

عیش یار دی

لڑے مسلمؑ ہزاروں سے اکیلے شہر کوفہ میں — شجاعت ناز کرتی ہے مجاہد ہو تو ایسا ہو

شیدی امیر حسین معجز

یہ خبر سنتے ہی سارے اہلِ شر گھبرا گئے — قتل ہانیؒ ہو گئے میداں میں مسلمؑ آ گئے

---

[1] حضرت کامل نے بھی ایک مکمل مرثیہ اس حال میں چھوڑا ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

ع غمِ فراقِ وطن دل کو نوکِ نشتر ہے

Presented by www.ziaraat.com

حضرت یکتا امروہوی کی تصنیف

"شاہنامۂ کربلا"

مطبوعہ ۱۹۴۹ء۔ کراچی

سے شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے سیرت حضرت مسلمؑ پر یہ تاریخی مسلسل اشعار کا اقتباس ایک اچھا اضافہ ہے :۔

حضرت مسلمؑ نے حسب حکم شاہ دیں پناہؑ — ساتھ دو بچوں کے جو کم سن تھے لی کوفے کی راہ
اور دو رہبر بھی ایسے آپ کے ہمراہ تھے — راہ اور منزل سے جو اچھی طرح آگاہ تھے
سب کے سب مل جل کے کچھ دن تو سفر کرتے رہے — رہبری کا کام دونوں راہبر کرتے رہے
بعد کچھ دن کے وہ دونوں شخص دھوکا کھا گئے — یہ نہ سمجھے ہم کہاں جاتے کہاں پر آ گئے
راستہ بھولے تو ایسا دور جا نکلے کہیں — تھی جہاں محروم پانی تک سے کوسوں تک زمیں
دور تک ڈھونڈا نہ پانی کا کہیں پایا نشاں — پیاس کی شدت وہ گرمی الحفیظ والاماں
جستجو گو لاکھ کی پانی نہ کوسوں تک ملا — یہ دعائیں تھیں خدایا ہم کو کہیں پانی پلا
مختصر یہ ہے تحمل پیاس کا جاتا رہا — اور پانی کا تصور سب کو تڑپاتا رہا
ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے پانی وہ دونوں راہبر — اس سفر میں کر گئے افسوس دنیا سے سفر
ان کے مرنے سے ہوئے مسلمؑ پریشان اور بھی — جستجو کرتے تھے پانی کی سفر پر غور بھی
کرتے کرتے جستجو اک گاؤں میں پانی ملا — اپنے بچوں کو پلایا اور خود پانی پیا
اور دیا غسل و کفن ان رہبروں کو لوٹ کر — دفن کر کے گاؤں میں داخل ہوئے بارِ دگر
لے کے دم کچھ دیر مکّے کیلئے اک خط لکھا — جو امام دیں حسینؑ ابن علیؑ کے نام تھا
اے امام جن والانس اے رہنمائے مومنیں — اے حسینؑ ابن علیؑ اے پیشوائے مسلمیں
سوئے کوفہ ہو کے رخصت آپ سے جب ہم چلے — اور ہر منزل پہ رک کر ہو کے تازہ دم چلے

Presented by www.ziaraat.com

راہبر جو ساتھ تھے بھٹکے کچھ ایسا راستہ — ڈھونڈنے پر بھی کسی صورت نہ پایا راستہ
ہو کے گم ہم راستہ سے اس جگہ پہنچے جہاں — لاکھ کوشش کی مگر پایا نہ پانی کا نشاں
جس طرف پہنچی نظر اک لق و دق میدان تھا — دُور تک دیکھا کہ غیر آباد تھا ویران تھا
پیاس کی شدت سے ہم سب جاں بلب ہونے لگے — دونوں بچے ساتھ مارے پیاس کے رونے لگے
مختصر یہ ہے کہ راس آیا نہ ہم کو یہ سفر — فالِ بد ہے مر گئے دونوں وہ پیاسے راہبر
دل نہیں دیتا گواہی اس غمِ بے حد کے بعد — اور کیا آگے بڑھوں میں اس شگونِ بد کے بعد
گر اجازت ہو تو مکہ کی طرف کو لوٹ آؤں — ایسی گرمی میں اگر کہیئے تو میں کوفے نہ جاؤں
ورنہ جیسا حکم ہوگا وہ بجا لاؤں گا میں — اس پہ بھی کہیئے گا تو آگے کو بڑھ جاؤں گا میں
اُف تسلط پا لیا تدبیر پر تقدیر نے — یہ جوابِ نامہ مسلمؑ دیا شبیرؑ نے
لکھ رہا ہوں میں یہ مسلمؑ! آپ کے خط کا جواب — اس کو پڑھ کر ہو جیئے اس پر عمل پیرا شتاب
راستہ میں پیاس سے مر جو گئے ہیں راہبر — اس سے طاری ہو گیا ہے آپ پر خوفِ سفر
واپسی کا یک بیک کیا ارادہ ہو گیا ؟ — آپ کا بھی کیا شگونوں پر عقیدہ ہو گیا ؟
ہم کسی صورت شگون اور فال کے قائل نہیں — ان میں سے کچھ بھی ہماری راہ میں حائل نہیں
خود رسولِ حقؐ نے فرمایا ہے یہ کیجیئے یقیں — ہم ہیں اہلبیت! مطلق فال ہم لیتے نہیں
اور نہ دیتے ہیں کسی کو ہم اجازت فال کی — دینِ حق کے پیروؤں کو کیا ضرورت فال کی
ہے فقط اتنا ہی کافی آپ کو لکھنا مرا — میں سمجھتا ہوں کہ جب پہنچے گا یہ نامہ مرا
بے توقف آپ بڑھ جائیں گے کوفہ کی طرف — لوٹنے کو رُخ نہ فرمائیں گے مکہ کی طرف
جلد ہی ہوں گے عمل پیرا ہدایت پر مری — فوقیت دیں گے کسی شئے کو نہ حکمت پر مری
اور کریں گے کام وہ بھیجا ہے جس کے واسطے — آپ ارادہ تو کریں کھل جائیں گے سب راستے
چل دیئے کوفے کو مسلمؑ پا کے یہ حکمِ امامؑ — راہ طے کرنے میں کوفے کی لیا عجلت سے کام
جلوہ گر جا کر بعجلت یہ سرِ منزل ہوئے — شہرِ کوفہ آ گیا یہ شہر میں داخل ہوئے
اور کیا مختارؒ کے گھر آپ نے جا کر قیام — اہلِ کوفہ جوق جوق آنے لگے سن سن کے نام

Presented by www.ziaraat.com

داخلِ بیعت یہاں آ آ کے سب ہونے لگے — آخرت کے واسطے تخمِ عمل بونے لگے

ہو گئے کچھ دن میں بیعت کرنیوالے بیشمار — ایک سو دو سو نہیں تھے بلکہ اٹھارہ ہزار

آپ سے سب نے کیا اقرار نصرت کے لیئے — عہد سب نے دیدیا خوش خوش اطاعت کیلئے

جب یقیں برتاؤ پر مسلمؑ نے ان کے کر لیا — یہ حسینؑ ذی حشم کو خط روانہ کر دیا

اے امامِ مسلمینؑ دینِ متیں کے راہبر — ختم کر کے آ گیا کوفہ میں میں اپنا سفر

عرض کرنا مجھ کو یہ ہے آپ سے بعد از سلام — مجھ سے واقف ہو گیا اچھی طرح کوفہ تمام

ہو رہی ہے ہاتھ پر بیعت مرے کثرت کے ساتھ — اور بیعت بھی بہت ہے عزت و حرمت کے ساتھ

اب مناسب آپ کو یہ ہے کہ خود آ جایئے — اور ہدایت آ کے اِن لوگوں کو خود فرمایئے

اہلِ بیعت جسقدر ہیں آپ کے ہیں منتظر — ہو رہے ہیں آپ کے مجھ سے بلانے پر مُصر

لکھ رہا ہوں یہ عریضہ ان ہی کے اصرار پر — کیجیئے پڑھ کر اسے فوراً ہی آغازِ سفر

یوں تو یہ اک خط ہے میرا آپ کے جو نام ہے — ورنہ کوفے کے مسلمانوں کا یہ پیغام ہے

جس قدر بھی جلد ممکن ہو شہِ عالی مقام — اب یہاں آ جایئے رُکیئے نہ مطلق والسّلام

جب یہاں اہلِ حکومت کو ہوئی اس کی خبر — پڑھ رہا ہے حضرتِ مسلم کا کوفے پر اثر

خط یہ بے دینوں نے لکھ بھیجا یزیدِ نحس کو — حکمرانِ وقت اکیوں غفلت میں ہے ہشیار ہو

اِن دنوں ہے حضرتِ مسلمؑ کا کوفے میں قیام — ہاتھ پر اپنے یہ بیعت لے رہے ہیں صبح و شام

کر رہے ہیں فوج یہ اپنی فراہم رات دن — ہو رہا ہے دیکھ کر جس کا ہمیں غم رات دن

شک نہیں یہ اطلاعِ ناگہانی ہے تجھے — فکر کر گر سلطنت اپنی بچانی ہے تجھے

شہر کوفہ ورنہ تیرے ہاتھ سے جانے کو ہے — اور تمنّا حضرتِ مسلمؑ کی بر آنے کو ہے

بھیج ایسے شخص کو جو کام کر جائے یہاں — اور مٹا دے عزمِ مسلمؑ کا ابھی نام و نشاں

طاق ہو دشمن کشی میں تیز ہو چالاک ہو — سلطنت سے رخنہ اندازی کا قصّہ پاک ہو

جائزہ لیکر یزیدِ بد نے ان حالات کا — مشورہ اپنے مشیروں اور وزیروں سے کیا

اور کیا سرجون رومی کی ہدایت پر عمل — باپ کے اک میر منشی کی ہدایت پر عمل

Presented by www.ziaraat.com

حکم بھیجا حاکمِ بصرہ عبیداللہ کو
یعنی اک گمراہِ دیں نے دیں کے اک گمراہ کو

حکمنامہ ہے یہ تیرے نام اے ابنِ زیاد
جانتا ہوں تجھ کو میں مجھ کو ہے تجھ پہ اعتماد

یہ یقیں ہے حکم کو میرے بجا لائے گا تو
یعنی کوفہ کی طرف فوراً چلا جائے گا تو!

میرے کوفے کے مخبروں نے مجھے دی ہے خبر
کر رہے ہیں جمع مسلمؑ ایک فوجِ پرخطر

تاکہ پڑ جائے مسلمانوں میں باہم تفرقہ
تاکہ شیرازہ بکھر جائے مرے اسلام کا

چاہیئے تجھ کو لہٰذا چھوڑ کر بصرے کو جلد
ہو روانہ حکم پاتے ہی مرا کوفے کو جلد

قید کر دے جاکے تو مسلمؑ کو یا کر دے شہید
تا تجھے انعام دوں میں، نام ہے میرا یزید لعین

حکم پاتے ہی یزیدِ نجس کا ابنِ زیاد لعین
بدسرشت و بدطبیعت، بدنژاد و بدنہاد

مضطرب سا ہو گیا کوفے پہنچنے کے لیئے
حکم سامانِ سفر کے واسطے فوراً دیئے

اور کہا عملے سے یہ اپنے کہ کل کو کوچ ہے
کوئی تبدیلی نہ ہوگی حکم میں یہ بھی ہے طے

شب گذر کر سب کے سب قبلِ سحر بیدار رہئے
اور کوفے کے سفر کے واسطے تیار رہئے

قافلہ کوفے کی جانب کو رواں ہونے کا تھا
لا کے اک خط حاکمِ بصرہ کو منذر لعین نے دیا

جو کہ تھا خط اہلِ بصرہ میں سے کچھ لوگوں کے نام
بھیجنے والے تھے جس کے خود حسینؑ ذی مقام

خط میں لکھا تھا کہ ہم ہیں وارثِ مصطفیٰؐ
ہیں وصی پیغمبرِ اعظمؐ کے شاہد ہے خدا

حکمرانِ عہد نے شرعِ رسول اللہؐ کو
یعنی آئینِ خدا، حکمِ شہِ ذی جاہؑ کو

صفحۂ ہستی سے بالکل ہی مٹا ڈالا ہے آج
بدعتوں سے کھیلتے ہیں خوب اہلِ تخت و تاج

اہلِ بدعت سے بچو آگاہ کرتا ہوں تمہیں
واقفِ دینِ رسول اللہؐ کرتا ہوں تمہیں

تم رسولِ حق محمدؐ کی شریعت پر چلو
میں امامِ وقت ہوں میری ہدایت پر چلو

منحرف ہوتے ہو اولادِ شہِ ذیشانؑ سے
کچھ کبھی تو پھرے جاتے ہو کیوں قرآن سے

منسلک گر تم رہو گے ہم سے اور قرآن سے
آخرت میں مغفرت ہوگی تمہاری شان سے

پڑھ کے اس خط کو بہت برہم ہوا ابنِ زیاد لعین
اور پوچھا نامہ بر اس کا کہاں ہے بدنہاد

نامہ بر اس خط کا فوراً سامنے لایا گیا
سامنے فوراً ہی جس کو قتل کروایا گیا

Presented by www.ziaraat.com

بعد اس کے قافلہ کوفے کی جانب کو چلا ساتھ بصرے سے شریک ابن الاعورؒ کو لیا
راہ میں ٹھہرا نہ پل بھر کے لئے بھی زینہار گو کہا بھی ایک اس کے ہمسفر نے بار بار
چاہتا تھا ایک پل میں اُڑ کے کوفے پہنچ جاتے جلد ممکن جس قدر ہو جا کے مسلمؑ کو ستائے
قافلہ اس کا یونہی چلتا رہا چلتا رہا اور دل میں اشتیاق انعام کا پلتا رہا
الغرض پہنچا یہ جب کوفے تو شب کا وقت تھا شب کی تاریکی ہی میں یہ شہر میں داخل ہوا
اتفاقاً ان ہی روز و شب میں شاہ بحر و بر[۲] آنے والے تھے بہت تھی گرم آنے کی خبر
لوگ سمجھے آ گئے کوفہ امام با وقار[۲] جن کا بچپن سے سب کو تھا بہت ہی انتظار
بہر استقبال باہر سب گھروں سے آ گئے نعرۂ یا ابن رسول اللہ فضا پر چھا گئے
غلغلہ سن کر یہ شب کو نعرہ ہائے پاک کا شبہ حاکم کو ہوا ابن بشیر لولاک[۴] کا
بند مارے خوف کے دار الامارہ ہو گیا خوابگاہ خاص میں نعمان جا کر سو گیا
لیکن اس کو جب ہوا معلوم ہے ابن زیاد لعیں[۲] اور یہ سمجھا اس کے آنے سے تو ہے اپنا مفاد
تب بتانِ خسروی قلعہ کا دروازہ کھلا اور ہاتھوں ہاتھ بڑھ کر اس کو بے دیں لے لیا
اہل کوفہ نے یہ جب دیکھا نہیں آئے امامؑ لوٹ آئے سب گھروں کو اپنے بے نیل و مرام
شب گزر کر صبح کو ابن زیاد بدگہر تھا بہت خوش کرسئ ظلم و ستم پر بیٹھ کر
کہہ رہا تھا آئیں فوراً کل عمائد شہر کے کچھ سخن لاتے ہیں لب پر مجھ کو جبر و قہر کے
حکم ہر گوشہ میں کوفے کے یہ پہنچا جلد تر حکم سنتے ہی ہوئے حاضر شیوخ معتبر
دیکھ کر ان اہل کوفہ کو عبید اللہ[۳] نے دشمن دیں نے عدو حق نے اور گمراہ نے
ایسی باتیں کیں کہ جن سے خوف طاری ہو گیا ہر بشر ہوش و حواس اپنے مکمل کھو گیا
صاحب عزت تھے سب بے عزتی سے ڈر گئے چند خوف آمیز فقرے کام اپنا کر گئے
ہو گیا ہر کس بجائے خود پراگندہ خیال ہو گئے طاری ہر اک دل پہ غم و رنج و ملال
دیکھ کر وحشت زدہ ان سب کو اس تقریر سے کام چلتا دیکھ کر لیں اپنا اس تدبیر سے
حکم یہ جاری کیا ان میں سے ہر اک فرد پہ فرض ہے واجب ہے تم میں سے ہر اک فرد پہ

Presented by www.ziaraat.com

کوچہ کوچہ شہر میں ایسی کرے وہ گفتگو ۔۔۔ ہر محلہ میں کرے وہ یہ تلاش و جستجو
کون رکھتا ہے خیال اپنا خلاف سلطنت ۔۔۔ کون پھیلاتا ہے جال اپنا خلاف سلطنت
ایسے شخصوں کی مرتب کرکے سب فہرست دیں ۔۔۔ سب کو چن چن کریں ظاہر نہ کچھ اخفا کریں
اور کریگا جو بھی اخفائے عدو سلطنت ۔۔۔ بر جولائیگا تمنائے عدو سلطنت
کچھ رعایت کی نہ جائے گی عمرؔ ہو خواہ زید ۔۔۔ خواہ کتنا ہی معزز ہو کیا جائیگا قید
قتل کردوں گا اُسے، کیا منحصر ہے قید پر ۔۔۔ ظلم سے میرے وہ پھر مطلق نہ پائیگا مفر
اُس کا اک لمحہ میں کُل گھر بار لُوٹا جائیگا ۔۔۔ جو بعید از عقل ہوں گی وہ سزائیں پائیگا
اس سے زائد اپنی میں تقریر کو دوں گا نہ طول ۔۔۔ مجھ سے کچھ بھی رحم کی امید رکھنا ہے فضول
کُل عمائد سُن کے یہ تقریر تھرّانے لگے ۔۔۔ آنے والے وقت کی وحشت کا غم کھانے لگے
مشفق تھے جو حکومت سے قوی دل ہو گئے ۔۔۔ شوق سے احکام حاکم پر وہ عامل ہو گئے
خانۂ مختارؓ میں مسلمؑ کا تھا اب تک قیام ۔۔۔ جب سُنا یہ حاکم ظالم کا ہے اب حکم عام
اور دیکھی اہل کوفہ کی نظر بدلی ہوئی ۔۔۔ اپنی یہ جائے رہائش آپ نے تبدیل کی
آگئے مختارؓ کے گھر سے یہ ہانیؓ کے یہاں ۔۔۔ جان کر ہانیؓ کے گھر کو کچھ حفاظت کا مکاں
تھا شریک ابن الاعورؓ کا بھی اس گھر میں قیام ۔۔۔ اتفاقاً آ کے بگڑا ان کی صحت کا نظام
سُن کے یہ ابن زیادِ بد گہر کہنے لگا ۔۔۔ کل کو میں بہر عیادت جاؤں گا گر جا سکا
یہ خبر پا کر شریک ابن الاعورؓ خوش ہوئے ۔۔۔ قرب پا کر حضرت مسلمؑ سے یوں کہنے لگے
کل عیادت کو مری آنے کو ہے ابن زیاد ۔۔۔ آپ اگر چاہیں تو کر لیں اس سے کچھ حاصل مفاد
پائیں گر موقع تو فوراً قتل کر دیجئے اُسے ۔۔۔ میں اشارہ جب کروں تو زد میں لے لیجئے اُسے
اس کا سر کر دیجئے اک وار میں تن سے جدا ۔۔۔ بعد اس کے جو بھی کچھ ہو گا وہ دیکھا جائے گا
صبح کو ابن زیاد آیا عیادت کے لئے ۔۔۔ اور طبیعت پوچھنے کے واسطے لب وا کئے
دیر تک حالات نو کے تذکرے کرتا رہا ۔۔۔ دولت عصیاں سے دامن زیست کا بھرتا رہا
مانگ کر پانی اشارہ ابن الاعورؓ نے کیا ۔۔۔ حضرت مسلمؑ نے خالی اس اشارے کو دیا

Presented by www.ziaraat.com

ابن الاعورؓ نے کیا مسلمؑ کا بے حد انتظار
یعنی اب کرتے ہیں اب کرتے ہیں مسلمؑ اس پہ وار

اپنے حجرے سے نہ نکلے حضرتِ مسلمؑ مگر
ہو گئے مجبور جب یہ ابن الاعورؓ دیکھ کر

صورتِ ہذیان میں وہ شعر اک پڑھنے لگے
حضرتِ مسلمؑ مگر پھر بھی نہ ٹس سے مس ہوئے

بعد کو مسلمؑ سے پوچھا کیوں نہیں حملہ کیا
کیوں بتاؤ تو سہی زندہ اسے جانے دیا

آپ نے فرمایا سمجھاؤں تمہیں کیا اے شریک
اس لیے میں نے بدل ڈالا ارادہ اے شریک

اک تو ہانیؓ نے مجھے باز اس ارادے سے رکھا
کہہ دیا گھر میں مرے یہ قتل تو ہوگا بُرا

دوسرے ہے اک حدیث ایسی رسول اللہؐ کی
وجہ لفظِ کُن، حبیبِ حق بشر ذی جاہ کی

جس سے ہے واضح کہ دھوکہ سے کسی کو مارنا
ہرگز اور مطلق نہیں ہے شیوۂ اہلِ خُدا

الغرض اس واقعہ کے تین دن کے بعد ہی
ابن الاعورؓ کی اسی تکلیف میں رحلت ہوئی

ان دنوں ہی اک غلام ابن زیاد نحس کا
حضرتِ مسلمؑ کا دھوکے سے لگا لایا پتا

حضرتِ مسلمؑ ہیں ہانی ابن عروہؓ کے یہاں
جس جگہ کا خواب میں بھی ہو نہ سکتا تھا گماں

بیٹھ کر کچھ دیر کو ہونے لگی آپس میں رائے
کس طرح ان کی گرفتاری عمل میں لائی جائے

یہ کہا ابن زیادِ لعین بد گہر نے سوچ کر
کوئی مشکل تو نہیں ان کی گرفتاری مگر

ہم کو ہانیؓ کو بھی تو اس کا چکھانا ہے مزا
کیوں یہاں اپنے مکاں میں اس نے مسلمؑ کو کیا

بعد میں ہانیؓ نہ یہ انکار کر جائے کہیں
میں نے اپنے گھر میں مسلمؑ کو چھپایا ہی نہیں

اس لیے میرے فدائی اے مرے سچے غلام
پہلے مستحکم کیا جائے وہاں ان کا قیام

بعد اس کے کام تیرا ہے اگر کر جائے تو
میرے ہاتھوں سے بہت انعام اس کا پائے تو

پیروِ آلِ محمدؐ کا تو یہاں مشہور ہے
تُو ہی کر یہ کام تو اس کام پر مامور ہے

یہ تری شہرت عجب انداز سے آئی ہے کام
جانتا کوئی نہیں تجھ کو یہاں میرا غلام

میں تجھے دیتا ہوں کچھ معقول تعدادِ درہم
جلد ہانیؓ کے یہاں جا تجھ سے لے کر یہ رقم

سب سے پہلے جا کے تو ہانی بن عروہ سے مل
اور یہ کہہ نامہ بری پیشہ ہے میرا مستقل

آ رہا ہوں میں حسینؑ ابن علیؑ کے پاس سے
دین کے والی امامِ متقیؑ کے پاس سے

Presented by www.ziaraat.com

مجھ کو بھیجا ہے انہوں نے لیکے کچھ دام و درم
اور کہا ہے مجھ سے اپنی جان کی لے کر قسم

جا کے تو مسلمؑ سے مل ہانی بن عروہؓ کے گھر
اور رقم خود ہاتھ میں دینا یہ ان کے جانچ کر

اور کہہ دینا کہا ہے یہ رقم ہے لیجئے
جس جگہ بھی ہو ضرورت صرف اس کو کیجیے

جب کہے گا تو یہ ہانیؓ سے تو وہ بے اختیار
تجھ کو نامہ بر سمجھ کر تجھ پہ کر کے اعتبار

سارا قصہ ان کے چھپنے کا سنا دے گا تجھے
حضرت مسلمؑ سے فوراً ہی ملا دے گا تجھے

اس کا کہنا اور ملا دینا سند ہو جائے گا
پھر نہ وہ اس امر سے انکار کرنے پائے گا

تاکہ ہانیؓ ہی کی پہلے میں گرفتاری کروں
بعد کو مسلم پہ میں حملہ کی تیاری کروں

سن کے معقلؒ نے کہا جو حکم ہو بر لاؤں گا
خانۂ ہانیؓ پہ مسلمؑ کی رقم لے جاؤں گا

کہہ کے یہ عیار سوئے خانۂ ہانیؓ چلا
دشمنِ جانی اہلِ دینِ ربانی چلا

اور ملا ہانیؓ سے جا کر اس ہی چالاکی کے ساتھ
بے جھجک بے خوف عیاری و بیباکی کے ساتھ

اور جو کچھ بھی کیا تھا طے وہی اس نے کیا
جتنا دے سکتا تھا جل ہانیؓ کو اس نے جل دیا

نیک دل ہانیؓ خوش اطوار دھوکا کھا گئے
آدمی ہی تھے فریبِ شیطنت میں آ گئے

جا ملایا اس کو فوراً مسلمؑ دیندار سے
مل لیے مسلمؑ خوشی سے معقلِ مکار سے

مل کے معقلؒ حضرتِ مسلمؑ سے لوٹا شاد شاد
منتظر بیٹھا ہی تھا اس کا ادھر ابن زیادؒ

سن کے کل احوال معقل سے بہت ہی خوش ہوا
ایک انعام گراں قیمت اسے فوراً دیا

آدمی اک خدمتِ ہانیؓ میں پھر بھیجا گیا
جس نے جا کر ہانیؓ بے دست و پا سے یہ کہا

حاکمِ دوراں نے تنظر وں پر چڑھا لیا ہے تجھے
چل ابھی دار الامارہ میں بلایا ہے تجھے

سن کے یہ دار الامارہ کی طرف ہانیؓ چلے
صیدِ بے بس ہو کے سوئے دشمنِ جانی چلے

داخلِ دار الامارہ ہانیؓ بے کس ہوئے
پھنس کے اس کے جال میں لاچار اور بے بس ہوئے

مبتلائے غم بلا کرنا گہانی کر دیا
بند ان کو جیل میں تا حکمِ ثانی کر دیا

حضرتِ مسلمؑ نے ہانی کی گرفتاری سنی
حکمرانِ نو کی چالاکی و عیاری سنی

سن کے ان کو یہ خبر بے حد ہی رنج و غم ہوا
ظلم بے جا پر مزاج ان کا بہت برہم ہوا

Presented by www.ziaraat.com

تاب ضبط ان کو رہی باقی نہ روپوشی کا ہوش / خانۂ ہانیؓ سے باہر آگئے ہمت بدوش
کچھ قبائل سے کیا لشکر فراہم اک کثیر / اور خود اس لشکرِ بسیار کے بن کر امیر
جا چڑھے دارالامارہ پر قطار اندر قطار / ایک پل میں کر لیا دارالامارہ کا حصار
دیکھ کر انداز یہ ابن زیاد لعہ بد خصال / ہو گیا وحشت زدہ و خوف خوردہ پُر ملال
کیونکہ اس کے پاس تھی اسوقت تھوڑی سی سپاہ / گر مقابل آکے ہوتا ان سے ہو جاتا تباہ
تھے علاوہ مختصر سی فوج کے تھوڑے غلام / کچھ شیوخِ اہل کوفہ کا تھا صحبت میں قیام
اس حصارِ پُر خطر سے جو نکل سکتے نہ تھے / چاہتے ٹلنا بھی تو اس وقت ٹل سکتے نہ تھے
دیکھ کر بیٹھا ہوا پاس ان شیوخِ شہر کو / کام میں لا کر دہ بس اندازِ جبر و قہر کو
کر گیا ابن زیاد لعہ اس وقت دانائی کمال / چل گیا جو چلنے والی تھی سیاست خیز چال
ان شیوخِ شہرِ کوفہ میں سے جو تھے معتبر / ڈال کر کچھ اپنی سطوت کا مزید ان پر اثر
ایسے آڑے وقت میں اپنے یہ کام ان سے لیا / چور دروازہ محل کا کھول کر باہر کیا
اور کہا تم جا کے ان انصارِ مسلمؑ سے کہو / حضرت مسلم ہیں باغی تم نہ ان کا ساتھ دو
جس قدر بڑھا سکو بھڑکا دو مسلم کے خلاف / اور کہو ان سے کہ تم ہو جاؤ مسلم کے خلاف
ہو کے باغی ساتھ میں مسلم کے تم پچھتاؤ گے / آؤ گے منہ پر حکومت کے تو منہ کی کھاؤ گے
وہ شیوخِ شہرِ کوفہ آئے بیرونِ محل / سیکڑوں انسان برہم پائے بیرونِ محل
اِس طرف تو ان کو بھڑکایا شیوخِ شہر نے / اُس طرف اس حاکم کوفہ کے جبر و قہر نے
سارے سرداروں کو بالائی چھتوں پہ بھیج کر / ایسی تقریریں کرائیں چھا گیا خوف و خطر
اک کثیر ابن شہاب ان میں بڑا سردار تھا / صاحبِ تیغ و سناں تھا صاحبِ گفتار تھا
چڑھ کے چھت پر اس نے یہ دارالامارہ کی کہا / اہل کوفہ کچھ بتاؤ تو یہ تم کرتے ہو کیا
خیریت اس ہی میں ہے اپنے گھروں میں چھپ رہو / ہو جو عاقل اس بغاوت میں ذرا حصہ نہ لو
مفت میں ڈالو نہ خطرے میں تم اپنی جان کو / ایک باغی کے بجائے لاؤ نہ تم فرمان کو
کچھ نہ ہوگا اس سے حاصل کچھ نہ اس سے پاؤ گے / گیہوں کے ساتھ تم گھن کی طرح پس جاؤ گے

Presented by www.ziaraat.com

آنے والی ہے تمہارے سر پہ اب فوجِ مزید — دیکھ سکتی ہے تمہیں اس طرح کب چشمِ یزید
خود سمجھ لو اس کی ہوگا فوج کا انداز کیا — سوچ لو اب بھی نہیں آتے کے سو تم باز کیا
کھا کے بیٹھا ہے قسم ابن زیاد خوش سیر — تم اگر اس وقت جاؤ گے نہ اپنے اپنے گھر
ضبط کر کے کل وظائف اور جاگیریں تمام — جس قدر جنگ آزما ہیں فوجہائے ملکِ شام
قتل بیگاری کے تم کو اُن میں بھیجا جائے گا — بھیجکر تم کو تمہارے گھر کو لوٹا جائے گا
حاضر و غائب میں بھی مطلق نہ ہوگا امتیاز — جان اور عزت اگر پیاری ہے تو آجاؤ باز
یہ صدائیں بجلیاں بن کر سماعت پر گریں — حضرت مسلمؑ کی گویا اس جماعت پر گریں
چھوڑ کر میداں گھروں کو اپنے سب جانے لگے — صاحبانِ دل کے دل پہلو میں گھبرانے لگے
بیٹیاں نکلیں گھروں سے اور پدر کو لے گئیں — مادریں آئیں خوشامد سے پسر کو لے گئیں
خوف چھایا سب پہ یہ اگر لشکرِ شام آگیا — یہ سمجھ لو موت کا لیس اپنی پیغام آگیا
الغرض کل لشکرِ مسلمؑ پریشاں ہو گیا — دم کے دم میں صاف ہمدردوں سے میداں ہو گیا
جب اُٹھے مسلمؑ ادا کرنے کو مغرب کی نماز — تیس کل انفاس تھے جن پر وہ کر سکتے تھے ناز
بعد کو وہ تیس بھی نظروں سے غائب ہو گئے — اور مسلمؑ مبتلائے صد مصائب ہو گئے
رہ گئے بالکل ہی جب تنہا تو گھبرائے بہت — وسوسے دل میں کھڑے ہو کر وہاں لائے بہت
سوچتے تھے اب کہاں جائیں کہاں پائیں پناہ — خانۂ طوعہؒ پہ پہنچی دفعتاً ان کی نگاہ
شب بسر کرنے کی اس نے دی اجازت آپ کو — ایک نعمت تھی وہ طوعہؒ کی عنایت آپ کو
اُس طرف ابنِ زیادِ بد کو پہنچی یہ خبر — ختم بالکل ہو گئے مسلمؑ کے سارے کرّ و فر
منتشر سب لشکرِ انصار اُن کا ہو گیا — جاگ اٹھی قسمت مری اُن کا مقدر سو گیا
سُن کے یہ قصرِ امارت سے نکل کر آگیا — شہر کوفہ کے زمین و آسماں پر چھا گیا
گوشے گوشے میں کرا دی یہ منادی شہر کے — کوفیو! منڈلا رہے ہیں سر پہ بادل قہر کے
کل شیوخ و اہلِ کوفہ، اہلِ لشکر، پاسباں — مسجدِ جامع میں آئیں اور سنیں میرا بیاں
جمع سب مسجد میں آ کر اہلِ کوفہ ہو گئے — خانۂ دیں پر مسلط اہلِ دنیا ہو گئے

Presented by www.ziaraat.com

یہ کیا ابنِ زیادِ نحسؑ نے اعلانِ عام
حاکمِ جابر ہوں ہے میرا عبید اللہ نام

حکم دیدیتا ہوں جو بھی میں وہ ہوتا ہے اٹل
اس کی کچھ ہوتی ہے رد اسکا نہ کچھ ہوتا ہے حل

یہ کئے دیتا ہوں سُن لو آج میں اعلانِ عام
شک نہیں اس میں ذرا مطلق نہیں اسمیں کلام

حضرت مسلمؑ ہیں باغی ان کو جو دیگا پناہ
قتل میں اس کو کرا دوں گا نہ مانگوں گا گواہ

بعد کو میں عذر اُسکا کوئی سُننے کا نہیں
کہہ رہا ہوں صاف میں تم سے کرو میرا یقیں

بس یہی کہنا تھا تم لوگوں سے جا سکتے ہو تم
بلکہ مسلم کو پکڑ لاؤ جو لا سکتے ہو تم

اس کا میں بے انتہا انعام بخشوں گا تمہیں
دے سکوں گا جس قدر جاگیر دیدوں گا تمہیں

پھر ہوا دار الامارہ میں طلب ابنِ نمیرلعہ
جس نے پوچھا حکم میرے واسطے کیا ہے امیر

اُس سے یہ بولا کہ تو ہے کوتوالِ ہوشمند
حکم ہے میرا کہ فوراً شہر کے ناکے ہوں بند

اور پھر ہو ایک اک گھر کی تلاشی جب یہ
تاکہ آسانی لگانے میں ہو مسلم کا پتہ

جلد تر اُن کو پکڑ کر لاؤ میرے سامنے
اس سے پہلے کچھ بھی ہو مت آؤ میرے سامنے

کوتوالِ شہر کو مطلق نہیں مشکل یہ کام
ورنہ چھن جائے گا تجھ سے کوتوالی کا نظام

پھر عمر ابنِ حریثلعہ آیا طلب کردہ یہاں
اور ملا اس کو بصد تعجیل یہ حکمِ گراں

حکم یہ تجھ کو دیا جاتا ہے سُن لے اے عمر
فوج کی بھرتی یہاں تو کھول دے دل کھول کر

فوج جتنی جمع ہو جائے اُسے تو کم سمجھ
ورنہ نظمِ حکومت درہم و برہم سمجھ

اس کے یہ احکام سُنتے ہی عمل ہونے لگا
سلطنت کا عقدۂ دشوار حل ہونے لگا

صبح کو فرزندِ طوعہ نے خبر یہ آکے دی
شب سے مسلم کو چھپا رکھا ہے مادر نے مری

یہ خبر سنتے ہی خنداں ہو گیا ابنِ زیادلعہ
اس خوشی میں رقص سا کرنے لگا وہ بدنہاد

اور دو شخصوں سے یہ بولا کہ جاؤ اسکے ساتھ
اور سپاہی جس قدر چاہو وہ لے لو اپنے ساتھ

دیر اک پل کی لگاؤ تم نہ اب اس کام میں
لاؤ مسلم کو پکڑ کر جلد میرے دام میں

جو بھی تم انعام مانگو گے وہ بخشوں گا تمہیں
یعنی منہ مانگی مرادیں آج میں دوں گا تمہیں

Presented by www.ziaraat.com

حضرت مسلمؑ نمازِ صبح میں مصروف تھے — تین سو بے دین گرفتاری کو ان کی آ چڑھے
آپ نے فوراً ادا فرمائی دو رکعت نماز — حق و باطل کا نمایاں ہو رہا تھا امتیاز
پھر بعجلت سجے ہتھیار حضرت نے تمام — آ کے باہر آپ نے دیکھا ہیں تیغیں بے نیام
دیکھتے ہی آپ کو سب آپ کی جانب بڑھے — اس طرف بھی حضرت مسلمؑ کے کچھ تیور چڑھے
آپ پر مل کر یکایک سب نے حملہ کر دیا — آپ نے بھی تیغ جوہر دار کو عریاں کیا
جنگ آپس میں پھر انکے دوبدو ہونے لگی — سخت تر تیغ آزمائی روبرو ہونے لگی
منکرینِ دینِ حق سے بڑھ کے آپ ایسا لڑے — پشت کی جانب کو اپنے سب کو رُخ کرنے پڑے
ڈیڑھ سو بے دیں تہِ شمشیرِ مسلمؑ ہو گئے — حشر تک کے واسطے مقتل میں آ کر سو گئے
سر پہ رکھ کر پاؤں بھاگے تھے جو باقی ڈیڑھ سو — آپ نے فرمایا کیوں بھاگے؟ ذرا ٹھہرو۔ رکو
سُن کے یہ ابنِ زیادؒ بد گہر گھبرا گیا — دل میں کیا چاہا تھا اس نے اور کیا ظاہر ہوا
بعد اس کے اور بھیجے پانچ سو اس نے سوار — ان میں بھی مسلمؑ نے ڈالا بڑھ کے ایسا انتشار
ہو گئے ان میں سے کچھ تو ڈر کے میداں سے فرار — کچھ ہوئے آ کر مقابل تیغِ مسلمؑ کا شکار
رہ گئے باقی سپاہی صرف گنتی کے پچاس — دیکھ کر یہ ابنِ اشعثؒ کو ہوا بیحد ہراس
حاکمِ کوفہ سے جا کر پھر کمک مانگی گئی — ابنِ اشعثؒ کی مگر درخواست یہ خالی گئی
کہہ دیا امدادِ فوجی کا نہ مطلق نام لے — اب تو کچھ چالاکی و دھوکہ دہی سے کام لے
ابنِ اشعثؒ سُن کے یہ سردارِ کوفہ کا جواب — حضرت مسلمؑ کے پاس آیا کیا ان سے خطاب
آپ اب بالکل نہ گھبرائیں خدا اس کا گواہ — آپ کو اب ہم بحکمِ خاص دیتے ہیں پناہ
آپ نے فرمایا بس خاموش ہو تو اے لعین — مجھ کو تجھ جیسوں کے حکمِ خاص کی حاجت نہیں
حضرت مسلمؑ کا یہ سُن کر جوابِ تند و تیز — ابنِ اشعثؒ ہو گیا حضرت پہ بیحد خشم ریز
پتھروں سے بھاگ کے پھر اک سمت سے حملہ کیا — آپ کا جس سے تنِ اطہر بہت زخمی ہوا
دفعتاً پیشانیٔ اقدس پہ اک پتھر لگا — خون میں تر جس کے باعث کل رُخِ انور ہوا

Presented by www.ziaraat.com

سر سے پا تک ہو گئے آپ اسقدر زخموں سے چور ۔۔۔ ہو گئی طاقت بھی کم گھٹنے لگا آنکھوں کا نور
بیٹھنا ہی پڑ گیا لگ کر ذرا دیوار سے ۔۔۔ کوئی گوشہ بھی مگر خالی نہ تھا اغیار سے
گھر سے نکلا دیکھ کر یہ صاحب خانہ بکیر ۔۔۔ اس نے پھینکے آپ کی جانب نہ پتھر اور نہ تیر
بلکہ آکر دفعتاً تلوار سے حملہ کیا ۔۔۔ جس سے زخمی آپ کا فوراً لب بالا ہوا
اس ہی حالت اور کمزوری میں اُٹھ کر آپ نے ۔۔۔ کاٹ کر سر اس کا پھینکا دس قدم پہ آپ نے
اور آ بیٹھے وہیں پر زخم خوردہ غمگسار ۔۔۔ زخم اتنے تھے نہ آتا تھا کسی پہلو قرار
اس پہ پیاس اتنی زباں تھی خشک اور دل تھا کباب ۔۔۔ کم تھا گر ہر زخم سے آتی صدائے آب آب
آپ نے ہر دشمن دیں سے کیا پانی طلب ۔۔۔ آپکو پانی پلا دیتے؟ وہ اہل دل تھے کب
تشنگی سے آپ کی بلکہ اٹھایا فائدہ ۔۔۔ یعنی مل کر سب نے پھر یک بارگی حملہ کیا
آپ نے اس خستگی میں بھی دیا اسکا جواب ۔۔۔ اور جواب لاجواب ایسا نہ لائی جس کی تاب
کچھ کو مارا کچھ لعینوں کو بھگایا آپ نے ۔۔۔ ہاں نہ چھوڑا جس کو اپنی زد پہ پایا آپ نے
اور طلب پانی لعینوں سے کیا بار دگر ۔۔۔ ایک نے دو گھونٹ پانی لا دیا کچھ سوچ کر
آپ نے چاہا پئیں پانی مگر پانی کا جام ۔۔۔ ہو گیا بیکار فوراً بھر گیا خوں سے تمام
جھک کے دیکھا تھا کہ خون آلود پانی ہو گیا ۔۔۔ حملہ اک اُس سمت سے پھر ناگہانی ہو گیا
آ کے مارا پشت سے نیزہ کسی بے دین نے ۔۔۔ بے اصولی جنگ کی برتی یہ بے آئین نے
آپ اس نیزے کے صدمہ سے زمیں پر آ رہے ۔۔۔ دشمن دیں دیکھ کر یہ آ گئے ہر سمت سے
بے کسی کی زد میں آ کر زندگی گھبرا گئی ۔۔۔ ہو گئے بے بس گرفتاری عمل میں آ گئی
ظالموں کو ورغلایا خواہش انعام نے ۔۔۔ لے گئے ابن زیاد لعین بد گہر کے سامنے
دیکھ کر اس طرح زخمی دیکھ کر یوں خستہ حال ۔۔۔ حضرت مسلمؑ سے سختی سے کیا اس نے سوال
کیوں خروج آ کر کیا تھا تم نے شاہ وقت پر ۔۔۔ اُس کی شان خسروی پر کیا نہ پہنچی تھی نظر
آپ نے فرمایا ناہنجار بکتا کیا ہے تو؟ ۔۔۔ کس کو شاہ وقت میرے سامنے کہتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

صرف اب دنیا میں شاہِ دین و دنیا ہیں حسینؑ
تاج و تختِ دینِ احمدؐ کے خلیفہ ہیں حسینؑ

میں نے جو کچھ بھی کہا حکمِ شہِ دینؑ سے کیا
مر رہا ہوں اُن پہ میں ان کی ہی الفت میں جیا

حضرتِ مسلمؑ کی کر کے گفتگو کو ناپسند
غیظ میں آ کر وہ یوں بولا بآوازِ بلند

ہے کوئی تم میں؟ جو لیجائے انہیں بالائے بام
اور کرے اک وار میں اِن کا وہاں قصّہ تمام

یہ سخن سُنتے ہی فوراً بول اٹھا ابنِ بکیر
حُکمِ شاہی کے بجالانے کو ہے حاضر حقیر

لے چلا وہ حضرتِ مسلمؑ کو ظالم سُوئے بام
ہر قدم پہ آپ کچھ فرماتے جاتے تھے کلام

جا کے اوپر آپ نے مکّہ کی جانب رُخ کیا
اور شہِ دینؑ کو مخاطب کر کے یہ رو کر کہا

السّلام اے یاورِ دینِ محمدؐ السّلام
السّلام اے شاہِ برحق اے حُسینؑ ذی مقامؑ

آرزو یہ تھی کہ کر لیتا زیارت آپ کی
دیکھ لیتا اور میں اک بار صورت آپ کی

آرزو میری مگر پوری یہ ہو سکتی نہیں
کیونکہ بعد اک لمحہ کے ہے موت میری بالیقیں

بعد اس کے ہاتھ پھیلائے دُعا کے واسطے
لب پہ بھی الفاظ کچھ آئے دُعا کے واسطے

پھر کہا قاتل سے جاہل جا کے اب اِتمام کر
دیر کیا ہے؟ ہاں اٹھا تلوار اپنا کام کر

ہو کے خوش اس نے اٹھائی آپ پر تیغِ دو دم
کر دیا اک وار میں تن سے سرِ اقدس قلم

Presented by www.ziaraat.com

قطعۂ تاریخ

طبع دویم سوانح حضرت مسلم بن عقیل علیہ السّلام

حضرت آغا سروش لکھنوی

جنسِ گراں عمل کی رکھتی ہے اپنی قیمت | دنیا میں اجر وقعت عقبیٰ میں قصرِ جنّت
آل نبی کے در سے جس نے بھی پائی عزّت | قسمت سے بن گیا وہ پیغمبرِ مودّت
جانبازیاں دکھائیں ہر کوہ و دشت و در میں | سربازیوں سے اپنی کی جان دے کے خدمت
ہر کوفہ و مدینہ آما جگہ ہے اب بھی | قربانیوں سے ان کی قائم ہے اب بھی عظمت
نشر و اشاعتِ دیں کب ہے جہاد سے کم | انکے لیے ہے جنکو غم کے بیاں پہ قدرت
اب کربلا نہیں ہے حالاتِ کربلا ہیں | اِن واقعاتِ غم کے لکھنے کی ہے ضرورت
اس کی مصیبتوں کی مسلمؑ سے ابتدا ہے | آغاز کی مصیبت انجام کی مصیبت
اہلِ عزا کی آنکھیں نم ہونگی اسکو پڑھ کر | تحریرِ حالِ مسلمؑ بھی دین کی ہے خدمت
انمول موتیوں کو لیتے ہیں مول جی سے | ایسی حسینیوں کو مولا سے ہے عقیدت

جنّت میں فاطمہؑ کی بخشش کے مستحق ہیں

حیدر علی نے چھاپی مدحِ شہیدِ غربت

۱۹۷۳ء

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا صاحب العصر و الزمان المدد

قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں
غم حسینؑ کا جو اہتمام کرتے ہیں

نام کتاب

حسینؑ حسینؑ

مرتبہ و مؤلفہ

محمد وصی خاں

شخصیت امام عالیمقام پر حیرت انگیز معلوماتی تحقیق بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت، ہزاروں سال کا نچوڑ اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل کیا ہوا مواد ——

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

Presented by www.ziaraat.com